جمال القرآن کامل

حکیم الامت حضرت مولانا حافظ قاری

شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

معہ حواشی جدیدہ

حضرت صاحب الفضیلۃ الأستاذ الجلیل

المقری اظہار احمد التھانوی

قرائت اکیڈمی ®
لاھور

جمال القرآن کامل

تالیف

حکیم الامت حضرت مولانا حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

معہ حواشی جدیدہ

از

فضیلۃ الشیخ المقری اظہار احمد تھانوی

قرأت اکیڈمی ®

28- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار لاہور

Ph.: 042 - 7122423

030' - 4785910

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	جمال القرآن
مصنف	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ
حاشیہ	حواشی جدیدہ
محشی	المقری اظہار احمد تھانویؒ
طابع و ناشر	قرآءت اکیڈمی لاہور
کتابت سرورق	شیر زمان صاحب
کمپوزنگ و	یونیک گرافکس
سرورق ڈیزائن	الفضل مارکیٹ' اردو بازار' لاہور

قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) کی اپنے قارئین سے

گزارش

الحمدللہ علم تجوید وقرآءت کے فروغ کے لیے قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) کوشاں ہے ہمارا مقصد معیاری، دیدہ زیب اور اعلیٰ طباعت کی حامل کتب شائقین تک پہنچانا ہے۔ اگر آپ کے شہر یا علاقے میں آپ کو ہماری کتابیں بآسانی دستیاب نہیں ہو پا رہی ہیں تو براہ راست بلاتکلف ہم سے بذریعہ خط یا فون رابطہ کریں۔

ہم آپ کو انشاء اللہ فوری طور پر کتب فراہم کریں گے۔

نوٹ: فہرست کتب صرف چار روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں۔

قرأت اکیڈمی ®

28- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار لاہور

Ph.: 042 - 7122423

0300 - 4785910

عرض محشی

"جمال القرآن کامل" کے نام سے یہ کتاب غالباً پہلی مرتبہ مطبع مجیدی کانپور میں شائع ہوئی۔اس کی کتابت نہایت عمدہ جلی، واضح اور دیدہ زیب تھی جی چاہا کہ ایسے ہی انداز میں کھلے سائز پر اس کی طباعت ہو جائے ساتھ ہی بعض احباب کی فرمائش ہوئی کہ اس پر مختصر حاشیہ بھی ہو جائے تو اچھا ہے کتاب بذات خود سہل اور واضح کر کے لکھی گئی ہے تاہم طلبہ و اساتذہ کی سہولت کے لیے کچھ ضروری اشارات شامل کر دیئے گئے ہیں۔

اساتذہ کرام اس رسالے کو اچھی طرح سمجھا کر یاد کرائیں تو آگے آنے والی کتابوں میں بڑی مدد مل سکتی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ مسائل کا بار بار قرآن میں اجراء کرایا جائے۔ مختلف انداز سے سوالات کیے جائیں۔ تکرار سوالات سے مسائل اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

ابتدا میں حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات شامل کتاب کیے گئے ہیں تاکہ آئندہ نسلیں بزرگوں سے اور ان کے کارناموں سے ناواقف نہ رہیں۔ کتاب میں بعض مسائل بچوں کو ذہن نشین کرانے کے لیے طویل عبارتوں میں آئے ہیں ان کا مختصر سا خلاصہ حواشی میں جابجا دیا گیا ہے تاکہ زبانی یاد کرانے میں آسانی ہو نیز فنی لحاظ سے بعض ضروری مسائل جو تنقیح طلب تھے زیر بحث آئے ہیں آخر میں حفص بن سلیمانؒ صاحب روایت، امام عاصم صاحب قرآءت اور ان کے شیوخ زر بن حبیش اور ابن حبیب سلمی رحمہما اللہ کے حالات و سوانح بھی لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ طلباء فن، ان ائمہ فن سے واقف ہوں۔ جابجا فارسی و عربی میں جو حواشی ہوں گے وہ خود حضرت مؤلفؒ کے لکھے ہوئے ہیں۔

اس رسالہ کو جو مقبولیت حاصل رہی ہے وہ حضرت مؤلفؒ کے کمال خلوص و للٰہیت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو اپنے رضوان و رحمت میں سربلندی عطا فرمائے اور ہمیں بھی اپنی رضا و خوشنودی سے نوازے اور عاقبت بخیر کرے۔

اظہار احمد التھانوی عفی عنہ

حالاتِ حضرت مؤلفؒ

نام ونسب وپیدائش :

نام اشرف علی لقب حکیم الامت' والد ماجد کا نام عبدالحق - والد صاحب کی طرف سے فاروقی النسل اور والدہ صاحبہ کی طرف سے علوی ہیں' قصبہ تھانہ بھون - ضلع مظفر نگر یوپی (ہند) کے ایک رئیس گھرانہ میں ۵ / ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو چہار شنبہ کے دن پیدا ہوئے' تاریخی نام "کرم عظیم" ہے - آپ کی وفات ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں ہوئی - خواجہ عزیزالحسن مجذوب نے تاریخ رحلت پر فرمایا ع

یہ رحلت ہے آج اشرف الاولیاء کی

۱۳۶۲ھ

تعلیم وتربیت :

اولاً قرآن شریف حفظ کیا استاد کا نام حافظ حسین علی تھا - حفظ سے فارغ ہوئے تو تھانہ بھون میں مختلف اساتذہ سے اور زیادہ تر متوسطات تک فارسی اور ابتدائی عربی کتب حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ علیہ سے پڑھیں -

حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی بہت بڑے عالم باعمل متقی وپرہیزگار ہونے کے علاوہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور دارالعلوم دیوبند میں فارغین علماء کی جو سب سے پہلی جماعت تھی ان میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہند کے علاوہ مولانا فتح محمد صاحبؒ بھی تھے -

حضرت حکیم الامتؒ کی عمر ۱۲' ۱۳ سال تھی کہ حضرت مولانا فتح محمد صاحب کی تعلیم وتربیت کا گہرا اثر آپ نے قبول کیا - باجماعت نماز پنجگانہ کا خاص اہتمام فرمانے کے علاوہ پچھلی رات تہجد کو اٹھتے اور نوافل و وظائف پڑھتے تھے -

قریباً ۱۵ سال کی عمر میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا - وہاں فارسی کی اعلیٰ کتابیں مثلاً سکندر نامہ وغیرہ مولانا منفعت علی صاحب دیوبندی سے پڑھیں - دارالعلوم میں ۱۲۹۵ھ میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۱ھ میں

فارغ ہوئے۔ عربی کی متوسطات حضرت شیخ الہند اور دیگر اساتذہ کرام سے پڑھیں اور دورۂ حدیث اور دیگر اعلیٰ کتب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ (صاحبزادہ حضرت مولانا مملوک العلی صاحب اور خلیفہ و مجاز حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ) سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد حضرت چودہ سال تک کانپور میں صدر مدرس رہے۔ اسی زمانہ میں حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے اور خاصے طویل عرصہ تک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی کی خدمت میں بیعت و سلوک کے مراحل طے کیے تجوید و قرآءت کی تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ صَوْلتیہ کے صدر مدرس شیخ عرب و عجم حضرت قاری عبد اللہ صاحب مہاجر مکہ سے استفادہ کیا' مشق و ریاض سے ایسی عمدہ استعداد پائی تھی کہ لب و لہجہ و ادائیگی میں استاذ کے مثیل و مشابہ ہو گئے۔ جب حضرت قاری صاحب مدرسہ صولتیہ کی بالائی منزل میں حضرت کو مشق کراتے تھے تو نیچے منزل میں سننے والے یہ تمیز نہ کر سکتے تھے کہ اس وقت استاد پڑھ رہا ہے یا شاگرد۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور ان کے بعد ابو حنیفہ روزگار حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ سے فن افتاء میں مہارت بہم پہنچائی۔ سلوک میں حضرت حاجی صاحبؒ سے منازل تصوف میں حد کمال کو پہنچے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

تصنیف و افادۂ باطنی :

قیام کانپور کے زمانہ میں تعلیم و تدریس وعظ و تبلیغ افتاء اور افاضہ باطنی میں بے شمار علماء اور عام مسلمان آپ سے مستفید ہوئے۔ چودہ سال قیام کانپور کے بعد ایک خاص داعیہ قلبی کے تحت محض توکلاً علی اللہ وطن تھانہ بھون تشریف لائے اور اپنے شیخ روحانی حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی خانقاہِ امدادیہ میں جانشین ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے بے مثال مقبولیت نصیب فرمائی وعظ و ارشاد بیعت و سلوک اور تصنیف و تالیف کا اس قدر عظیم الشان کام سر انجام دیا ہے کہ اس کام کی وسعت کے پیش نظر تنہا ایک ایک خدمت کے لیے ایک مستقل ادارہ کی ضرورت تھی مگر۔

لیس علی اللہ بمستنکر	اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کچھ بھی مشکل نہیں کہ
ان یجمع العالم فی واحد	ایک عالم کا کام ایک فرد میں جمع کر دے

چنانچہ ہزار سے اوپر تصانیف کی تعداد ہے ہزاروں سے متجاوز آپ کے ہاتھوں پر توبہ اور بیعت کرنے والے ہوئے متحدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ آپ کے وعظ وارشاد سے معمور ہوا- ہزاروں مسلمانوں کو آپ کے فتاویٰ سے دینی وشرعی رہبری نصیب ہوئی اور سینکڑوں علماء ومشائخ آپ کے خلفاء ومجازین بیعت وسلوک ہوئے-

تصانیف :

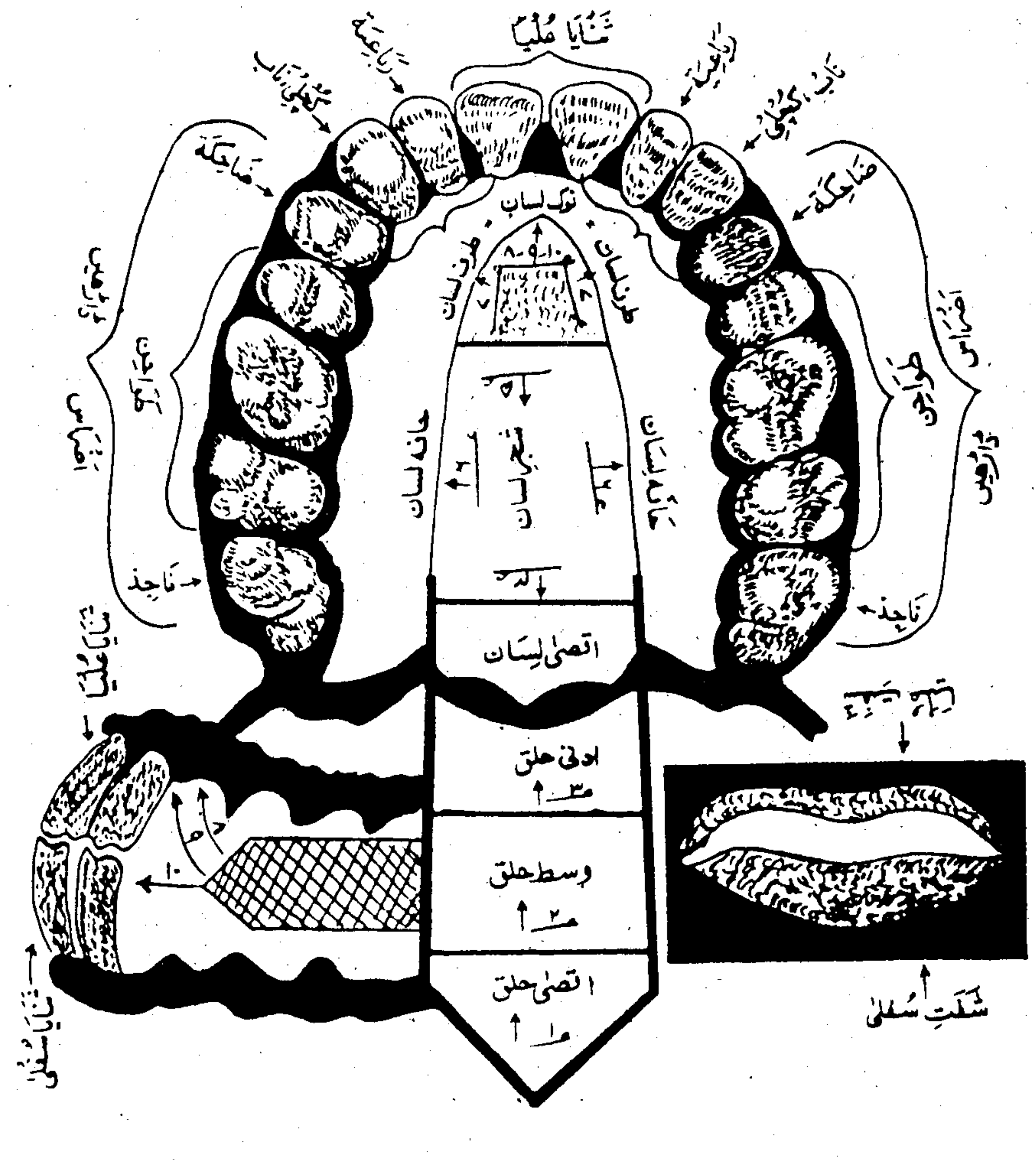
فقہ' تفسیر' حدیث' تصوف' تجوید' عقائد اور مسلمانوں کی رہبری اور راہنمائی میں معاشرتی تمدنی سیاسی اور تجارتی موضوعات پر نہایت محققانہ وگراں مایہ تحقیقات واستنباط پر مشتمل ہیں-

سینکڑوں مواعظ قلم بند ہو ہو کر دور ونزدیک کے تمام مسلمانوں میں پھیلے اور ان کی راہنمائی کا سامان ثابت ہوئے-

حیرت انگیز کارنامہ یہ ہے کہ حضرت نے اپنی تصانیف سے کبھی کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں کیا اجازت عام تھی کہ میری کتابیں جس کا جی چاہے جب چاہے اور جس قدر چاہے چھاپے- حضرت تصانیف کے حقوقِ طباعت کو فروخت کرنا شرعاً ناجائز سمجھتے تھے اس عام اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت کی تصانیف سے سینکڑوں ناشرین کا بھلا ہوا نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم لوگوں نے بھی کتابیں شائع کیں اور لاکھوں روپیہ کمایا اور کما رہے ہیں-

آپ تصوف' تفسیر اور فقہ میں امام الوقت تھے - ارشاد وسلوک میں نہ صرف عوام کی بلکہ علماء کی زبردست راہنمائی فرماتے تھے آپ کے خلفاء میں استاذنا حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کیمبل پوری صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور' حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند' حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور' استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور مشہور مصنف حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندویؒ وغیرہ وغیرہ نہایت ممتاز علماء واکابرین ملت ہوئے ہیں-

نقشہ مخارج


ثنایا عُلیا
رباعیہ
رباعیہ
ناب کچلی
ضاحکہ
ضاحکہ
اضراس
اضراس
طواحن
طواحن
نواجذ
نواجذ
نوک لسان
طرف لسان
طرف لسان
وسط لسان
حافہ لسان
حافہ لسان
اقصیٰ لسان
ادنیٰ حلق
وسط حلق
اقصیٰ حلق
ثنایا عُلیا
ثنایا سُفلیٰ
شفتِ عُلیا
شفتِ سُفلیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ چند اوراق ہیں ضروریات تجوید میں مسمّٰی "جمال القرآن" اور اس کے مضامین کو ملقب بہ لمعات کیا جائے گا مجی مکرمی مولوی حکیم محمد یوسف صاحب مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ کی فرمائش پر کتب معتبرہ سے خصوص رسالہ ہدیۃ الوحید مؤلفہ قاری مولوی عبد الوحید صاحب مدرس اول درجہ قرآءت مدرسہ عالیہ دیوبند سے ملتقط کر کے بہت آسان عبارت میں جس کو مبتدی بھی سمجھ لیں لکھا گیا ہے اور کہیں کہیں قرآءت کے دوسرے رسالوں سے بھی کچھ لکھا گیا ہے وہاں ان رسالوں کا نام لکھ دیا ہے اور کہیں اپنی یادداشت سے کچھ لکھا ہے وہاں کوئی نشان بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی پس جہاں کسی کتاب کا نام نہ ہو وہ یا تو ہدیۃ الوحید کا مضمون ہے اگر اس میں موجود ہو ورنہ احقر کا مضمون ہے۔ وباللّٰہِ التوفیق وھو خیر عون و خیر رفیق

کتبہ' اشرف علی تھانوی ادہمی حنفی چشتی عفی عنہ

مشورۂ مفیدہ: اول اس رسالہ کو خوب سمجھا کر پڑھائیں اور ہر شے کی تعریف و مخارج و صفات وغیرہ خوب یاد کرائیں اس کے بعد رسالہ تجوید القرآن نظم حفظ کرا دیا جائے اور اگر فرصت کم ہو تو رسالہ حق القرآن یاد کرا دیا جائے۔ (دونوں رسائل مطبوع ہیں اور قرآءت اکیڈمی سے دستیاب ہیں)

فقط کتبہ' اشرف علی عفی عنہ

پہلا لمعہ

تجوید[1] کہتے ہیں ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا اور اس علم کی حقیقت اسی قدر ہے[2] اور مخارج اور صفات آگے آئیں گے۔ چوتھے اور پانچویں لمعہ میں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط ---

۱ عربی میں تجوید کے معنی عمدہ اور حسین کام کرنا۔ اور اصطلاحی مفہوم حضرت مؤلف نے بیان فرمایا ہے۔

۲ کہنے میں یہ بات تو مختصر سی معلوم ہوتی ہے مگر عامل ہونے میں بڑی محنت کی ضرورت ہوتی ہے اور ماہر اساتذہ سے جس قدر استفادہ کیا جائے بہتر ہوتا ہے۔ دیگر یہ کہ فن کی تعریف میں دو باتیں داخل ہیں ایک حروف کو مخارج سے نکالنا دوسرے ان کی تمام صفات ادا کرنا۔ معلوم ہوا کہ وقف کا باب قواعد فنِ تجوید سے علیحدہ دوسرا فن ہے مگر تجوید سے اس کا گہرا تعلق ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خوش آوازی سے پڑھنا' فن تجوید سے ایک زائد اور خارج امر ہے۔

دوسرا لمعہ

تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن کہلاتا ہے اور یہ دو قسم پر ہے ایک یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا جائے جیسے اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْهَمْدُ پڑھ دیا یاث کی جگہ س پڑھ دیا ۔ یا حؔ کی جگہ ہؔ پڑھ دی یا ذؔ کی جگہ زؔ پڑھ دی یا صؔ کی جگہ سؔ پڑھ دیا یا ضؔ کی جگہ دال یا ظؔ پڑھ دی یا ظؔ کی جگہ زؔ پڑھ دی یا عؔ کی جگہ ہمزہ پڑھ دیا اور ایسی غلطیوں میں اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ بھی مبتلا ہیں' یا کسی حرف کو بڑھا دیا جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں دال کے پیش کو اور ہ کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا اَلْحَمْدُوْ لِلّٰهِیْ یا کسی حرف کو گھٹا دیا جیسے لَمْ يُوْلَدْ میں واؤ کو ظاہر نہ کیا اس طرح پڑھا لَمْ يُلَدْ یا زبر زیر پیش جزم میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا جیسے اِيَّاكَ کے کاف کو زیر پڑھ دیا یا اِهْدِنَا میں ہؔ سے پہلے اس طرح زبر پڑھ دیا اَهْدِنَا یا اَنْعَمْتَ کی میم پر اس طرح حرکت پڑھ دی اَنْعَمَتَ یا اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا ان غلطیوں ۔۱ کو لحن جلی کہتے ہیں اور یہ حرام ہے (حقیقۃ التجوید) اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ ۔۲ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے ۔ اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی لیکن حرفوں کے حسین ہونے کے جو قاعدے ۔۳ مقرر ہیں ان کے خلاف پڑھا جیسے رؔ پر جب زبر یا پیش ہوتا ہے اس کو پُر یعنی منہ بھر کر پڑھا جاتا ہے جیسے اَلصِّرَاطَ کی راء جیسا کہ آٹھویں لمعہ میں آئے گا ۔ مگر اس نے باریک پڑھ دیا اس کو لحن خفی کہتے ہیں یہ غلطی پہلی غلطی سے ہلکی ہے یعنی مکروہ ہے (حقیقۃ التجوید) لیکن بچنا اس سے بھی ضروری ہے ۔

۔۱ حاصل یہ کہ لحن جلی کی چار صورتیں ہیں ۔ (۱) تبدیل حرف بہ حرف (۲) حرکات کو بڑھا کر پڑھنا (۳) حروف مدہ کو گرا کر پڑھنا ۔ (۴) حرکات و سکنات میں غلطی کرنا ۔

ایک حرف کا دوسرے حرف سے بدلنا کبھی مخرج بدلنے سے ہوتا ہے جیسے حا کی جگہ ھا یا خا پڑھنا اور کبھی صفاتِ لازمہ ممیزہ میں تبدیلی کی وجہ سے جیسے ص کا س سے بدل جانا ۔ لحن جلی کی دوسری اور تیسری صورتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اضافہ اور کمی دونوں لحن جلی ہیں ۔ اسی میں داخل ہوگا کسی مشدد کو مخفف پڑھنا کہ یہ کمی ہے یا کسی مخفف کو مشدد پڑھنا کہ یہ اضافہ ہے ۔

۔۲ "معنی بگڑ کر" پر غور کرنے سے واضح ہو سکتا ہے کہ صرف حرف کی تبدیلی سے نماز میں بگاڑ نہیں آتا گو گناہ ہوتا ہے ۔ نماز میں فساد اس وقت ہوتا ہے جب لحن جلی کی وجہ سے قرآن کے معنی میں بگاڑ آ جائے ۔ حضرت مؤلفؒ نے ایسا جامع لفظ تحریر فرما دیا ہے کہ فقہی مسائل و جزئیات کے بہت سے سوالات کا حل سمجھ میں آ سکتا ہے ۔

۔۳ ایسے قواعد سے مراد صفات عارضہ ہیں جن کا بیان آگے آئے گا ۔

تیسرا لمعہ

قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا ضروری ہے ؂۱ اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سورت سے شروع کرے تو بسم اللہ ضروری ہے اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت بیچ میں شروع ہو گئی تب بھی بسم اللہ ضروری ؂۲ ہے مگر اس دوسری صورت میں سورۂ براءت کے شروع میں نہ پڑھے اور بعض عالموں نے کہا ہے کہ پہلی ؂۳ صورت میں بھی سورۂ براءۃ پر بسم اللہ نہ پڑھے ؂۴ اور اگر کسی سورت کے بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے ضروری نہیں لیکن اَعُوْذُ اس حالت میں بھی ضروری ہے۔

چوتھا لمعہ

جن موقعوں سے حروف ادا ہوتے ہیں ان کو مخارج کہتے ہیں اور یہ مخارج سترہ ہیں۔

مخرج (۱) جوف دہن یعنی منہ کے اندر کا خلا اس سے یہ حروف نکلتے ہیں واؤ جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر پیش ہو جیسے اَلْمَغْضُوْبِ یا جب کہ ساکن ہو اس سے پہلے زیر ہو جیسے نَسْتَعِیْنُ الف جب کہ ساکن بے جھٹکے ہو اور اس سے پہلے زبر ہو جیسے صِرَاطَ اور ساکن بے جھٹکے اس لیے کہا کہ زبر زیر پیش والا اور اسی طرح ساکن

؂۱ ضروری، عرف وعادت قراء کرام یا آداب قرآنی کے لحاظ سے ہے شرعاً نہیں ہے۔ شرعاً مستحب ہے۔

؂۲ آسانی کے لیے اس طرح یاد کیجئے کہ ابتداء کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) ابتداء تلاوت و ابتداء سورت (۲) ابتداء تلاوت درمیان سورت (۳) ابتداء سورت درمیان تلاوت۔ تینوں کا حکم یہ ہے کہ اول میں اعوذ اور بسم اللہ دونوں ضروری ہیں دوسری میں اعوذ ضروری اور بسم اللہ میں اختیار ہے اور تیسری میں صرف بسم اللہ پڑھی جائے گی۔

؂۳ یعنی ابتداء تلاوت از ابتداء براءت میں

؂۴ بہتر یہ تھا کہ حضرت مؤلفؒ اس بات کو یوں ارشاد فرماتے کہ: "بعض عالموں نے کہا ہے کہ پہلی صورت میں سورۂ براءت پر بھی بسم اللہ پڑھے"۔

لیکن اس قول کے نقل کرنے میں بھی چنداں فائدہ نہیں کیونکہ جمہور قراء علماء کا یہی عمل ہے کہ ابتداء براءت میں کسی حال میں بھی بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔ جمہور کے مقابلہ میں بعض علماء کا یہ قول شاذ کے حکم میں ہے جو معمول بہ نہیں۔

جھٹکے والا ہمزہ ہوتا ہے[1] اگرچہ عام لوگ اس کو بھی الف کہتے ہیں جیسے اَلْحَمْدُ کے شروع میں جو الف ہے یا بَأْسٌ کے بیچ میں جو الف ہے یہ واقع میں ہمزہ ہے اور اس تمام کتاب میں ایسے دونوں الفوں کو ہمزہ ہی کہا جائے گا یاد رکھنا-اور جس الف اور جس واؤ اور جس یاء کا ابھی اوپر ذکر ہوا ہے ان کو حروف مدہ اور حروف ہوائیہ بھی کہتے ہیں پہلا نام اس لیے ہے کہ ان پر کبھی مد بھی ہوتا ہے-گیارہویں لمعہ کے بیان میں اس کا پورا حال معلوم ہوگا اور دوسرا نام اس لیے ہے کہ یہ حروف ہوا پر تمام ہوتے ہیں اور جس واؤ ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو واؤ لین کہتے ہیں جیسے مِنْ خَوْفٍ اور جس یاء ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو یاء لین کہتے ہیں جیسے وَالصَّيْفِ پس واؤ لین اور واؤ متحرک کا مخرج آگے سولھویں مخرج کے بیان میں آئے گا-

اور یاء لین اور یاء متحرک کا مخرج آگے ساتویں مخرج کے[2] بیان میں آئے گا-

مخرج (۲): اقصیٰ حلق یعنی حلق کا پچھلا حصہ سینہ کی طرف والا-اس سے یہ حروف نکلتے ہیں ہمزہ اور-ہ-

مخرج (۳): وسط حلق یعنی حلق کا درمیان والا حصہ اس سے یہ حروف نکلتے ہیں ع اور ح بے نقطہ والے-

مخرج (۴): ادنیٰ حلق یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف والا ہے اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں غ اور خ نقطہ والے اور ان چھ حرفوں کو حروفِ حلقی کہتے ہیں-

مخرج (۵): لہات[3] یعنی کوے کے متصل زبان کی جڑ جب کہ اوپر کے تالو سے ٹکر کھائے اس سے ق ادا ہوتا ہے-

---

[1] حاصل یہ کہ اَ اِ اُ اسی طرح بَأْ بِئْ بُؤْ متحرک اور ساکن دونوں ہمزہ ہیں اگرچہ لکھنے میں واؤ، الف اور یاء کی سی شکل پر ہیں لیکن مخارج کا مدار لکھائی پر نہیں بلکہ حرف کی آواز پر ہے-فرق یہ ہوا کہ ہمزہ جھٹکے سے ادا ہوتا ہے خواہ ساکن ہو یا متحرک، اور الف ہمیشہ نرمی سے ادا ہوتا ہے اور ہمیشہ ساکن ما قبل مفتوح ہوتا ہے با تا ثا جا حا خا الی اخرہ میں الف ہے-لکھائی سے بھی فرق ہو سکتا ہے کہ الف پر سکون بنا ہوا نہیں ہوتا اور ہمزہ اگر ساکن ہو تو اس پر سکون اور اگر متحرک ہو تو اس پر زبر زیر پیش لکھا ہوا ہوتا ہے-[2] واؤ اور یاء کی تین تین حالتیں ہوئیں متحرک وَ وِ وُ، یَ یِ یُ لین یعنی ساکن ما قبل مفتوح جیسے اَوْ بَوْ تَوْ ثَوْ یَوْ وغیرہ اور اَیْ بَیْ تَیْ ثَیْ غَیْ وغیرہ اور واؤ مدہ یعنی واؤ ساکن ما قبل مضموم جیسے اُوْ بُوْ تُوْ ثُوْ وغیرہ اور یاء ساکن ما قبل مکسور جیسے اِیْ بِیْ تِیْ ثِیْ جِیْ وغیرہ-واؤ اور یاء کی تین تین حالتیں ہوئیں مگر ہر ایک کے مخرج دو دو ہی ہیں مدہ ہونے کی حالت میں مخرج جوف دہن بتایا گیا ہے متحرک اور لین ہونے کی حالت میں دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ایک ایک مخرج آگے بیان میں آتا ہے-[3] لہات لام کے زبر کے ساتھ-یہ وہ نرم سا بغیر ہڈی کے گوشت ہے-جو ہڈی دار تالو کے آخر میں زبان کی جڑ پر لٹکا ہوا ہے اردو میں اسی کو کوا کہتے ہیں-

مخرج (٦) : ق کے مخرج کے متصل ہی منہ کی جانب ذرا نیچے ۱ ہٹ کر اور اس سے ك ادا ہوتا ہے اور ان دونوں حروف کو لہاتیہ کہتے ہیں-

مخرج (٧) : وسط زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے اور اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں ج ش ی جب کہ مدہ نہ ہو یعنی یائے متحرک اور یائے لین اور مدہ اور لین کے معنی مخرج (١) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں اور ان کو حروف شجریہ ۲ کہتے ہیں-۳ (ف) آگے جو مخارج آتے ہیں ان میں بعض دانتوں کے نام عربی میں آئیں گے اس لیے پہلے ان کے معنی بتلائے دیتا ہوں ان کو خوب یاد کر لیں تاکہ آگے سمجھنے میں دقت نہ ہو-

جاننا چاہیے کہ بتیس دانتوں میں سے سامنے کے چار دانتوں کو ثنایا کہتے ہیں دو اوپر والوں کو ثنایا عُلیا اور دو نیچے والوں کو ثنایا سُفلیٰ کہتے ہیں اور ان ثَنَایَا کے پہلو میں چار دانت جو ان سے ملے ہوئے ہیں ان کو رَبَاعیات ۴ اور قَوَاطِع بھی کہتے ہیں- پھر ان رَبَاعیات سے ملے ہوئے چار دانت نوکدار ہیں ان کو اَنْیَاب اور کَوَاسِر کہتے ہیں پھر ان اَنْیَاب کے پاس چار دانت ہوتے ہیں ان کو ضَوَاحِک کہتے ہیں پھر ان ضَوَاحِک کے پہلو میں بارہ دانت اور ہیں یعنی تین اوپر داہنی طرف اور تین اوپر بائیں طرف اور تین نیچے داہنی طرف اور تین نیچے بائیں طرف ان کو طَوَاحِن کہتے ہیں پھر ان طَوَاحِن کے بغل میں بالکل اخیر میں ہر جانب ایک ایک دانت اور ہوتا ہے جن کو نَوَاجِذ کہتے ہیں اور ان سب ضَوَاحِک، طَوَاحِن اور نَوَاجِذ کو اَضْرَاس ۵ کہتے ہیں- جن کو اردو میں ڈاڑھ کہتے ہیں- یاد کی آسانی کے لیے کسی نے ان سب ناموں ۶ کو نظم کر دیا ہے اور وہ نظم یہ ہے :

---

۱ ق اور ك کا مخرج اس طرح یاد کر لیں- زبان کی جڑ اور اوپر کا تالو اس سے قاف ادا ہوتا ہے اور قاف کے مخرج سے ذرا ہٹ کر منہ کی طرف، زبان کی جڑ اور اوپر کے تالو سے کاف ادا ہوتا ہے- ۲ شجریہ- شین کے زبر اور جیم کے سکون سے بولنا چاہیے- وسط زبان اور تالو کے درمیان کشادہ حصہ کو عربی میں شجر کہتے ہیں اردو میں اس کے ہم معنی کوئی لفظ نہیں- ۳ لخروجها من شجر الفم بسكون الجيم وهو منفتح مابين اللحيين- حقيقة التجويد- منه ۴ رباعیات : راء کے زبر کے ساتھ بولنا چاہیے پیش کے ساتھ بولنا صحیح نہیں-
۵ اضراس : ہمزہ پر زبر ہے اور ضاد ساکن ہے، ضِرس (بکسر ضاد) بمعنی ڈاڑھ کی جمع ہے- ۶ بتیس دانتوں کے کل چھ نام ہوئے- ثنایا، رَباعیات، انیاب، ضواحک، طواحن، نواجذ، ان میں سے سوائے طواحن کے سب چار چار ہیں اور طواحن بارہ ہیں- پہلے تین نام دانتوں کے اور باقی تین ڈاڑھوں کے ہیں-

ہے تعداد دانتوں کی کل تیس اور دو ۔۔۔ ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو
ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس ۔۔۔ کہ کہتے ہیں قراء اَضْرَاس انہیں کو
ضَوَاحِک ہیں چار اور طَوَاحِن ہیں بارہ ۔۔۔ نَوَاجِذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

مخرج (۸) : ض کا ہے اور وہ حافہ [1] السان یعنی زبان کی کروٹ داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے جب کہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھوں کی جڑ سے لگائیں اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے مگر بہت مشکل ہے اور اس حرف کو حافیہ کہتے ہیں اور اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں اس لیے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے۔ اس حرف کو دال پر یا باریک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالص ظاء پڑھنا بھی غلط ہے البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ [2] مشابہ ہوتی ہے دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی۔ علم تجوید اور قرآءت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔

---

[1] حافہ لسان : زبان کے خاص اس کنارے کو کہتے ہیں جو زبان کی دائیں یا بائیں طرف گالوں کے اندر ہوتا ہے، حضرتِ مؤلفؒ نے اسی کو زبان کی کروٹ سے تعبیر کیا ہے اور زبان کا جو سامنے والا کنارا ہے جو سامنے والے دانتوں سے لگتا ہے وہ طرف لسان یعنی زبان کا کنارا کہلاتا ہے۔ ضاد کے مخرج میں اس طرف لسان کو کوئی دخل نہیں ہے لیکن چونکہ عملاً زبان کے اس کنارے کو تالو پر لگانا بمقابلہ حافہ لسان کو ڈاڑھوں پر لگانے کے آسان ہے۔ اس لیے عموماً لوگ طرفِ لسان اور تالو ہی سے ضاد کو ادا کر لیتے ہیں۔ پھر بدقسمتی سے اس حرف ضاد کی صحیح ادا میں کوشش کی بجائے اس کی مختلف مزعومہ آوازوں کو یاروں نے اپنی جماعت کا شعار (علامۃ القوم) بنالیا ہے۔ کوئی خالص دال کوئی دالِ مفخم اور کوئی زاء تو کوئی ظاء پڑھ کر اپنی اور اپنی جماعت کی فتح مبین قرار دیتا ہے۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ بعض علاقوں کے لوگ ضاد کی جگہ لام بھی پڑھتے ہیں۔ اور اب تو کہیں ڈال بھی سنتے ہیں اور کہیں غین اور دال کا مرکب پڑھا جاتا ہے یعنی وَلَا غْدَالِیْن غرض گمراہی کے بہت راستے ہیں لیکن حق ایک ہی ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ آدمی تعصب سے ہٹ کر مشاق قاری سے اس حرف کی خوب مشق کرے اور اپنی فہم یا تحقیق پر ہرگز اعتماد نہ کرے۔ [2] حافہ لسان اور ڈاڑھیں ضاد کا مخرج ہیں رخاوت یعنی نرمی سے ادا ہونا چاہیے دال کی طرح شدت یعنی سختی نہ ہو مشدد یا ساکن ہونے کی حالت میں اس بات کا صاف پتہ لگ سکتا ہے کہ نرمی سے ادائیگی ہوئی یا سختی سے نرم ادائیگی کی پہچان یہ ہے کہ آواز جاری ہوگی اور یہی صحیح ہے۔ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

مخرج (۹) : لام کا ہے کہ زبان کا کنارہ مع کچھ ؎۱ حصہ حافہ جب ثنایا اور رباعی اور ناب اور ضاحک کے مسوڑھوں سے کسی قدر مائل تالو کی طرف ہو کر ٹکر کھائے خواہ داہنی طرف سے یا بائیں طرف سے اور داہنی طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے-

مخرج (۱۰) : نون کا ہے اور وہ بھی زبان کا کنارہ ہے مگر لام کے مخرج سے کم ہو کر یعنی ضاحک کو اس میں دخل نہیں-

مخرج (۱۱) : راء کا ہے اور وہ نون کے مخرج کے قریب ہے مگر اس میں پشت زبان کو بھی دخل ہے ان تینوں حرفوں کو یعنی لام اور نون اور راء کو طرفیہ اور ؎۲ ذلقیہ ؎۳ بھی کہتے ہیں-

---

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور ایسی سخت ادائیگی کہ دال کی طرح آواز بند ہو جائے غلط ہے- لیکن ضاد کو ظاء کے مخرج سے ہرگز ادا نہ کیا جائے ورنہ تبدیل حرف بحرف ہو کر لحن جلی ہو جائے گی' جیسا کہ دال وغیرہ پڑھنا بھی لحن جلی ہے مزید کچھ وضاحت صفت استطالت کے ذیل میں آتی ہے-

؎۱ اسی کو اصطلاح میں ادنیٰ حافہ بھی کہتے ہیں- ہمارے خیال میں حافہ صرف وہ حصہ ہے جو اضراس سے لگے- گو بعض مصنفین نے توسعاً یا مجاز لغوی کے طور پر حافہ کے مفہوم میں دائیں بائیں زبان کی پوری کروٹ والے حصہ کو حافہ کہا ہے- مگر مصنف جمال القرآن وغیرہ کے بیان میں غور کرنا چاہیے- (الف) ض کے مخرج میں فرمایا کہ وہ حافہ لسان اور اضراس علیا ہے- (ب) صفتِ استطالت میں فرماتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں شروع مخرج سے آخر تک یعنی حافہ زبان کے شروع سے حافہ زبان کے آخر تک آواز کو امتداد رہتا ہے- (ج) حافہ زبان کا آخر وہ حصہ ہوا جو آخری ڈاڑھ یعنی ضاحک سے لگے- کیونکہ اضراس ضاحک پر ختم ہو جاتی ہے لہذا حافہ بھی ضاحک کے مقابل تک ختم ہو جانا چاہیے ورنہ صفت استطالت کی تعریف میں شروع مخرج سے آخر تک کا مطلب یہ بتلانا کہ حافہ زبان کے شروع سے حافہ زبان کے آخر تک"- بے معنی بات ہو جائے گی- اور جب یہ طے ہو گیا کہ حافہ صرف اضراس کے مقابل کا نام ہے تو لامحالہ ثنایا' رباعی' انیاب کا مقابل طرف لسان یعنی زبان کا کنارہ ہو جاتا ہے- (نوٹ) واضح ہو کہ علامہ جزری کا کلام ع وَاللَّامُ اَدْنَاهَا لِمُنْتَهَاهَا میں اَدْنَاهَا کی ضمیر کا مرجع حافہ اور مُنْتَهَاهَا کی ضمیر کا مرجع لسان ہے- (وَاللِّسَان تُذَكَّرُ وَ تُؤَنَّثُ) علامہ شاطبی فرماتے ہیں :ع وَحَرْفٌ بِاَدْنَاهَا اِلٰی مُنْتَهَاهُ یعنی ایک حرف (لام) ادنیٰ حافہ سے منتہائے لسان تک ہے- حافہ کا وہ حصہ جو کل اضراس کے مقابل ہے اگر اقصیٰ حافہ ہے تو ضاحک کے مقابل حافہ کا نام ادنیٰ حافہ کیوں ہے ؟ کیا ضاحک اضراس میں داخل نہیں ؟ اور اگر رباعی انیاب کے مقابل، کنارۂ زبان' ادنیٰ حافہ ہے تو پھر نون کا مخرج اگر اس طرح کہا جائے تو کیا حرج کی بات ہے کہ "نوک زبان اور ادنیٰ حافہ" حالانکہ فن کی کسی بھی کتاب میں نون کا مخرج ادنیٰ حافہ نہیں کہا گیا ہے بلکہ تمام کتابوں میں طرفِ لسان ہی ہے- ؎۲ لخروجها من ذلق اللسان (بفتحتین طرف زبان- م) ای طرفہ حقیقۃ التجوید منہ"- ؎۳ ذلق بفتحتین طرف زبان ہی کو کہا جاتا ہے-

مخرج (۱۲) : طاؔء اور داؔل اور تاؔء کا ہے یعنی زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ اور ان تینوں حرفوں کو نِطعیہ ۔۱ کہتے ۔۲ ہیں-

مخرج (۱۳) ظاؔء اور ذاؔل اور ثاء کا ہے اور وہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا ہے اور ان تینوں حرفوں کو لثویہ ۔۳ کہتے ہیں-

مخرج (۱۴) : صاد اور زاء اور سین کا ہے اور یہ زبان کا سر الور ثنایا سفلی کا کنارا مع کچھ ۔۴ اتصال ثنایا علیا کے ہے اور ان کو حروف صفیر کہتے ہیں-

مخرج (۱۵) : فاء کا ہے اور یہ نیچے کے ہونٹ کا شکم ۔۵ اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے-

مخرج (۱۶) : دونوں ہونٹ ہیں اور ان سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں باء اور میم اور واؤ جبکہ مدہ نہ ہو، یعنی واؤ متحرک اور واؤ لین ۔۶ اور مدہ اور لین کے معنی مخرج (۱) کے ذیل میں بیان کئے گئے ہیں مگر ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ باء ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے اور اس لیے اس کو بحری کہتے ہیں اور میم ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے اور اس لیے اس کو بری کہتے ہیں اور واؤ دونوں ہونٹوں کے ناتمام ۔۷ ملنے سے نکلتا ہے اور فاء کو اور ان تینوں حرفوں کو شفویہ کہتے ہیں-

مخرج (۱۷) : خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ۔۸ ہے اس سے غنہ ۔۹ نکلتا ہے غنہ کا بیان آگے نویں دسویں لمعہ میں نون اور میم کے قاعدوں میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا-اور جاننا چاہیے کہ ہر حرف کا مخرج معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس حرف کو ساکن کر کے اس سے پہلے ہمزہ متحرک لے آئے جس جگہ آواز ختم ہو وہی اس کا مخرج ہے-

---

۔۱ نِطَع بکسر نون و فتح طاء تالو کی سلوٹوں یا شکنوں کو کہتے ہیں-اردو میں اس کے ہم معنی کوئی لفظ نہیں بہر حال قرب کی وجہ سے ان حرفوں کو نطعیہ کہا گیا- ۔۲ لخروجها من نطع الغار من الحنك الاعلى اى سقفه- حقیقۃ التجوید و درۃ الفرید منہ"- ۔۳ لِثہ بکسر لام و فتح ثاء بمعنی مسوڑھے، قرب کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے- ۔۴ یعنی ثنایا علیا اور ثنایا سفلی کے کناروں کا اتصال ہوتا ہے اور اسی سے صفیر یعنی سیٹی پیدا ہوتی ہے- ۔۵ یعنی نیچے کے ہونٹ کا باطن جو ہونٹوں کے بند ہونے کے وقت اندر چھپ جاتا ہے- ۔۶ واؤ کی تین حالتیں اور دو مخرج ہوئے اُوْ کی واؤ مدہ ہے اس کا مخرج جوفِ دہن ہے اور اَوْ کی واؤ لین ہے اسی طرح وَ وِ وُ واؤ متحرک ہے اور واؤ لین اور واؤ متحرک دونوں کا مخرج یہاں بیان ہوا ہے- ۔۷ مختصر بات اس طرح یاد کر لی جائے تو اچھا ہے کہ واؤ لین اور متحرک کا مخرج انضمام شفتین اور باء میم کا مخرج اطباقِ شفتین ہے- ۔۸ یعنی ناک کی جڑ میں ہڈی والا حصہ- ۔۹ غنہ خیشوم سے نکلنے والی گنگنی آواز کو کہتے ہیں، یہ کوئی حرف نہیں بلکہ نون میم میں پائی جانے والی حالت کا نام ہے-مگر یہ ایک ایسی حالت ہے کہ اس میں حرف کی سی مستقل شان پائی جاتی ہے-کسی حرف کے بغیر اگر ناک سے خالی گنگناہٹ کی آواز پیدا کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں-اس لیے اس آواز کے مخرج کو مخارج میں مستقل طور پر بیان کیا جاتا ہے- تاہم یہ حقیقت ہے کہ پائے جانے میں نہ گنگناہٹ کا مستقل کوئی وجود ہے اور نہ یہ حالت نون و میم کے سوا کسی حرف میں پائی جاتی ہے-

پانچواں لمعہ

جن کیفیتوں سے حروف ادا ہوتے ہیں ان کیفیتوں کو صفات [1] کہتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف [2] ہی نہ رہے گا ایسی صفت کو ذاتیہ اور لازمہ [3] اور ممیزہ اور مقومہ کہتے ہیں اور ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو حرف تو وہی رہے مگر اس کا حسن و زینت [4] نہ رہے اور ایسی صفت کو محسنہ مزینہ محلیہ عارضیہ [5] کہتے [6] ہیں- پہلی قسم کی صفات سترہ ہیں-

(۱) ہمس : اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مہموسہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی [7] ہو اور ایسے حرف دس ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَتَ- [8]

(۲) جہر : اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مجہورہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی [9] ہو اور مہموسہ کے سوا باقی سب حروف مجہورہ ہیں اور جہر و ہمس دونوں صفتیں ایک دوسرے کے مقابل ہیں-

---

[1] یعنی مخرج سے پیدا ہوتے وقت حرف کی آواز میں جو کیفیت یا حالت ہونی چاہیے اس کو صفت کہا جاتا ہے- [2] صفت لازمہ کی تعریف- وہ صفت جو حرف میں ہمیشہ پائی جائے اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو حرف حرف نہ رہے یا ناقص ادا ہو- [3] زیادہ تر صفتِ لازمہ ہی بولتے ہیں- [4] صفتِ عارضہ کی تعریف- وہ صفت جو حرف میں کبھی ہو کبھی نہ ہو- اگر وہ نہ پائی جائے تو حرف تو وہی رہے مگر اس کا حسن و زینت نہ رہے- [5] زیادہ تر صفت عارضہ ہی بولتے ہیں- [6] وجه التسمية به ان هذه الصفات فى الحروف تكون لخصوص المحل دون محل اخر منهٗ [7] صفت ہمس کی اصل تعریف بس اسی قدر ہے کہ مخرج میں آواز ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز میں پستی ہو- یہ مفہوم لغت کی مدد سے خود لفظ ہمس سے سمجھا جا سکتا ہے- اور "سانس جاری رہ سکنا- "تعریف میں داخل نہ سمجھنا چاہیے بلکہ علامت ہے کہ مہموسہ حرف کو ساکن ادا کریں مثلاً اَثْ تو پست آواز کے ساتھ سانس کی ہوا نکلتی ہے- کیونکہ سانس کچھ آواز بنتا ہے اور کچھ اپنی تنفّسی حالت پر قائم رہتا ہے- [8] ترجمہ اش این است پست ترغیب داد اور اشخصیکہ ساکت شد- منہٗ [9] جہر کے معنی بلند آواز کے ہیں- تعریف صرف اس قدر ہے کہ مخرج میں آواز ایسی قوت سے ٹھہرے کہ آواز میں بلندی ہو اور "سانس جاری رہنا بند ہو جائے" تعریف سے خارج ہے جو محض علامت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مجہورہ حرف کو ساکن ادا کریں مثلاً اِذْ تو اس میں تمام آواز بلند ہو گی کیونکہ تمام سانس آواز بن جاتا ہے-

(۳) شدت : جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو شدیدہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کے آواز بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی سختی ۱ ہو اور ایسے حرف آٹھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے : اَجِدُكَ قُطَبْتَ ۲

(۴) رخوت ۳ : اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو رخوہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری ۴ رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو اور شدیدہ اور متوسطہ کے سوا باقی سب حروف رخوہ ہیں اور متوسطہ کا بیان ابھی آتا ہے اور ہمس اور جہر کی طرح شدت اور رخوت بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور ان دونوں صفتوں کے درمیان ایک صفت اور ہے۔

توسط : اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو متوسطہ اور بینیہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ آواز اس میں نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری طرح جاری ۵ ہو۔ (حقیقۃ التجوید) اور ایسے حرف پانچ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے لِنْ عُمَرُ ۶ اور اس توسط کو الگ صفت نہیں گنا جاتا کیونکہ اس میں کچھ شدت کچھ رخوت ہے پس یہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی۔

اور اس مقام پر ایک شبہ ہے وہ یہ کہ حرف تاء اور کاف کو مہموسہ میں سے بھی شمار کیا ہے حالانکہ ان میں آواز بند ہو جاتی ہے۔اور اسی واسطے ان کو شدیدہ میں شمار کیا

---

۱ شدت کے معنی سختی اور مضبوطی کے ہیں یعنی مخرج میں ایسی سختی کے ساتھ آواز ٹھہرے کہ اگر ساکن حالت میں حرف کی آواز کو جاری رکھنا چاہیں تو یہ ممکن نہ ہو۔ پس اصل تعریف یہ ہوئی کہ حرف مضبوطی اور سختی کے ساتھ ادا ہو اور ساکن حالت میں آواز کا بند ہونا یہ اس کی پہچان ہوئی مثلاً اَقْ ۲ (ترجمہ) اش این است می یابم ترا کہ ترش روئی۔ منہ"

۳ رخوت بکسر راء نرم ہونا۔ ومنہ قَوْلُہٗ تَعَالٰی تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ رُخَآءً"

۴ گویا تعریف یہ ہوئی کہ مخرج میں آواز ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز میں نرمی ہو اور نرمی کی پہچان یہ ہے کہ حالت سکون میں حرف رخوہ کی آواز کو جاری رکھ سکتے ہیں مثلاً اَسْ۔

۵ یعنی نہ شدیدہ کی طرح سختی ہو اور نہ رخوہ کی طرح نرمی ہو بلکہ دونوں کے درمیانی حالت ہو گویا شدت ناقصہ اور رخاوت ناقصہ پائی گئی۔

۶ (ترجمہ) اش این است نرم شوائے عمر۔ منہ"

گیا ١؎ ہے -اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حروف میں ہمس ضعیف ہے اور شدت قوی ہے سو شدت ٢؎ کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہو جاتی ہے لیکن کسی قدر ہمس ہونے سے بعد ٣؎ بند ہونے کے کچھ تھوڑا سانس بھی جاری ہوتا ہے مگر اس سانس کے جاری ہونے میں یہ احتیاط رکھنی چاہیے کہ آواز ٤؎ جاری نہ ہو کیونکہ اگر آواز جاری کی جائے گی تو کاف و تاء شدیدہ نہ رہیں گے بلکہ رخوہ ہو جائیں گے اور دوسرے اس میں ھاء کی آواز پیدا ہو کر غلط ہو جائے گا-

(۵) استعلاء : اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مستعلیہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت ہمیشہ جڑ زبان کی اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف موٹے ہو جاتے ہیں اور ایسے حروف سات ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ .

١؎ یہ اعتراض اس مفروضہ پر کیا جارہا ہے کہ آواز اور سانس ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں -کافؔ و تاؔء میں شدت کی وجہ سے آواز بند ہوتی ہے تو ہمس کی وجہ سے سانس کیوں جاری رہے گا- سانس بھی بند ہونا چاہیے اور اس طرح یہ دونوں حرف مجہورہ میں شمار ہونے چاہیں نہ کہ مہموسہ میں جیسا کہ کاف و تاء کے علاوہ باقی چھ حروف شدیدہ بھی مجہورہ ہی ہیں- یہ اعتراض کی توضیح ہوئی-

٢؎ فی جهد المقل واما الشديد المهموس حرفان الكاف والتاء فيشد صوتهما بالكلية بل نفسها ايضاً لان حقيقة الصوت هى النفس ثم ينفتح مخرجاهما و يجرى فيهما نفس كثير مع صوت ضعيف ليحصل الهمس وفيه الشدة فى ان والهمس فى زمان اخر- وزاد فى حقيقة التجويد فالهمس فى زمان بعد ان اه وفيهما وهذا باب يتحير فيه الالباب اه منہ-

٣؎ کاف و تاء میں سکون کے وقت آواز بند ہوتی ہے اس طرح کہ کافؔ میں زبان کی جڑ تالو پر مضبوطی سے لگتی ہے اور تاء میں نوک زبان ثنایا علیا کی جڑ پر مضبوطی سے لگتی ہے اور آواز بند ہو کر جب جڑیا نوک علیحدہ ہوں گی تو سانس معمولی سا خود جاری ہو جائے گا اور یہی ہمسؔ ہے- یہ تحقیقی جواب ہے- اور اسی اعتراض کا دوسرا معی جواب اس طرح ہو سکتا ہے کہ صفت شدت اور ہمس میں باہم کوئی تضاد نہیں ہے- آواز مسموع ہوتی ہے سانس مسموع نہیں ہوتا آواز بند ہونے کو سانس کا بند ہونا لازم ہی نہیں بلکہ دونوں باتیں بیک وقت ممکن ہیں- اگر کوئی شخص خاموش ہو یعنی اس کی آواز بند ہو تو کیا اس کی سانس بھی بند ہونی ضروری ہے ؟

٤؎ کیونکہ سانس میں آواز نہیں ہوتی اگر یہ سانس دوسرے کو بھی سنائی دے تو سانس اپنی اصلی کیفیت پر نہ رہا بلکہ آواز ہو گیا تو پھر اس ہمس کو سنانے کی کوشش کیوں کی جائے ؟ کہ اِيَّاكَ کو اِيَّاكَھ اور اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمْتَھ پڑھا جائے-

(۶) استفال : اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مستفلہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں اور مستعلیہ کے سوا باقی سب حروف مستفلہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں استعلاء اور استفال بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں-

(۷) اطباق : اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مطبقہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے مُلْصَقْ ۱ ہو جاتا ہے یعنی لپٹ جاتا ہے اور ایسے حروف چار ہیں : ص ض ط ظ-

(۸) انفتاح : اور جن حروف میں یہ صفت ہو ان کو منفتحہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے خواہ زبان کی جڑ تالو سے لگ جائے جیسے قاف میں لگ جاتی ہے خواہ نہ لگے (جہد المقل مع الشرح) اور مطبقہ کے سوا سب حروف منفتحہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں اطباق و انفتاح بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں-

(۹) اذلاق : اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مذلقہ ۲ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں اور ایسے حروف چھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے فَرَّ مِنْ لُبٍّ ۳ یعنی ان میں جو حروف شفویہ ۴ ہیں وہ ہونٹ کے کنارہ ۵ سے ادا ہوتے ہیں اور شفویہ کا مطلب مخرج نمبر ۱۶ میں گزرا ہے اور جو شفویہ نہیں ۶ وہ زبان کے کنارہ سے ادا ہوتے ہیں (درۃ الفرید للشیخ الدہلویؒ)

(۱۰) اصمات ۷ : اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مصمتہ ۸ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمتہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں اذلاق و اصمات بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں ان دس صفات کو صفاتِ متضادہ کہتے

---

۱ اطباق کے معنی عربی میں ڈھانپنے اور بند کرنے کے ہیں یعنی حروف مطبقہ کی ادائیگی کے وقت زبان تالو کے غار کو ڈھانپ دیتی ہے جس سے یہ حروف خوب مفخم یعنی پر ہو جاتے ہیں-۲ والذلق فی اللغۃ الطرف منہؒ-۳ ترجمہ : این است گریخت از عقل- منہؒ ۴ یعنی فاء میم باء ۵ یعنی بے تکلف روانی سے ادا ہونے ضروری ہیں- ۶ یعنی لام 'نون' را -اہل زبان نے حروف مذلقہ کے چھ حرفوں کو ادا میں آسان یعنی زبان و لب پر سہل الادا- اور اخف الحروف قرار دیا ہے- اسی واسطے عربی لفظوں میں بکثرت ان حرفوں کا امتزاج ہوتا ہے ورنہ اہل زبان کے نزدیک وہ کلمہ ثقیل شمار ہوتا ہے- یہ بات خالص سماعی اور توقیفی ہوئی- اس میں عقل کو دخل نہیں- (نہایۃ القول المفید) ۷ فی حقیقۃ التجوید- الاصمات لغۃ المنع مطلقاً و اصطلاحاً امتناع الکلمۃ الرباعیۃ و الخماسیۃ من غیر حرف من المذلقۃ فالعسجد عجمی اسم للذھب ولیس بعربی- منہؒ ۸ اصمات سے بصیغہ اسم مفعول-

ہیں کیونکہ ایک دوسرے کی ضد ہے ۱ یعنی مقابل ہے جیسا کہ اوپر بتلاتا گیا ہوں کہ آگے جو صفات آتی ہیں وہ غیر متضادہ کہلاتی ہیں اور جاننا چاہیے کہ صفات متضادہ سے تو کوئی حرف بچا ہوا نہیں رہتا بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل صفتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت صادق آئے گی اور صفات غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی بعض میں نہ ہوں گی اور وہ صفات غیر متضادہ یہ ہیں۔

(۱۱) صفیر: اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو صفیر یہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت ایک آواز تیز ۲ مثل سیٹی کے نکلتی ہے اور ایسے حروف تین ہیں ص – ز – س

(۱۲) قلقلہ: اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروف قلقلہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ حالت سکون میں ان کے ادا کے وقت مخرج ۳ کو حرکت ہو جاتی ہے اور ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ قُطْبُ جَدٍّ ۴ ہے۔

(۱۳) لین: اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروفِ لین کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کو مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے ۵ اور ایسے حروف

---

۱ دس صفات متضادہ سے ۲۹ حرفوں میں سے ہر ایک میں پانچ پانچ صفات کا پایا جانا ضروری ہے یہ صفات گویا پانچ جوڑے ہیں کہ کوئی حرف ان سے خالی نہیں ہو سکتا، ہر جوڑہ میں سے ایک صفت ہو گی اور اس کی مقابل صفت نہ ہو گی۔ آگے آنے والی صفات غیر متضادہ ہیں ان میں سے کوئی کسی حرف میں مخصوص طور پر ہو گی اور کسی میں نہ ہو گی۔

۲ طرف لسان اور چاروں ثنایا کے اتصال سے حروف صفیر نکلتے ہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے ان تینوں حرفوں کا قدرتی طور پر مخرج ہی کچھ اس طرح ہے کہ آواز مخرج میں محدود ہو کر سیٹی کی آواز سے مشابہ ہو جاتی ہے۔

۳ قاعدہ ہے کہ دو جسموں کے ٹکرانے سے مخرج میں حرف پیدا ہوتا ہے۔ اسی اصول کے مطابق (حروف قلقلہ کے علاوہ) دیگر تمام حرفوں میں تو سکون حروف پر اس طرح ادا ہوتا ہے کہ دو جسموں کے تصادم سے پیدا ہو کر آواز ختم ہو جاتی ہے اور مخرج میں بھی کوئی جنبش نہیں ہوتی مگر حروفِ قلقلہ میں صرف یہی بات نہیں بلکہ مخرج میں آواز پیدا ہونے کے بعد مخرج میں ایک نئی تحریک پیدا کر کے دوبارہ آواز پیدا کرنی ہوتی ہے۔

حاصل یہ کہ چاہے کہو کہ مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے اور چاہے یہ کہہ لو کہ آواز کو حرکت ہو جاتی ہے کیونکہ مضبوط التصاق کے بعد ایک دفعی انفکاک ہوتا ہے اور دوبارہ آواز پیدا ہوتی ہے۔ قلقلہ کا مصداق یہی دوبارہ پیدا ہونے والی آواز ہے۔ بہر حال قلقلہ جہر و شدت دو قوی صفتوں کے اجتماع کی وجہ سے ہوتا ہے قلقلہ ایسی بلند آواز میں کرے کہ دوسرا بھی سن لے صرف اپنے کو سنانا ہی کافی نہیں۔ (نہایۃ القول ص ۵۲) ۴ یعنی مدار بزرگی۔ منہ

۵ یعنی حروف مدہ کی آواز جوف دہن سے نکلتی ہے ان میں تو آواز کے دراز ہونے اور نرم ہونے کی بدرجہ اتم گنجائش موجود ہے لیکن حروفِ لین جن کا مخرج متعین و محقق ہے ان میں آواز کے دراز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا حالانکہ مد فرعی میں معلوم ہو گا کہ مد کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں محلِ مد حرفِ لین ہوتا ہے اور اس کو کھینچا جاتا ہے اسی اشکال کو ختم کرنے کے لیے علماء تجوید نے حروف لین میں ایسی نرمی اور لچک کو تسلیم کیا کہ ان پر مد ہو سکتا ہے اسی نرمی کو صفتِ لین کہتے ہیں۔ حضرت مؤلف ؒ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں کہ "اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے۔"

دو ہیں واو ساکن اور یائے ساکن جب کہ ان سے پہلے والے حرف پر فتحہ یعنی زبر ہو جیسے خَوْف صَیْف

(۱۴) انحراف : اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو منحرفہ کہتے ہیں اور وہ دو حروف ہیں لآم اور رآ اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت لام میں تو زبان کے کنارہ کی طرف اور راء میں کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ لام کے موقع کی طرف میلان ؂۱ ایا پایا جائے۔(درۃ الفرید)

(۱۵) تکریر : اور یہ صفت صرف رآء میں پائی جاتی ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ چونکہ اس کے ادا کرنے کے وقت زبان میں ایک رعشہ یعنی لرزہ ہوتا ہے اس لیے اس وقت آواز میں تکرار کی مشابہت ہو جاتی ؂۲ ہے اور یہ مطلب نہیں کہ اس میں تکرار ظاہر کی جائے بلکہ اس سے بچنا چاہیے اگرچہ اس پر تشدید بھی ہو کیونکہ وہ پھر بھی ایک ہی حرف ہے کئی حرف تو نہیں ہیں (درۃ الفرید ملخصاً)

(۱۶) تفشی : اور یہ صفت صرف شین کی ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔(درۃ الفرید)

(۱۷) استطالت ؂۳ : اور یہ صفت صرف ضآد کی ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ اسکے ادا میں شروع مخرج سے آخر تک یعنی حافہ زبان کے شروع سے حافہ ؂۴ زبان کے آخر تک آواز کو امتداد رہتا ہے یعنی اس کا مخرج جتنا

؂۱ لآم و رآء میں صفتِ انحرآف کا مطلب یہ ہوا کہ ان دونوں میں اپنے مخرج سے متجاوز ہو کر ایک دوسرے کی طرف مائل ہونے اور پھرنے کی حالت پائی جاتی ہے چنانچہ لام میں ادنیٰ حافہ سے ابتدا ہوتی ہے اور پھر طرفِ لسان یعنی راء کے مخرج کی طرف میلان ہوتا ہوا پایا جاتا ہے اور راء میں کہ طرف لسان سے شروع ہوتی ہے اور پھر ظہر لسان اور قدرے لام کی طرف مائل ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔اسی لیے تو تلاچہ رآء کو لام بولتا ہے کہ اس سے اسی انحراف کی وجہ سے راء لام میں تبدیل ہو جاتی ہے۔(نہایۃ القول ص ۵۲)

؂۲ صفت تکریر کی تعریف ہے۔"حرف کے تلفظ کے وقت زبان میں ارتعاش ہونا۔"اور یہ صفت صرف رآء میں پائی جاتی ہے۔مگر اس صفت کو ایسی لطافت سے ادا کرے کہ راء مکرر نہ ہو جائے اور یہ جب ہوتا ہے کہ اس صفت کو ظاہر کر کے پڑھنے کی کوشش کرے حالانکہ چھپا کر ادا کرنا چاہیے کیونکہ ارتعاش کو آواز سے کیا تعلق ؟ خواہ مشدد ہی ہو جیسے کَرَّةً۔ مَرَّةً صفت اذلاق کا تقاضا بھی یہی ہے۔ ؂۳ دراز شدن کمانی م۔منہ"

؂۴ اس عبارت سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حافہ کی ابتدا ناجذ کے مقابل سے ہوتی ہے اور یہ اقصیٰ حافہ ہے اور انتہا اس حصہ پر ہوتی ہے جو ضاحک کے مقابل ہے اور یہی ادنیٰ حافہ ہے جس سے لام کے مخرج کی ابتدا ہوتی ہے یعنی مخرج کی لمبائی کی وجہ سے آواز میں قدرے لمبائی ہوتی ہے۔ ضاد اور ظاء میں بڑا فرق (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طویل ہے پورے مخرج میں آواز جاری رہنے سے آواز بھی طویل ہو جاتی ہے۔(جہد المقل)

فائدہ(۱) : اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ سات صفت جو اخیر کی ہیں جن حروف میں یہ صفات نہ ہوں ان میں انکی ضد ضرور ہو گی مثلاً ض میں استطالت ہے تو باقی سب حروف میں عدم استطالت ہو گی تو یہ دونوں ضد مل کر بھی سب کو شامل ہو گئیں۔پھر صفات متضادہ وغیر متضادہ میں کیا فرق رہا جواب اسکا یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے مگر صفات متضادہ ہیں ہر صفت کی ضد کا کچھ نہ کچھ نام ۱ بھی تھا اور ان دونوں ناموں میں سے ہر حرف پر کوئی نہ کوئی صادق آتا ہے اور چونکہ یہاں ضد کا نام نہیں اس لیے اس ضد کے صادق آنے کا اعتبار نہیں کیا گیا دونوں صفات میں یہ فرق ہوا۔

فائدہ(۲) : محض مخارج و صفات حروف کے دیکھ کر اپنے ادا کے صحیح ہونے کا یقین نہ کر بیٹھے اس میں ماہر مشاق استاد کی ضرورت ہے البتہ جب تک ایسا استاد میسر نہ ہو بالکل کورا ہونے سے کتابوں ہی سے کام چلانا غنیمت ہے۔

فائدہ(۳) : اس لمعہ کے شروع میں صفت لازمہ ذاتیہ کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے یہ حرف نہ رہنا کئی طرح ہے ایک یہ کہ دوسرا ۲ حرف ہو جائے ایک یہ کہ رہے تو وہی مگر اس میں کچھ کمی اور نقصان آجائے ۳ ایک یہ کہ وہ کوئی عربی حرف نہ رہے کوئی حرف مخترع ۴ ہو جائے اور یہی حال ہے صحیح مخارج سے نہ نکالنے کا کہ کبھی دوسرا حرف ہو جاتا ہے کبھی اس حرف میں کچھ کمی ہو جاتی ہے

(گذشتہ سے پیوستہ) تو مخرج سے ہے کہ دونوں کا مخرج جدا ہے دوسرا فرق اس صفت استطالت سے ہوتا ہے کہ یہ صرف ضاد میں ہے باقی تمام صفات متضادہ میں دونوں مشترک ہیں اور صفات کے اس اشتراک کے باعث ہی کہا گیا ہے کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے۔یہ تشابہ قائم کرنا اور عین ظاء ہونے سے بچانا فن ادا کا ایک نازک مسئلہ ہے جس کے لیے مشاق اساتذہ سے استفادہ کرنا ضروری ہے تاہم یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آواز کی لمبائی میں مبالغہ نہ کرے معمولی درازی ہے الف کی مقدار سے بھی کم، مزید بحث کتاب کے آخر اوراق "تتمہ" میں دیکھیں۔

۱ اور نام نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عدم استطالت مثلاً کوئی مفہوم وجودی نہیں بلکہ سلبی ہے اور اشیاء کی تعریفیں حقائق ثابتہ اور نفس الامری مفہوم کے مقابلہ میں ہوتی ہیں اس لیے عدم استطالت نہ صفت مانی گئی اور نہ ہی کوئی نام تجویز کیا گیا۔ایسا کرنا شان علمی کے منافی ہے۔ ۲ مثلاً طاء میں صفت استعلاء واطباق ادا نہ ہونے سے تا ہو جائے گی۔

۳ مثلاً قلقلہ نہیں کیا یا شین میں تفشی ادا نہ ہوئی۔

۴ یعنی کوئی غیر عربی حرف ہو جائے مثلاً دال ڈال سے بدل جائے۔ہم نے ملا یا والوں میں اکثر اس کا مشاہدہ کیا۔

کبھی بالکل ہی حرف مخترع بن جاتا ہے۔ چونکہ ایسی غلطی سے بعض دفعہ نماز جاتی رہتی ہے اس لیے اگر ایسی غلطی ہو جائے تو خاص اس موقع سے اطلاع دے کر کسی معتبر عالم سے مسئلہ پوچھ لینا ضروری ہے اسی طرح زبر زیر یا گھٹاؤ بڑھاؤ کی غلطیوں کا یہی حکم ہے جس کی مثالیں دوسرے لمعہ میں مذکور ہیں ان کو بھی عالم سے پوچھ لیا کریں۔

فائدہ (۴) : حروف کے مخارج اور صفاتِ لازمہ میں کوتاہی ہونے سے جو غلطیاں ہوتی ہیں فن تجوید کا اصلی مقصود انہی غلطیوں سے بچنا ہے اسی واسطے مخارج اور صفات کا بیان سب قاعدوں سے مقدم کیا گیا ہے اب آگے جو صفات محسنہ[1] کے متعلق قاعدے آئیں گے وہ اس مقصود مذکور سے دوسرے درجہ پر ہیں لیکن اب عام طور سے ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت اس اصلی مقصود سے زیادہ کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قاعدوں سے نغمہ خوشنما ہو جاتا ہے اور لوگ نغمہ ہی کا زیادہ خیال کرتے ہیں اور مخارج و صفات لازمہ کو نغمہ میں کوئی دخل نہیں اس لیے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔

فائدہ (۵) : جس طرح یہ بے پروائی کی بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے اسی طرح یہ بھی زیادتی ہے کہ تھوڑے سے قاعدے یاد کر کے اپنے کو کامل سمجھنے لگے اور دوسروں کو حقیر اور ان کی نماز کو فاسد جاننے لگے یا کسی کے پیچھے نماز ہی نہ پڑھے۔ محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گنہگار ہونے کا اور ان کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قرآءت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے لمعہ میں دیکھ لو۔

چھٹا لمعہ

جاننا چاہیے کہ یہ صفات سب حرفوں میں نہیں ہوتیں۔ صرف آٹھ[2] حرف ہیں جن میں مختلف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے وہ حروف یہ ہیں ل ۔ ر ۔ م ساکن و مشدد نونؔ ساکن و مشدد اور

---

[1] محسنہ یعنی حرفوں کو خوبصورت بنانے والی صفتیں محلیہ حرفوں کو زینت بخشنے والی صفتیں۔ مگر ان صفتوں کو زیادہ تر صفاتِ عارضہ بولتے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ حرفوں میں ہمیشہ نہیں ہوتیں بلکہ کبھی ہوتی ہیں اور کبھی نہیں اور اگر یہ ادا نہ ہوں تو ان حروف کی ذات و حقیقت خراب نہیں ہوتی بلکہ خوبصورتی میں فرق آتا ہے۔ [2] لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ فن تجوید میں صرف آٹھ ہی حرفوں میں صفاتِ عارضہ ہوتی ہیں چنانچہ فن کی کتابوں میں ادغام صغیر و کبیر کا ذکر بھی ہے جو صفت عارضہ ہی ہے۔ اور بہت حرفوں میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں کہ جو ابتدائی طلبہ کیلئے ہے اور مختصر ہے صرف آٹھ ہی حرفوں کی صفات عارضہ کا ذکر ہوگا جن کا مجموعہ اَوْ يَرْمَلَانْ ہے۔

نون ساکن میں تنوین بھی داخل ہے کیونکہ وہ اگرچہ لکھنے میں نون نہیں ہے مگر پڑھنے میں نون ہے جیسے ب پر اگر دوزبر پڑھو تو ایسا ہوگا جیسے ۔۱ بَنْ پڑھو ا جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے و ساکن جب کہ اس سے پہلے پیش یا زبر ہو ی ساکن جب کہ اس سے پہلے زیر یا زبر ہو۔ دیکھو لمعہ ۴ مخرج نمبر ا ہمزہ اور ہمزہ کی حقیقت مخرج اول میں بیان کی گئی ہے پھر دیکھ لو اور ان حرفوں میں جو ایسی صفات ہوتی ہیں ان میں بعض صفات تو خود استاد کے پڑھانے ہی ۔۲ سے ادا ہوتی ہیں اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں مثلاً الف۔ واؤ اور یاء اور ہمزہ کا کہیں ثابت رہنا اور کہیں حذف ہو جانا صرف ان صفات کو بیان کیا جاتا ہے جو پڑھانے سے سمجھ میں نہیں آتیں خود ارادہ کرنا پڑتا ہے جیسے پُر پڑھنا اور باریک پڑھنا اور غنہ کرنا یا نہ کرنا اور مد کرنا یا نہ کرنا اب ان آٹھوں حرفوں کے قاعدے الگ الگ مذکور ہوتے ہیں۔

ساتواں لمعہ (لام کے قاعدوں میں)

لفظ اللہ کا جو لام ہے اس سے پہلے اگر زبر والا یا پیش والا حرف ہو تو اس لام کو پُر کر کے پڑھیں گے جیسے اَرَادَ اللّٰہُ۔ رَفَعَهُ اللّٰہُ اور اس ۔۳ پُر کرنے کو تفخیم کہتے ہیں اور اگر اس سے پہلے زیر والا حرف ہو تو اس لام کو باریک پڑھیں گے جیسے بِسْمِ اللّٰہِ اور اس باریک پڑھنے کو ترقیق کہتے ہیں اور لفظ اللہ کے سوا جتنے لام ہیں سب باریک پڑھے جائیں گے جیسے مَاوَلّٰهُمْ اور كُلَّهٗ

تنبیہ : اَللّٰهُمَّ میں بھی یہی قاعدہ ہے جو اللہ میں ہے کیونکہ اس کے اول میں بھی یہی لفظ اَللّٰہ ۔۴ ہے۔

۔۱ نون ساکنہ وہ نون ہے جو مرسوم ہو اور اس پر حرکت نہ پڑھی جائے۔ تنوین وہ نون ساکنہ ہے جو اسم کے آخر میں لاحق ہو اور مرسوم نہ ہو۔ نون ساکنہ و نون تنوین میں یہ فرق ہے۔(۱) نون ساکنہ وقف وصل دونوں حالتوں میں پڑھا جائے گا اور نون تنوین صرف وصل میں پڑھا جاتا ہے وقف میں نہیں۔ (۲) نون ساکنہ مرسوم ہوتا ہے (سوائے وَلَيَكُوْنًا۔ (یوسف) اور لَنَسْفَعًا (علق کے) نون تنوین نہیں (سوائے لفظ كَاَيِّنْ کے جہاں بھی ہو) (۳) نون ساکنہ کلمہ کے درمیان اور آخر ہر جگہ آسکتا ہے۔ تنوین ہمیشہ آخر کلمہ میں ہوتی ہے۔(۴) نون ساکنہ کلمہ کی تینوں قسموں (اسم فعل حرف) میں ہوتا ہے اور نون تنوین ہمیشہ آخر اسم میں ہوتا ہے۔ ۔۲ مثلاً التقاء ساکنین کی وجہ سے پہلے ساکن حرف مد کو حذف کرنا جیسے اَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ یا کسرہ دے کر پڑھنا مثلاً قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ وغیرہ۔ ۔۳ تفخیم کے معنی پُر پڑھنے کے ہیں جس طرح حروف مستعلیہ اور مطبقہ میں ہونٹوں کو گول ہونے سے بچانا چاہیے اس طرح لام مفخم میں اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہونٹ گول نہ ہوں اور لام اسم الجلالہ میں تفخیم بھی کامل ہو۔

۔۴ پس سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ اور قَالُوا اللّٰهُمَّ میں لام پُر ہوگا اور قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ میں باریک ہوگا۔

آٹھواں لمعہ (راء کے قاعدوں میں)

قاعدہ (۱) : اگر راء پر زبر یا پیش ہو اس راء کو تفخیم سے یعنی پُر پڑھیں گے جیسے رَبُّكَ رُبَمَا اور اگر راء پر زیر ےا ہو تو اس کو ترقیق سے یعنی باریک پڑھیں گے جیسے رِجَالٌ۔

تنبیہ (۱) : رامشددہ بھی ایک راء ہے پس خود اس کی حرکت کا اعتبار کر کے اس کو پُر یا باریک پڑھیں گے جیسے رِسَّرًا کی راء کو پُر پڑھیں گے اور دُرِّيٌّ کی راء کو باریک اور اس کو اگلے قاعدہ ۲ میں داخل نہ کہیں گے جیسے بعض ناواقف اس کو دو راء سمجھتے ہیں پہلی ساکن اور دوسری متحرک یہ غلطی ہے۔

قاعدہ (۲) : اور اگر راء ے۲ ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کو دیکھو کہ اس پر کیا حرکت ہے اگر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو پُر پڑھیں گے جیسے۔ بَرْقٌ يُرْزَقُوْنَ اور اگر زیر ے۳ ہے تو اس راء کو باریک پڑھیں گے جیسے أَنْذِرْهُمْ لیکن ایسی راء کے باریک ہونے کی تین شرطیں ہیں ایک شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اصلی ہو عارضی نہ ہو کیونکہ اگر عارضی ہوگا تو پھر یہ راء باریک نہ ہوگی جیسے اِرْجِعُوْا دیکھو راء ساکن بھی ہے اور اس سے پہلے حرف یعنی ہمزہ پر زیر بھی ہے مگر چونکہ یہ زیر ے۴ عارضی ے۵ ہے اس لیے اس راء کو پُر ے۶ پڑھیں گے لیکن بدون عربی پڑھے ہوئے اس کی پہچان نہیں ہو سکتی کہ کسرہ یعنی زیر اصلی کہاں ہے اور عارضی کہاں ہے جہاں جہاں شبہ ہو کسی عربی داں سے پوچھ کر اس قاعدے پر عمل کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اور یہ راء دونوں ایک کلمہ میں ہوں اگر دو

ے۱ راء مکسورہ باتفاق باریک ہوتی ہے خواہ کسرۂ لازمہ ہو جیسے رِجَالٌ یا عارضہ جیسے وَأَنْذِرِ الَّذِيْنَ کسرۂ کاملہ ہو جیساکہ مثالیں گزریں یا ناقصہ ہو جیسے وَالْفَجْرِ ۝ پر وقف بالروم کیا جائے یا جیسے مَجْرِىٰهَا میں راء ممالہ ہے وسط میں ہو جیسے تُحَرِّمُ یا طرف میں جیسے وَالْقَمَرِ (بحالت وصل) مُنَوَّنَہ ہو جیسے مُقْتَدِرٍ یا غیر مُنَوَّنَہ مثال گزر چکی ہے ما قبل ساکن ہو مثلاً اَلدَّارِ یا متحرک مثلاً اَرِنَا۔ عام اس سے کہ اسکے بعد حرف مستعلیہ واقع ہو مثلاً اَلرِّقَابِ یا مستفلہ مثلاً رِزْقاً مشدد ہو یا مخفف جیساکہ امثلہ گزریں۔ (نہایۃ القول المفید ص ۹۰) ے۲ خواہ راء کا سکون اصلی ہو جیسے وَانْحَرْ یا عارضی جیسے وَدُسُرٍ ۝ اور نَهَرٍ ۝ پر سکون کے ساتھ وقف کریں تو راء پُر پڑھیں گے اگرچہ سکون عارضی ہے۔ ے۳ راء ساکن ما قبل مکسور باریک ہوتی ہے خواہ سکون اصلی ہو جیسے فَانْتَصِرْ ۝ یا عارضی بوجہ وقف کے ہو جیسے حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝

ے۴ لدفع تعذر الابتداء بالسکون۔ منہٗ. ے۵ کیونکہ اِرْجِعُوْا میں ہمزہ وصلی ہے اور ہمزہ وصلی بذات خود عارضی ہوتا ہے لہذا اس کی حرکت بھی عارضی ہوئی۔

ے۶ لان الاصل فی الراء التفخیم کما الاصل فی اللام الترقیق. منہٗ

کلموں ~۱ میں ہوں گے تو بھی راء باریک نہ ہوگی جیسے رَبِّ ~۲ ارْجِعُوْنِ اَمِ ~۳ ارْتَابُوْا ~۴ (درۃ الفرید)
اور اس شرط کا پہچاننا بہ نسبت پہلی شرط کے آسان ہے کیونکہ کلموں کا ایک یا دو ہونا اکثر ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے تیسری شرط یہ ہے کہ اس راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف نہ ہو اگر ایسا ہوگا تو پھر راء کو پر پڑھیں گے اور ایسے حرف سات ہیں جن کا بیان پانچویں لمعہ کے نمبر ۵ میں آچکا ہے جیسے قِرْطَاسٍ، اِرْصَادًا، لَبِالْمِرْصَادِ، فِرْقَةٍ ان سب میں راء کو پُر پڑھیں گے اور تمام قرآن میں اس قاعدہ کے یہی چار ~۵ لفظ پائے جاتے ہیں اور ویسے بھی اس کا پہچاننا آسان ہے-

تنبیہ (۱) : تیسری شرط کے موافق لفظ کُلُّ فِرْقٍ کی راء میں بھی تفخیم ہوگی لیکن چونکہ قاف پر بھی زیر ~۶ ہے اس لیے بعض قاریوں کے نزدیک اس میں ترقیق ہے اور دونوں امر جائز ہیں-

تنبیہ (۲) : تیسری شرط میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر ایسی راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہوگا تو اس کو پُر پڑھیں گے تو اسی کلمہ کی قید اس لیے لگائی کہ دوسرے کلمہ میں حروف مستعلیہ کے ہونے کا اعتبار نہ کریں گے جیسے اَنْذِرْ قَوْمَكَ، فَاصْبِرْ صَبْرًا ~۷ اس میں راء کو باریک ہی پڑھیں گے-

قاعدہ (۳) : اور اگر راء ساکن سے پہلے والے حروف پر حرکت نہ ہو وہ بھی ساکن ہو اور ایسا حالت وقف میں ہوتا ہے جیسا ابھی مثالوں میں دیکھو گے تو پھر اس حرف سے پہلے والے حرف کو دیکھو اگر اس پر زبر یا پیش ہو تو راء کو پر پڑھو جیسے لَيْلَةُ الْقَدْرِ۝ بِكُمُ الْعُسْرَ۝ کہ ان میں راء بھی ساکن اور دال اور سین بھی ساکن اور قاف پر زبر اور عین پر پیش ہے اس لیے ان دونوں کلموں کی راء کو پُر پڑھیں گے اور اگر اس پر زیر ہے تو راء کو باریک پڑھو جیسے ذِي الذِّكْرِ ط کہ را بھی ساکن اور کاف بھی ساکن اور ذال پر زیر ہے اس لیے اس راء کو باریک پڑھیں گے-

---

~۱ اس کو کسرہ منفصلہ کہتے ہیں- ~۲ رَبِّ ارْجِعُوْنِ اور اَلَّذِي ارْتَضٰى میں اگرچہ کسرہ اصلی ہے مگر منفصل ہونے کی وجہ سے راء پر ہوگی- ~۳ و كسرة الميم عارض ايضاً لاجتماع الساكنين فيفخم هذه الراء لفقدا لشرطين هذا اول- منهٗ

~۴ اَمِ ارْتَابُوْا اصل میں اَمْ ارْتَابُوْ ہے راء ساکنہ کے ماقبل کسرہ منفصل بھی ہے اور عارضی بھی- ~۵ البتہ مِرْصَادٌ دوجگہ ہے كَانَتْ مِرْصَادًا (سورۂ نبا) اور لَبِالْمِرْصَادِ (والفجر) ~۶ اور ق حرف مستعلیہ ہے اور راء کی تفخیم کا سبب ہے مگر مکسور ہونے کی وجہ سے اس کی تفخیم ضعیف ہوگئی جیسا کہ بتلایا گیا ہے کہ کسرہ کی وجہ سے عارضی التفخیم حروف باریک ہو جاتے ہیں اور لازمی التفخیم حرفوں کی تفخیم میں ضعف آجاتا ہے-

~۷ اور وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ-

تنبیہ (۱) : لیکن اس راء ساکن سے پہلے جو حرف ساکن ہے اگر یہ حرف ساکن یٓ ہو تو پھر یٓ سے پہلے والے حرف کو مت دیکھو پس راء کو ہر حال میں باریک پڑھو خواہ یٓ سے پہلے کچھ ہی حرکت ہو جیسے خَیْرٌ قَدِیْرٌ کہ ان دونوں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

تنبیہ (۲) : اس قاعدہ نمبر ۲ کے موافق لفظ مِصْرَ اور عَیْنَ الْقِطْرِ پر جب وقف کیا جائے تو راء کو باریک ہونا چاہیے مگر قاریوں نے ان دونوں لفظوں کی راء کو باریک ۱ اور پُر ۲ دونوں طرح پڑھا ہے اور اس لیے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ خود راء پر جو حرکت ہو اس کا اعتبار ۳ کیا جائے پس مِصْرَ میں تفخیم اولیٰ ہے کہ راء پر زبر ہے اور اَلْقِطْرِ میں ترقیق اولیٰ ہے کہ راء پر زیر ہے۔

تنبیہ (۳) : اس قاعدہ نمبر ۳ کی بنا پر سورۂ والفجر میں اِذَا یَسْرِ ۝ پر جب وقف ہو اس کی راء مفخم ہونا چاہیے لیکن بعض قاریوں نے اس کے ۴ باریک پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے مگر یہ روایت ضعیف ۵ ہے اس لیے اس راء کو قاعدۂ مذکورہ کے موافق پُر ہی پڑھنا چاہیے۔

---

۱ علامہ ابو عمرو دانی اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ (نشر ص ۱۰۶ ج ۲) ۲ امام ابو عبداللہ بن شُریح وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ (نشر) ۳ علامہ جزریؒ نے یہی اختیار کیا ہے۔ (نشر) ۴ لان اصله یسری فرققوا الراء لیدل علی الیاء المحذوفة منهٗ ۵ حقیقت یہ ہے کہ فَاَسْرِ ۔ اَنْ اَسْرِ ۔ وَاللَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ۔ وَنُذُرِ پانچوں کلمات میں اور اَلْجَوَارِ (شوریٰ ۔ رحمٰن ۔ کورت) راء پر وقف اگر بالاسکان کیا جائے تو راء میں تفخیم اور ترقیق دونوں جائز ہیں یہ پانچوں کلمات اصل میں یاء کے ساتھ ہیں۔ پہلے دو کلمے اصل میں اَسْرِیْ تھے آخر سے یائے مدہ حالت بنائی کی وجہ سے حذف ہو گئی۔ یَسْرِ بھی اصل میں یَسْرِیْ ہے رعایت فواصل کی وجہ سے یاء حذف ہوئی اسی طرح نُذُرِیْ میں یاء اضافت رعایت فواصل کے لیے حذف ہوئی۔ راء پر سکون عارض ہونے اور ما قبل مفتوح یا مضموم ہونے کی وجہ سے تفخیم ہے اور کلمہ کی اصل پر دلالت کرنے کے لیے اور اس وجہ سے کہ آخر سے یاء کا حذف عارضی ہے اور عارضی حذف کو معتبر نہ سمجھتے ہوئے بلکہ اس یاء کو مثل باقی کے قرار دے کر راء کو باریک بھی پڑھا گیا ہے اور اَلْجَوَارِیْ کی یاء متطرفہ بھی بقاعدہ قَاضٍ حذف ہوئی ہے۔ علامہ جزریؒ ترقیق کو ترجیح دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں: وکذالك الحكم فی واللیل اذا یسر فی الوقف بالسکون علی قراءة من حذف الیاء فحینئذ یکون الوقف علیه بالترقیق اولی ۔ (نشر ص ۱۱۱ ج ۲) اور شیخ علی بن محمد ضباع شرح شاطبیہ میں فرماتے ہیں: لکن یستحسن الترقیق فی اذا یسر ونذر علی قراءة حذف الیاء فیهما للدلالة علی الیاء اوللفرق بین کسرة الاعراب و کسرة البناء ۔ (ارشاد المرید للضباع ص ۱۸۷ علیٰ حاشیۃ الابراز) صاحب غیث النفع اِذَا یَسْرِ میں اثبات وحذف یاء کی دو قراءتوں کا اختلاف بتلا کر مختصر تفریع فرماتے ہیں کہ اثبات یاء والوں کے یہاں راء باریک اور حذف والوں کے یہاں پُر ہوگی لیکن کلام میں اختصار ہے۔ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

قاعدہ (۴) : راء کے بعد ۱ ایک جگہ قرآن مجید میں امالہ ہے تو راء کی اس حرکت کو زیر سمجھ کر راء کو باریک پڑھیں اور وہ جگہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِىٰهَا ۲ اس راء کو ایسا پڑھیں گے جیسا لفظ قطرے کی راء کو پڑھتے ہیں امالہ اسی کو کہتے ہیں جس کو فارسی والے یائے مجہول کہتے ہیں۔ پس مَجْرِىٰهَا کی راء کو باریک ۳ پڑھیں گے۔

قاعدہ (۵) : جو راء وقف کے سبب ساکن ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس میں قاعدہ نمبر ۲ و نمبر ۳ کے موافق اس سے پہلے والے حرف کو اور کبھی اس سے پہلے والے حرف کو دیکھ کر اس راء کو باریک یا پُر پڑھنا چاہیے تو اس میں اتنی بات اور سمجھو کہ یہ پہلے والے حرفوں کو دیکھنا اس وقت ہے جبکہ وقف میں اس راء کو بالکل ساکن پڑھا جائے جیسا اکثر وقف کرنے کا عام طریقہ یہی ہے لیکن وقف کا ایک اور طریقہ بھی ہے جس میں وہ حرف جس پر وقف کیا ہے بالکل ساکن نہیں کیا جاتا بلکہ اس پر جو حرکت ہو اس کو بھی بہت خفیف سا ادا کیا جاتا ہے اور اس کو روم کہتے ہیں اور یہ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے اس کا مفصل بیان لمعہ تیرہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا سو یہاں یہ بتلانا منظور ہے کہ اگر ایسی راء پر روم کے ساتھ وقف کیا جائے تو پھر پہلے والے حرف کو نہ دیکھیں گے بلکہ خود اس راء پر جو حرکت ہوگی اس کے موافق پُر یا باریک پڑھیں گے جیسے وَالْفَجْرِ پر اگر اس طرح سے وقف کریں تو راء کو باریک پڑھیں اور مُّنْتَصِرٌ پر اگر اس طرح وقف کریں تو راء کو پُر پڑھیں ۔ ۴

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) پیش نظر اختلاف قرآءت بتانا ہے راء کی تفصیل میں وہ اثباتاً یا نفیاً جانا ہی نہیں چاہتے۔ والمفصل حجۃ علی المجمل۔ قاری ابو محمد محی الاسلام صاحب پانی پتی فرماتے ہیں فَاَسْرِ اور اَنْ اَسْرِ کو جو ائمہ ہمزہ قطعی مفتوحہ سے پڑھتے ہیں ان کے لیے وقفاً بعض تفخیم کہتے ہیں اور بعض بلحاظ اصل ترقیق چنانچہ یَسْرِ میں مذکور ہوا محقق (علامہ جزریؒ) کہتے ہیں "ترقیق اولیٰ ہے" دانیؒ کی رائے میں تفخیم اولیٰ ہے اور یہی مذہب منصور ہے (سبعہ قرآءات ص ۲۴۴) مذکورہ عبارات سے ترقیق راء کا ضعیف ہونا مفہوم نہیں ہوتا ہے ان کلمات کی اصل کی طرف رجوع کرتے ہوئے اگر راء کی ترقیق کا جواز نکالا جائے تو کیا حرج ہے نیز تفصیل کے لیے دیکھو نہایۃ القول المفید ص ۹۴۔

۱ یعنی راء کے بعد الف میں ایک جگہ امالہ ہے امالہ کے معنی جھکانے کے ہیں یعنی الف کو یائے مدہ کی طرف جھکا کر پڑھنا ۲ هو فی الاصل مجرها بالالف فامیلت۔ منہ ۳ ولاینظر الی انه فی الاصل الف والراء مفتوحة وحكم هذه الراء التفخيم۔ منہ ۴ اس تمام قاعدہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ وقف بالروم میں جو زیر اور پیش میں ہوتا ہے رائے مکسورہ موقوفہ بالروم کو باریک اور راء مضمومہ موقوفہ بالروم کو پُر پڑھیں گے، جس طرح وصل میں راء مکسورہ باریک اور راءِ مضمومہ پُر ہوتی ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ روم میں راء مثل وصل کے ہوتی ہے۔

نواں لمعہ

(میم ساکن اور مُشدّد کے قاعدوں میں)

قاعدہ (۱) :

میم اگر مشدد ہو تو اس میں غُنّہ ضروری ہے اور غنّہ کہتے ہیں ناک میں آواز لے جانے کو جیسے لَمَّا اور اس حالت میں اس کو حرفِ غُنّہ ؎۱ کہتے ہیں۔

فائدہ :

غُنّہ کی مقدار ایک الف ؎۲ ہے اور الف کی مقدار دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھلی ہوئی انگلی کو بند کرلے یا بند انگلی کو کھول لے اور یہ محض ایک انداز ؎۳ ہے باقی اصل دارومدار استاد مشاق سے سننے پر ہے۔

قاعدہ (۲) :

میم اگر ساکن ہو تو اسکے بعد دیکھنا چاہیے کیا حرف ہے اگر اسکے بعد بھی میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میمیں ایک ہو جائیں گی اور مثل ایک میم مشدد کے اس میں غنّہ ہوگا (حقیقۃ التجوید) جیسے اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ط اور اس ؎۴ کو ادغام صغیر مثلین کہتے ہیں اور اگر میم ساکن کے بعد باء ہے تو وہاں غنّہ کے ساتھ اخفاء

؎۱ کیونکہ حروفِ غُنّہ کی طرح میم مشدد میں بھی غنّہ کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔ (نہایۃ القول المفید) ؎۲ اسی لیے علمائے تجوید نے فرمایا ہے کہ مثل مدِ طبعی کے غُنّہ دو حرکتوں کی مقدار سے نہ زیادہ ہونا چاہیے اور نہ کم۔ غنّہ کو ظاہر کرنے کے لیے کچھ تراخی اور زمانہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اس تراخی میں مبالغہ کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ (تمہید)

؎۳ اور نہایت ضروری ہے کہ میم مشدد سے پہلے حرفِ مد پیدا نہ ہو جیسا کہ بعض لوگوں میں یہ تکلف پایا جاتا ہے کہ لَمَّا کو لَامَّا، ہِمَّ کو ہِیمَّ کہتے ہیں۔

؎۴ مگر یہ وہم نہ ہونا چاہیے کہ میم ساکن کے بعد میم آئے اور دونوں کو ملا کر مشدد کر لیا جائے تو صرف اسی کو ادغام صغیر مثلین کہتے ہیں بلکہ ہر اس جگہ یہ لفظ بولنا صحیح ہوگا جہاں ایک حرف ساکن ہو اور اس کے بعد پھر وہی حرف متحرک ہو کر آئے تو ان کو ملا کر ہی پڑھا جائے گا مثلاً مَنۡ تَّشَآءُ، اِذۡ ذَّهَبَ، فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُهُمۡ وغیرہ وغیرہ یہ سب ادغام صغیر مثلین ہی کہلائے گا۔

ہوگا اور اس اخفاء کا مطلب ۱؎ ایہ ہے کہ اس میم کو ادا کرنے کے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصہ کو بہت نرمی کے ساتھ ملا کر غنّہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے بڑھا کر خیشوم سے اداء کیا جائے اور پھر اس کے بعد ہونٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی دونوں ہونٹوں کے تری کے حصہ کو سختی کے ساتھ ملا کر باء کو ادا کیا جائے۔ (جہد المقل) جیسے وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ اور اس کو اخفاء ۲؎ شفوی کہتے ہیں اور اگر میم ساکن کے بعد میم اور باء کے سوا اور کوئی حرف ہو تو وہاں میم کا اظہار ہوگا یعنی اپنے مخرج سے بلا غنّہ ظاہر کی جائے گی جیسے اَنْعَمْتَ اور اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں۔

تنبیہ :

بعض حفاظ اس اخفاء و اظہار میں باء اور واؤ اور فا کا ایک ہی قاعدہ سمجھتے ہیں اور اس قاعدہ کا نام بوف کا قاعدہ رکھا ہے یعنی بعض تو تینوں میں اخفاء کرتے ہیں اور بعض تینوں میں اظہار کرتے ہیں اور بعض ان حرفوں کے پاس میم ساکن کو ایک گونہ حرکت دیتے ہیں جیسے عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ يَمُدُّهُمْ فِيْ یہ سب خلاف قاعدہ ہے پہلا اور تیسرا قول تو بالکل ہی غلط ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ (درۃ الفرید)

دسواں لمعہ

(نون ساکن اور مشدّد کے قاعدوں میں)

اور چھٹے لمعہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے وہاں پھر دیکھ لو مگر ان قاعدوں میں نون ساکن کے ساتھ تنوین کا نام بھی آسانی کے لیے لے دیا جائے گا۔

قاعدہ (۱) :

نون اگر مشدد ہو تو اس میں غُنّہ ضروری ہے اور مثل میم مشدد کے اس کو بھی اس حالت میں حرفِ غُنّہ

۱؎ میم میں اخفاء ادا کرنے کے طریقہ کو واضح کرنا مقصود ہے۔ مفہوم کے لحاظ سے اس قدر سمجھنا کافی ہے کہ میم کو مضبوطی کے ساتھ اطباقِ شفتین سے ادا نہ کیا جائے بلکہ ہونٹوں کو نرمی سے ملا کر میم ادا کی جائے اور اس حالت میں خیشوم سے غنہ ظاہر کرنے پر زور دیا جائے کیونکہ اخفاء کے معنی ہیں ذاتِ حرف کو واضح کرنے کے بجائے چھپا کر ادا کرنا۔

۲؎ کیونکہ باء اور میم دونوں شفتین سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

کہیں ۱؎ آگے۔ نویں لمعہ کا پہلا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

قاعدہ (۲) :

نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروفِ حلق میں سے کوئی حرف آئے تو وہاں نون کا اظہار کریں گے یعنی ناک میں آواز نہ لے جائیں گے اور غنہ بھی نہ کریں گے جیسے اَنۡعَمۡتَ، سَوَآءٌ عَلَیۡھِمۡ وغیرہ اور اس اظہار کو اظہار حلقی کہتے ہیں اور حروفِ حلقیہ چھ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں۔؎

حرفِ حلقی چھ سمجھ اے نورِ عین ہمزہ ہاؤ حاؤ خاؤ عین و غین

چوتھے لمعہ میں مخرج (۱) و (۲) و (۳) و (۴) کو پھر دیکھ لو اور اظہار کا مطلب ۲؎ نویں لمعہ کے دوسرے قاعدہ میں پھر دیکھ لو۔

قاعدہ (۳) :

نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آئے جن کا مجموعہ یَرۡمَلُوۡنَ ۳؎ ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی نون اسکے بعد والے حرف سے بدل کر دونوں ایک ہو جائیں گے جیسے مِنۡ لَّدُنۡهُ دیکھو نون کو لام بنا کر دونوں لام کو ایک کر دیا چنانچہ پڑھنے میں صرف لام آتا ہے اگرچہ لکھنے میں نون بھی باقی ہے مگر ان چھ حرفوں میں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے چار حرفوں میں تو غُنّہ بھی رہتا ہے اور یہ غُنّہ مثل نون مشدد کے بڑھا کر پڑھا جاتا ہے ان چاروں کا مجموعہ ہے یَنۡمُوۡ ۴؎ جیسے مَنۡ یُّؤۡمِنُ، بَرۡقٌ یَّجۡعَلُوۡنَ وغیر ذلک ۵؎ اور اسکو ادغام مع الغُنّہ کہتے ہیں اور دو جو رہ گئے یعنی ر، ل ان میں غُنّہ نہیں ہوتا جیسے مِنۡ لَّدُنۡهُ مثال اوپر گذری ہے۔ اس میں ناک میں ذرا بھی آواز نہیں جاتی خالص لام کی طرح پڑھتے ہیں اور اس کو ادغام بِلا غُنّہ کہتے ہیں اور نویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۱ و ۲ میں غنہ و ادغام ۶؎ کے معنی پھر دیکھ لو مگر اس ادغام کی ایک شرط یہ ہے کہ یہ نون اور یہ حرف ایک

۱؎ نون مشدد میں بھی غُنّہ ظاہر کرنا ضروری ہوتا ہے اور ظہور غُنّہ کیلئے تراخی اور مہلت ضروری ہے مگر یہ تراخی مد طبعی کی مقدار سے زیادہ نہ ہو نیز نون کی ادائیگی سے پیشتر حرف مد کی تولید سے احتراز نہایت ضروری ہے اِنَّ، اِیۡنَّ نہ ہو جائے ۲؎ یعنی حرف کو اس کے مخرج و صفات سے بغیر غنہ ظاہر کئے ہوئے ادا کرنا۔ ۳؎ ترجمہ اش این است ' خرامش می کنند آں چند مرداں منہ" ۴؎ ترجمہ: اش این است نمومی یابد آں یک مرد (منہ") ۵؎ مِنۡ وَّالٍ، یَوۡمَئِذٍ وَّاهِیَه، مِنۡ مَّآءٍ مَّهِیۡنٍ، مَنۡ نَّشَآءُ، اَمَنَةً نُّعَاسًا۔ ۶؎ ادغام کے معنی ہیں حرف ساکن کو حرف متحرک میں اس طرح ملا کر پڑھنا کہ دونوں ایک ساتھ مشدد ادا ہوں پہلے حرف کو مدغم اور دوسرے کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔

کلمہ میں نہ ہوں ورنہ ادغام نہ کریں گے بلکہ اظہار کریں گے جیسے دُنْیَا، قِنْوَانٌ، صِنْوَانٌ، بُنْیَانٌ اور تمام قرآن میں اس قاعدہ کے یہی چار لفظ پائے گئے ہیں اور ان میں جو اظہار ہوتا ہے اس کو اظہارِ مطلق کہتے ہیں۔

قاعدہ (۴):

نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف باء آئے تو اس نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر غنہ اور اخفاء کے ساتھ پڑھیں گے جیسے مِنْ بَعْدِ، سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ اور بعض قرآنوں میں آسانی کیلئے ایسے نون و تنوین کے بعد ننھی سی میم بھی لکھ دیتے ہیں اس طرح مِنْۢ بَعْدِ اور اس بدلنے کو اقلاب اور قلب کہتے ہیں اور اس میم کے اخفاء کا مطلب اور ادا کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو کہ اخفاء شفوی کا تھانویں لمعہ کا دوسرا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

قاعدہ (۵):

نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان تیرہ حرفوں کے سوا جن کا ذکر قاعدہ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴ میں ہو چکا ہے اور کوئی حرف آئے تو وہاں نون اور تنوین کو اخفاء اور غنہ کے ساتھ پڑھیں گے اور وہ پندرہ حرف ہیں (۱) ت (۲) ث (۳) ج (۴) د (۵) ذ (۶) ز (۷) س (۸) ش (۹) ص (۱۰) ض (۱۱) ط (۱۲) ظ (۱۳) ف (۱۴) ق (۱۵) ک اور الف کو اس لیے شمار نہیں کیا کہ وہ نون ساکن کے بعد نہیں آسکتا (درۃ الفرید) اور اس اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو اس کے مخرج اصلی (کنارۂ زبان اور تالو) سے علیحدہ رکھ کر اس کی آواز کو خیشوم میں چھپا کر اس طرح پڑھیں کہ نہ ادغام ہو نہ اظہار بلکہ دونوں کے درمیانی حالت ہو یعنی نہ تو اظہار کی طرح اس کے ادا میں سرِ زبان تالو سے لگے اور نہ ادغام کی طرح بعد والے حرف کے مخرج سے نکلے بلکہ بدون دخل ۱ زبان کے اور بدون تشدید ۲ کے صرف خیشوم سے غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر ادا کیا

---

۱ یعنی طرف زبان اور تالو کو نون مخفاۃ کی ادا میں دخیل نہ ہونے دے اگر معمولی طور پر طرف لسان تالو پر لگ جائے تو یہ اخفاء کی حقیقت کے منافی نہیں۔ بلکہ یاد رکھنا چاہیے کہ طرف لسان اور تالو میں اگر فاصلہ پیدا کیا جائے تو خلاءِ دہن میں آواز پھیل کر مدیت پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے یعنی اَنْذَرْتَهُمْ کی جگہ اٰنْذَرْتَهُمْ ہو سکتا ہے۔

۲ کیونکہ نون کے بعد والے حرف کے مخرج میں اگر نون کا غنہ ادا کیا گیا تو یہ ادغام مع الغنہ ہو جائے گا اور نون کے بعد حرف یاء صاف یا قدرے مشدد سنائی دے گا جو بالکل غلط ہے مثلاً اَنْفُسَهُمْ کے نون مخفاۃ کو ادا کرتے وقت اگر طرفِ ثنایا علیا کو نچلے ہونٹ کے اندرونی حصہ پر لگایا گیا تو یہ اخفاء صحیح نہ ہو گا۔

جائے اور جب تک اخفاء کی مشق کسی ماہر استاد سے میسر نہ ہو اس وقت تک صرف غنہ ہی کے ساتھ پڑھتا رہے کہ دونوں سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہی ہیں جیسے اَنْذَرْتَهُمْ - قَوْمًا ظَلَمُوْا وغیرہ مگر پھر بھی آسانی کے لیے اس اخفاء کی ایک دو مثال اپنی بول چال کے لفظوں میں بتلائے دیتا ہوں کہ کچھ تو سمجھ ؎۱ میں آجائے وہ مثالیں یہ ہیں کنواں کنول، منہ، اونٹ، بانس، سینگ دیکھو ان لفظوں میں نون نہ تو اپنے مخرج سے نکلا اور نہ بعد والے حرف میں ادغام ہو گیا اور اس نون کے اخفاء کو اخفاء ؎۲ حقیقی کہتے ہیں اور نون کے اظہار کو جس کا بیان قاعدہ نمبر ۲ میں ہوا ہے اظہار حلقی کہتے ہیں اور جس کا بیان قاعدہ نمبر ۳ میں ہوا ہے اظہار مطلق کہتے ہیں جس طرح میم کے اخفاء واظہار کو شفوی کہتے ہیں جس کا بیان نویں لمعہ قاعدہ نمبر ۲ میں گذرا ہے۔

گیارھواں لمعہ

الف اور واؤ اور یاء کے قاعدوں میں

جبکہ یہ ساکن ہوں اور الف سے پہلے والے حرف ؎۳ پر زبر ہو اور واؤ سے پہلے پیش ہو اور ی سے پہلے زیر ہو اور اس حالت میں ان کا نام مدہ ہے دیکھو لمعہ ۴ مخرج نمبر ا اور کھڑا زبر اور کھڑی زیر اور الٹا پیش بھی حروف مدہ میں داخل ہیں کیونکہ کھڑا زبر الف مدہ کی آواز دیتا ہے اور کھڑی زیر یائے مدہ کی اور الٹا پیش واؤ مدہ کی۔ اب ان قواعد کے بیان میں ہم فقط لفظ مدہ لکھیں گے ہر جگہ اتنے لمبے نام کون لکھے۔

قاعدہ (۱):

اگر حرفِ مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرفِ مدہ اور یہ ہمزہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں وہاں اس مدہ کو بڑھا کر پڑھیں گے اور اس بڑھا کر پڑھنے کو مد کہتے ہیں جیسے سَوَآءٌ، سُوْٓءًا، سِيْٓـئَتْ اور اسکا نام مد متصل ہے اور اس کو

؎۱ کنواں، کنول وغیرہ جو مثالیں دی جارہی ہیں یہ محض تقریب ذہنی اور تفہیم کے لیے ہیں ورنہ مثالوں میں اخفاء کی حقیقی آواز نہیں پائی جاتی تمام مثالوں میں مابعدِ نون والے حرف کی آواز کے ساتھ غنہ پایا جارہا ہے۔ ہمارے خیال میں اخفاء بھی مثل ضاد کے عربی زبان کی خصوصیات میں سے ہے لہذا دوسری کسی زبان کے لفظ میں اس کی مثال ممکن نہیں۔ ؎۲ اخفاء میم میں بھی ہوتا ہے مگر وہ اتنا قوی نہیں جتنا نون میں قوی ہے گویا اخفاء اصلی اور حقیقی طور پر نون ہی میں ہوتا ہے کیونکہ خیشوم (ناک کا بانسا) طرف لسان اور تالو سے ہونٹوں کے مقابلہ میں زیادہ قریب ہے لہذا بمقابلہ میم کے نون میں اخفاء اور غنہ زیادہ کامل ہے۔ ؎۳ الف کی ہمیشہ یہی ایک حالت ہوتی ہے یعنی ساکن بے جھٹکے اور ماقبل مفتوح۔

مدواجب بھی کہتے ہیں اور مقدار اس کی تین الف یا چار الف ہے اور الف کے انداز کرنے کا طریقہ نویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ا کے قاعدہ میں لکھا گیا ہے پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آگے پیچھے بند کر لینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جائے گا مگر یہ مقدار اس مقدار کے علاوہ ہے جو حروف مدہ کی اصلی مقدار ہے مثلاً جَآءَ میں اگر مد نہ ہوتا تو آخر الف کی بھی تو کچھ مقدار ہے سو اس مقدار کے علاوہ ؎ امد کرنے کی مقدار ہو گی۔

قاعدہ (۲) :

اگر حروفِ مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرفِ مدہ اور وہ ہمزہ ایک کلمہ میں نہ ہوں بلکہ ایک کلمہ کے اخیر میں تو حرف مدہ ہو اور دوسرے کلمہ کے شروع میں ہمزہ ہو وہاں بھی اس مدہ کو بڑھا کر یعنی مد کے ساتھ پڑھیں گے جیسے اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ، اَلَّذِیۡٓ اَطۡعَمَهُمۡ، قَالُوۡٓا اٰمَنَّا مگر یہ مد اس وقت ہو گا جب دونوں کلموں کو ملا کر پڑھیں اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پر وقف کر دیا تو پھر یہ مد نہ پڑھیں گے اور اس کو مد منفصل اور مد جائز ؎ ۲ بھی کہتے ہیں ؎ ۳ اور اس کی مقدار بھی تین یا چار الف ہے جیسے متصل کی تھی اور دونوں کی اگر الگ الگ کسی کو پہچان نہ ہو تو فکر نہ کریں کیونکہ دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں۔

قاعدہ (۳) :

اگر ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے

؎ ا حضرت مصنفؒ کی مراد یہ ہے کہ مد متصل کی مقدار میں دو قول ہیں ایک قول میں بقدر چار الف اور دوسرے قول میں بقدر پانچ الف۔ اس سے زیادہ نہیں کیونکہ یہ کتاب روایت حفصؒ کے لیے لکھی گئی ہے اور حضرت حفصؒ کے یہاں مد متصل میں توسط ہوتا ہے اور توسط کی زیادہ سے زیادہ مقدار پانچ الف ہے ایک الف زیادہ ہو جائے یعنی بقدر چھ الف ہو جائے تو توسط نہیں بلکہ طول کہلاتا ہے جو کہ روایت حفصؒ میں جائز نہیں۔ مطلب یہ کہ روایت حفصؒ میں مد متصل میں طول نہیں بلکہ توسط ہے اور توسط زیادہ سے زیادہ بقدر پانچ الف ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ یہاں الف سے مراد حرکت ہے لہذا بات یہ نکلی کہ مد متصل میں توسط ہو گا بقدر چار حرکت یا پانچ حرکت مزید تفصیل کے لیے آخر کتاب میں "تتمہ" بحث مقدار مد ملاحظہ ہو۔ ؎ ۲ تسمی بالجائز لان بعض الائمة لایوجبه۔ منہؒ ؎ ۳ اس قسم کو مد جائز حفصؒ کے ایک طریق (طریق جزریؒ) کے مطابق کہا گیا اس طریق میں مد کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں مگر بطریق شاطبیؒ مثل مد متصل کے اس میں مد کرنا ضروری ہے اور مد منفصل کی مقدار بھی مثل مد متصل کے زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ حرکت ہو گی۔

سبب سے سکون نہ ہوا ہو جیسے اٰٰلْئٰنَ اس میں اول حرف ہمزہ ہے دوسرا حرف الف ہے اور وہ مدہ ہے اور تیسرا حرف لام ساکن ہے اور اس کا ساکن ہونا ظاہر ہے کہ وقف کے سبب نہیں ہے چنانچہ اس ؎۱ پر وقف نہ کریں تب بھی ساکن ہی پڑھیں گے تو ایسے ؎۲ مدہ پر بھی مد ہوتا ہے اور اس کا نام مدلازم ہے اور اس کی مقدار تین ؎۳ الف ہے اور ایسے مد کو کلمی مخفف کہتے ہیں۔

قاعدہ (۴):

اگر ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد کوئی حرف مشدد ہو جیسے ضَآلِّیْنَ اس میں الف تو مدہ ہے اور اس کے بعد لام پر تشدید ہے اس مدہ پر بھی مد ؎۴ ہوتا ہے اور اس کا نام بھی مدلازم ہے اور اس کی مقدار تین ؎۵ الف ہے اور ایسے مد کو کلمی مثقل کہتے ہیں۔

قاعدہ (۵):

بعض سورتوں کے اول میں جو بعض حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں جیسے سورۂ بقرہ کے شروع میں ہے الٓمّٓ یعنی الف لام میم انکو حروفِ مقطعہ کہتے ہیں ان میں ایک تو خود الف ہے اسکے متعلق تو یہاں کوئی قاعدہ ؎۶

؎۱ سکون اصلی اور سکون عارضی کا فرق سمجھانے کے لیے یہ بات فرمائی ورنہ لام پر وقف نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ وقف درمیان کلمہ پر جائز نہیں ہمیشہ کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے۔ ؎۲ مدلازم کلمی مخفف کی تعریف اس طرح یاد کریں "حرف مد کے بعد والے حرف پر سکون اصلی ہو اور یہ حرف مد کلمہ قرآنی میں ہو" نیز واضح ہو کہ تمام قرآن میں (بروایت حفصؒ) مدلازم کلمی مخفف کی مثال صرف یہی ایک لفظ اٰٰلْئٰنَ ہے جو سورۂ یونس میں دو جگہ آتا ہے۔ ؎۳ مگر یاد رہے کہ یہاں حضرت مصنفؒ کی مراد ایک الف سے بقدر دو حرکت ہے گویا بقدر چھ حرکات طول ہوگا مدلازم کی چاروں قسموں میں باتفاق طول بقدر چھ حرکات ہوتا ہے۔ کیونکہ طول کی مقدار چھ حرکات ہی ہے۔ اس سے کم میں طول نہیں ہوتا۔ ؎۴ مختصر لفظوں میں تعریف اس طرح یاد رکھیں تو آسانی ہوگی "حرف مد کے بعد والے حرف پر تشدید ہو حرف مد کلمہ میں واقع ہو تو وہ مدلازم کلمی مثقل ہوتا ہے" جیسے اَتُحَآجُّوْنِّیْ وغیرہ

؎۵ یہاں بھی یہی مناسب تھا کہ مقدار پانچ الف فرمائی جاتی تاکہ خلط فی الاقوال نہ ہو۔

؎۶ الف کے تلفظ میں تین حرف ہیں ہمزہ' لام' فاء۔ تینوں میں سے کوئی بھی حرف مد نہیں لہذا مد کی بحث سے خارج ہے کیونکہ محل مد ہی موجود نہیں۔

نہیں اور اس کے سوا جو اور حروف رہ گئے وہ دو طرح کے ہیں ایک وہ جن میں تین حرف ۱ ہیں جیسے لَآم مِیْم قَاف نُوْن اور ایک وہ جن میں دو حرف ہیں جیسے طٰ ہٰ سو جن میں دو حرف ہیں ان کے متعلق بھی یہاں کوئی قاعدہ ۲ نہیں اور جن میں تین حرف ہیں ان پر مد ہوتا ہے اس کو بھی مد لازم کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین ۳ الف ہے اور ایسے مد کو مدِ حرفی کہتے ہیں پھر ان میں سے جن حروفِ مقطعہ کے اخیر حرف پر پڑھنے کے وقت تشدید ہے ان کے مد کو مد حرفی مثقل ۴ کہتے ہیں جیسے الٓمّٓ میں لام کو جب میم کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کے اخیر میں تشدید پیدا ۵ ہوتی ہے اور جن میں تشدید نہیں ہے ان کے مد کو مد حرفی مخفّف کہتے ہیں جیسے الٓمٓ میں میم کے اخیر میں تشدید نہیں ۶ ہے۔

تنبیہ (۱):

تین حرفی مقطعات میں جن میں مد پڑھنا بتلایا گیا ہے اکثر میں توبیچ کا حرف مدہ ہی ہے جس کے بعد کہیں تو حرف ساکن ہے جیسے مِیْم میں یٓ مدہ ہے اور اس کے بعد میم ساکن ہے اور کہیں حرف مشدد ہے جیسے لام میں الفٓ مدہ ہے اور اس کے بعد میم مشدد ہے اور مدہ پر ایسے مواقع میں مد ہوتا ہی ہے تو ان میں تو مد ہونا عام قاعدہ کے موافق ہے البتہ جن تین حرفی مقطعات میں بیچ کا حرف مدہ نہیں ہے جیسے کٓهٰیٰعٓصٓ میں ع ۷ ہے وہاں

---

۱ ایسے حروف کل سات ہیں' نٓ' قٓ' صٓ' سٓ' لَآمٓ' کَافٓ' مِیْمٓ ۲ ایسے حروف کل پانچ ہیں حا' یا' طا' ھا' را ان پانچوں میں مد اصلی ہے کیونکہ محل مد الفٓ تو ہے مگر اس کے بعد سبب مد (ہمزہ یا سکون یا تشدید) کوئی نہیں لہٰذا مد فرعی بھی نہیں۔ ۳ یہاں بھی جمہور کے قول کے موافق پانچ الف مقدار یاد کیجئے۔

۴ مختصر تعریف یوں یاد کیجئے "حرف مد کے بعد والا حرف اگر مشدد ہو اور یہ حرف مد مقطعات میں ہو تو وہ مد لازم حرفی مثقل ہے"

۵ میم ساکن کے قواعد میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اگر میم ساکن کے بعد میم ہو تو وہاں ادغام ہوگا اور ادغام کی وجہ سے میم مشدد ہو جائے گا' اسی قاعدہ کے مطابق لَآمٓ کی مِیْم کا مِیْم کی پہلی میم میں ادغام ہوا اور تشدید آئی ہے۔اسی طرح طٰسٓمّٓ کہ اصل میں طٰ سِیْنْ مِیْم ہے بقاعدہ یَرْمَلُوْن نون کا مِیْم میں ادغام ہو کر تشدید آگئی ہے اور اس طرح سین میں مد لازم حرفی مثقل پایا گیا۔

۶ اسی طرح الٓرٰ کے لام میں مد لازم حرفی مخفف ہے۔

۷ مد لازم لین کی مثال تمام قرآن میں صرف حرفِ عَیْن ہے جو دو جگہ مَرْیَمْ اور شُوْرٰی کے مقطعات میں واقع ہے۔

مد ہونا اس عام قاعدہ کے موافق نہیں ہے اور اسی واسطے اگر نہ کریں تب بھی درست ہے لیکن افضل یہی ۱؎ ہے کہ مد کریں اور اس مد کو **لازم لین** کہتے ہیں۔

تنبیہ (۲) :

جو حروف مقطعات اخیر میں ہیں ان پر مد اس وقت ہے جب اس پر وقف کریں اور اگر مابعد سے ملا کر پڑھیں تو پھر مد کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں جیسے سورۂ آل عمران میں الٓمّٓ کے میم کو اگر اللہ سے ملا کر پڑھیں تو مد کرنے نہ کرنے کا اختیار ۲؎ ہے۔

قاعدہ (۶) :

اگر حرفِ مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سکون ہو گیا ہو (اور یہ ساکن مقابل ہے اس ساکن کا جو قاعدہ نمبر ۳ کے شروع میں مذکور ہوا ہے) تو اس مدہ پر مد کرنا جائز ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے لیکن کرنا بہتر ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ پر اور اس کو مد وقفی اور مد عارض بھی کہتے ہیں اور یہ مد تین ۳؎ الف کے برابر ہے اور اس کو طول بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ دو الف کے برابر مد کریں اور اس کو توسط کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ بالکل مد نہ کریں یعنی ایک ہی الف کے برابر پڑھیں کہ اس سے کم میں حرف ہی نہ رہے گا (آگے تنبیہ سوم دیکھو) اس کو قصر کہتے ہیں اور اس میں افضل طول ہے پھر توسط پھر قصر اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان تینوں میں سے جو طریقہ اختیار کرو ختم تلاوت تک اسی کے موافق کرتے چلے جاؤ ایسا نہ کرو کہ کہیں طول کہیں قصر کہ یہ بد نما ہے اور یہ مد بھی مد جائز کی ایک قسم ہے اور جہاں خود مدہ پر وقف ہو وہاں یہ مد نہیں ہوتا جیسے بعض لوگ غَفُوْرًا ؁ شَكُوْرًا ؁ پر وقف کر کے مد ۴؎ کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔

۱؎ طول افضل ہے ابن مجاہد اور اکثر اکابر اہل ادا کا یہی مذہب ہے۔ توسط بھی جائز ہے بلکہ ابن غلبون، مکی اور ایک جماعت یہی پسند کرتے ہیں اور قصر بھی جائز ہے۔ (نہایۃ القول المفید ص ۱۳۰) ۲؎ طول اور قصر صرف دو وجہ جائز ہیں، توسط نہایت ضعیف ہے۔ (نہایۃ القول المفید ص ۱۳۰) ۳؎ یعنی طول بقدر چھ حرکات اور توسط بقدر چار حرکات اور قصر بقدر دو حرکت، یاد رہے کہ متصل و منفصل میں توسط ہوتا ہے اور مد لازم کی چاروں قسموں میں صرف طول ہوتا ہے اور مد عارض وقفی اور مد لین عارض میں طول، توسط، قصر تینوں جائز ہیں۔ ۴؎ یعنی الف کو اسکی مقدار اصلی سے زیادہ کھینچتے ہیں جو صحیح نہیں نیز یاد رہے کہ ایسے موقع پر بعض لوگ الف کے بعد ہمزہ یا ہا نکالتے ہیں جو غلط ہے۔

تنبیہ (۱) :

مد عارض جس طرح مدہ پر جائز ہے اسی طرح لین پر بھی جائز ہے یعنی واؤ ساکن جس سے پہلے زبر ہو اور یاء ساکن جس سے پہلے زبر ہو- (دیکھو لمعہ ۵ نمبر ۱۳) جیسے وَالصَّيْفِ پر یا مِنْ خَوْف پر وقف کریں اور جس طرح مد یعنی طول جائز ہے اسی طرح توسط اور قصر بھی مگر اس میں افضل قصر ہے پھر توسط پھر طول اور اس مد کو مد عارض لین کہتے ہیں-

تنبیہ (۲) :

حرفِ لین کے متعلق ایک قاعدہ (لمعہ نمبر ۱۱ قاعدہ نمبر ۵ تنبیہ نمبر ۱) میں بھی گذرا ہے دیکھ لو کیونکہ وہاں حروف مقطعہ میں سے جو عین ہے اس کی یاء حرفِ لین ہے-

تنبیہ (۳) :

یہاں تک جتنی قسمیں مد کی مذکور ہوئیں یہ سب مد فرعی [۱] کہلاتی ہیں یعنی چونکہ اصل حرف سے زائد ہیں اور ایک مد اصلی ہے اور اس کو ذاتی اور طبعی بھی کہتے ہیں یعنی الف اور واؤ اور یاء کی اتنی مقدار کہ اگر اس سے کم پڑھیں تو وہ حرف ہی نہ رہے بلکہ زبر یا پیش یا زیر رہ جائے اور اس کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے-

قاعدہ (۷) :

یہ قاعدہ حروفِ مدہ سے صرف الف کے متعلق ہے وہ یہ کہ الف خود باریک پڑھا جاتا ہے لیکن اس سے پہلے اگر کوئی حرف پُر ہو یعنی یا تو حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو جن کا بیان لمعہ نمبر ۵ صفت نمبر ۵ میں گذر چکا ہے یا حرف راء ہو جو کہ مفتوح ہونے سے پُر ہو جائے گی یا پُر لام ہو جیسے لفظ اللّٰہ کا لام ہے جب کہ اس سے پہلے زبر یا پیش ہو تو ان صورتوں میں الف کو بھی موٹا پڑھیں گے-

---

[۱] حروفِ مدہ کا بیان چونکہ بالکل شروع میں آچکا ہے مصنف صاحبؒ نے اس کو بعد میں بیان کیا اور نہ اس کا بیان پہلے ہونا چاہیے تھا- مد اصلی یا مد ذاتی یا مد طبعی کی تعریف اس طرح کیجئے کہ حرفِ مد کے بعد ہمزہ یا سکون یا تشدید نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اس کی اصلی مقدار میں پڑھنا اور مد فرعی یہ کہ حرفِ مد کے بعد کسی سبب ((۱) ہمزہ (۲) سکون (۳) تشدید) کے ہونے کی وجہ سے اس کو اس کی اصلی مقدار سے زیادہ بڑھا کر پڑھنا، جس کی نو قسمیں آپ نے اوپر پڑھیں-

اور جاننا چاہیے کہ ان حرفوں کے پُر ہونے میں بھی تفاوت ۱ ہے تو ویسا ہی تفاوت اس الف کے پُر ہونے میں بھی ہوگا جو ان حرفوں کے بعد آیا ہے سو سب سے زیادہ پُر تو اسم **اللّٰه** کا **لام** ہے اس کے بعد طآء اس کے بعد صاد اور ضاد انکے بعد ظا اس کے بعد قاف اس کے بعد غین، اور خآء ان کے بعد رآء ۲ (حقیقۃ التجوید ص ۲۹)

بارہواں لمعہ

ہمزہ کے قاعدوں میں

اس کے بعض قاعدے تو بدون عربی پڑھے سمجھ میں نہیں آسکتے اس لیے صرف دو موقع کے قاعدے لکھے دیتا ہوں کہ سب قرآن پڑھنے والوں کو اس کی ضرورت ہے۔

قاعدہ (۱) :

چوبیسویں پارے کے ختم کے قریب ایک آیت میں یہ آیا ہے ءَ اَعۡجَمِیٌّ سو اس کا دوسرا ہمزہ ذرا ۳ نرم کر کے پڑھو۔ اس کو تسہیل ۴ کہتے ہیں۔

---

۱ حروفِ مفخمہ کل دس ہوئے سات حروفِ مستعلیہ جن کی تفخیم اصلی ہے اور تین (۱) لام اسم الجلالہ (۲) راء اور (۳) الف کہ جن کی تفخیم عارضی ہے کہ کبھی ہوگی اور کبھی نہ ہوگی جیسا کہ تینوں کے قواعد اپنے اپنے مقام پر گذرے، حضرت مولفؒ نے حرفوں کے پُر ہونے میں جو تفاوت بیان کیا ہے اس کو "حروفِ مفخمہ میں مراتب" سے تعبیر کرتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ ہے جس کو یہاں بیان نہیں کیا گیا "تفخیم میں مراتب" اس کی تشریح یہ ہے کہ حرفوں کی تفخیم کا ظہور سب سے زیادہ اس وقت ہوتا ہے جب حرفِ مفخم مفتوح ہو اور اس کے بعد الف ہو جیسے طَائِ اس کے بعد جیسے ضَلَالٍ اس کے بعد مضموم جیسے قُرِئَ اس کے بعد مکسور جیسے ظِلٍّ اور ساکن مفخم ما قبل کی حرکت کے تابع ہوتا ہے۔ ۲ وفیھا فاذا وقع بعدھا (ای الحروف المفخمۃ) الف فخم الالف لانہ تابع لماقبلہ بخلاف اختیھا فانہ اذا وقع بعدھا واوٌ ویاءٌ فلا یؤثر تفخیمھا فیھا الخ۔ منہ ۳ یعنی الف اور ہمزہ کے درمیان ادا کرو نہ پوری طرح جھٹکے سے ادا ہو جس کو تحقیق کہتے ہیں اور نہ مثل الف بالکل نرمی سے ادا ہو۔

۴ یہ تسہیل واجب ہے اور چھ کلمات ءٰٓالۡـٰٔنَ دو جگہ سورۂ یونس میں ءٰٓاللّٰهُ ایک یونس میں اور ایک جگہ سورۂ نمل میں اور ءٰٓالذَّكَرَيۡنِ دو جگہ سورۂ انعام میں دوسرے ہمزہ کو بجائے الف پڑھنے کے تسہیل سے بغیر مد کے ادا کرنا بھی جائز ہے۔ ان چھ کلمات میں تسہیل جائز ہے۔ باقی تمام قرآن میں ہر جگہ ہمزہ کو تحقیق سے پڑھنا ضروری ہے۔

قاعدہ (۲) :

سورۂ حجرات کے دوسرے رکوع میں یہ آیا ہے بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ سو اس کو اس طرح پڑھو کہ بِئْسَ کے سین پر تو زبر پڑھو اور اس کو بعد کے کسی حرف سے نہ ملاؤ پھر لام جو اس کے بعد لکھا ہے اس کو زیر دے کر بعد کے سین سے ملادو پھر میم کو اگلے لام سے ملادو خلاصہ یہ ہے کہ الِاسْمُ کے لام سے آگے پیچھے جو دو ہمزہ بشکل الف لکھے ہیں ان کو بالکل مت پڑھو۔

تیرھواں لمعہ

(وقف[۱] کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں)

اصل فنِ تجوید تو مخارج اور صفات کی بحث ہے جو بفضلہ تعالیٰ بقدر ضرورت اوپر لکھی گئی باقی اور تین علم اس فن کی تکمیل ہیں علمِ اوقاف[۲]، علم قرآءت[۳] علم رسم خط[۴] چنانچہ علم اوقاف کی ایک

---

[۱] وقف کے معنی ٹھہرنے کے ہیں اور اصطلاح میں اس کی تعریف ہے "کلمہ غیر موصول کے آخر میں سانس لے کر ٹھہرنا" یعنی پہلی بات تو یہ کہ وقف کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے۔ درمیان میں وقف کرنا صحیح نہیں مثلاً لفظ قَالُوْآ پر وقف کرنا تو صحیح ہے مگر قَا پر وقف صحیح نہیں۔ دوسری بات یہ کہ قرآن میں بعض جگہ کئی کئی لفظوں کو ملا کر لکھا ہے وہ عربی کے اعتبار سے اگرچہ کئی جدا جدا لفظ ہیں مگر ملا کر لکھے ہوئے ہونے کی وجہ سے ایک ہی لفظ کے حکم میں ہیں مثلاً اَیْنَمَا اگرچہ عربی کے اعتبار سے دو لفظ ہیں ایک اَیْنَ اور دوسرا مَا لیکن ملا کر لکھے ہوئے ہونے کی وجہ سے اَیْنَمَا کے الف پر تو وقف صحیح ہے مگر اَیْنَ کے نون پر وقف صحیح نہیں، ایسے کلمات کو موصول کہتے ہیں۔ [۲] علم اوقاف دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ایک یہ کہ وقف باعتبار معنی کے کہاں کرے؟ اسکا جواب آئندہ قاعدہ نمبر ۱ میں آرہا ہے دوسرے یہ کہ وقف کس طرح کرے؟ اسکا جواب آئندہ قواعد نمبر ۲، ۳، ۴ الی آخرہ میں آئیگا۔ [۳] علم تجوید اور علم قرآءت موضوع تو دونوں کا الفاظ قرآن ہیں فرق یہ ہے کہ تجوید میں حروف کے مخارج و صفات اور انکے حالات متفق علیہا سے بحث ہوتی ہے اور قرآءت میں احوال مختلف فیہا سے مثلاً حذف و اثبات، تحریک و تسکین، مد و قصر، فتح و امالہ، تحقیق و تخفیف وغیرہ۔ (شرح سبعہ قراءات ص ۱۱۰) [۴] یعنی حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں قرآن کی جو تحریر اور الفاظ کی جو شکل اختیار کی گئی اور قرآن لکھوا کر حضرت عثمانؓ نے جابجا بھجوائے اور اس تحریر پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہوا اس تحریر کے علم اور اسکے ضوابط و قواعد کو علم رسم خط کہتے ہیں۔ قرآن مجید اس طرز تحریر کے خلاف لکھنا جائز نہیں۔ تمام علمائے امت کا اس پر اجماع ہے یہ ایک وسیع فن ہے جس کو علم رسم خط کہتے ہیں۔

ایک بحث ۱؎ وقف کرنے کے قواعد ہیں۔

قاعدہ(۱) :

جو شخص معنیٰ نہ سمجھتا ہو اس کو چاہیے کہ انہیں مواقع پر وقف کرے جہاں قرآن میں نشان بنا ہوا ہے بلا ضرورت بیچ ۲؎ میں نہ ٹھہرے البتہ اگر بیچ میں سانس ٹوٹ جائے تو مجبوری ہے پھر اگر مجبوری سے ایسا ہو تو چاہیے کہ جس کلمہ پر ٹھہر گیا تھا۔ اس سے یا اوپر ۳؎ سے پھر لوٹا کر اور مابعد سے ملا کر پڑھے اور اس کا سمجھنا کہ اسی کلمہ سے پڑھوں یا اوپر سے بدون معنی سمجھے ہوئے مشکل ہے جب تک معنی سمجھنے کی لیاقت نہ ہو شبہ کے موقع میں کسی عالم سے پوچھ لے اور ایسی مجبوری کے وقف میں ایک اس کا خیال رہے کہ کلمہ کے بیچ میں وقف نہ کرے بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے اور یہ بھی جان لو کہ وقف کرنا حرکت پر غلط ہے جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں مثلاً کسی شخص کا سانس سورۂ بقرہ کے شروع میں بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ کے کاف پر ٹوٹ گیا تو اس وقت کاف کو ساکن کر دینا چاہیے زبر کے ساتھ وقف نہ کریں اسی طرح بے سانس توڑے وقف نہیں ہوتا جیسا بعض لوگ آیت کے ختم پر ساکن نون پڑھتے ہیں۔ مگر بے سانس توڑے دوسری آیت شروع کر دیتے ہیں یہ بھی بے قاعدہ ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی مجبوری میں جو کسی کلمہ پر وقف کرو تو وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اس کے موافق وقف کرو اگرچہ وہ دوسری طرح پڑھا جاتا ہو پڑھنے کے موافق وقف نہ کریں گے مثلاً اَنَا میں جو الف نون کے بعد ہے وہ ویسے تو پڑھنے میں نہیں آتا لیکن اگر اس کلمہ پر وقف کیا جائے گا تو پھر اس الف کو بھی پڑھیں گے اور پھر اُجب اس کلمہ کو لوٹائیں گے تو اس وقت چونکہ مابعد سے ملا کر پڑھیں گے اس لیے یہ الف نہ پڑھا جائے گا ان باتوں کو خوب سمجھ لو اور یاد رکھو اس میں بڑے بڑے حافظ غلطی کرتے ہیں۔

۱؎ والبحث الاخر اقسام الوقف من الحسن والقبیح و التام وغیرہ (جهد المقل) لم اذکرہ کالباقین لانها لا تتعلق بالتجوید۔ منہ

۲؎ یعنی ان نشانوں کے بیچ میں نہ ٹھہرے اور نشانوں کا یہ مطلب ہے کہ یا تو گول آیت پر ٹھہرے اور اس کو وقف مُنَزَّل بھی کہتے ہیں اور درمیان آیت میں جو م یا ط یا ج یا ز حروف ہوں یہ سب وقف کے نشان ہیں' ان نشانوں کے علاوہ کہیں ٹھہرے تو ماقبل سے لوٹا کر پڑھے۔ ۳؎ جہاں سے جملہ پوری طرح یا فی الجملہ شروع ہوتا ہو وہیں سے لوٹانا چاہیے۔ اسی لیے قاری کو کم از کم ابتدائی عربی اور ترجمہ قرآن سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔

تنبیہ :

قاعدہ مذکورہ کے اخیر میں جو لکھا گیا ہے کہ وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اس کے موافق وقف ۱؎ کرو اس قاعدہ سے یہ الفاظ مستثنیٰ ہیں اَوْ یَعْفُوَا سورۂ بقرہ کے اکتیسویں رکوع میں اور اَنْ تَبُوْٓءَا سورۂ مائدہ کے پانچویں رکوع میں اور لِتَتْلُوَا سورۂ رعد کے چوتھے رکوع میں اور لَنْ نَّدْعُوَا سورۂ کہف کے دوسرے رکوع میں اور لِیَرْبُوَا سورۂ روم کے چوتھے رکوع میں اور لِیَبْلُوَا سورۂ محمدؐ کے اول رکوع میں اور نَبْلُوَا سورۂ محمدؐ کے چوتھے رکوع میں اور ثَمُوْدَا چار جگہ سورۂ ہود اور سورۂ فرقان اور سورۂ عنکبوت اور سورۂ نجم میں اور دوسرا قَوَارِیْرَا سورۂ دہر کے پہلے رکوع میں- ان سب الفاظ میں الف کسی حال میں نہیں پڑھا جاتا نہ وصل میں نہ وقف میں اور لفظ لٰکِنَّا خاص سورۂ کہف میں اور اَلظُّنُوْنَا اور اَلرَّسُوْلَا اور اَلسَّبِیْلَا یہ تینوں سورۂ احزاب میں اور سَلٰسِلَا اور پہلا قَوَارِیْرَا یہ دونوں سورۂ دہر میں اور لفظ اَنَا جہاں کہیں آئے تمام قرآن میں ان تمام لفظوں میں بحالتِ وصل الف نہیں پڑھا جاتا اور حالتِ وقف میں الف پڑھا جاتا ہے مگر خاص لفظ سَلٰسِلَا کو حالتِ وقف میں بدون الف پڑھنا بھی مروی ہے یعنی سَلٰسِلَ-

قاعدہ (۲) :

جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات ۲؎ بتلانے کی نہیں اور اگر وہ متحرک ہے تو اس پر وقف کرنے کے تین طریقے ہیں، ایک تو یہی جو سب جانتے ہیں کہ اس کو ساکن

۱؎ اسی لیے کہا گیا کہ وقف رسم الخط کے تابع ہوتا ہے مثلاً گول ۃ جو بصورت ھا ہوتی ہے اس کو وقف میں ہ پڑھتے ہیں- دو زبر کی تنوین بصورت الف لکھی ہوتی ہے اس لیے اس کو الف سے بدل کر وقف کرتے ہیں، بخلاف اس کے زیر اور پیش کی تنوین کے ساتھ کوئی حرف لکھا ہوا نہیں ہوتا لہٰذا وقف میں تنوین کا نون حذف ہوتا ہے- لفظ کَاَیِّنْ میں نون پڑھا گیا حالانکہ نون تنوین ہے کیونکہ لکھا ہوا ہے- بِہٖ، لَہٗ وغیرہ میں ھا کو ساکن کر کے وقف کیا گیا اور کھڑی زیر یا الٹا پیش سے پیدا ہونے والا حرفِ مد نہیں پڑھا کیونکہ یہ حروف لکھے ہوئے نہیں- غرض یہ اصول کہ وقف تابع رسم خط ہوتا ہے انتہائی وسیع اصول ہے جس کی تفصیلات بڑی کتابوں میں ہیں-

۲؎ یعنی اس ساکن کو وقف میں بھی ساکن ہی پڑھا جائے گا البتہ وقف کا اثر یہ ہوگا کہ سانس لیا جائے گا مثلاً فَارْغَبْ، وَانْحَرْ، فَحَدِّثْ، مِنْھُمْ، لَھُمْ وغیرہ-

کر دیا

کر دیا ۱ جائے' دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پر جو حرکت ہے اس کو بہت خفیف سا ظاہر کیا جائے اس کو روم کہا جاتا ہے اور انداز اس کا حرکت کا تہائی حصہ ہے اور یہ زبر میں نہیں ہوتا ہے صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے' جیسے بِسۡمِ اللّٰهِ کے ختم پر میم پر بہت ذرا سا زیر پڑھ دیا جائے کہ جس کو بہت پاس والا سن سکے یا نَسۡتَعِیۡنُ کے نون پر ایسا ہی ذرا ۲ پیش پڑھ دیا جائے اور رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کے نون پر چونکہ زبر ہے یہاں ایسا نہ کریں گے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس حرکت کا اشارہ صرف ہونٹوں سے کر دیا جائے یعنی پڑھا بالکل ۳ نہ جائے بلکہ اس حرکت کے ظاہر پڑھنے کے وقت ہونٹ جس طرح بن جائے اسی طرح ہونٹوں کو بنا دیا جائے اور اس حرف کو بالکل ساکن ہی پڑھا جائے اور یہ اشمام کہلاتا ہے اور اس کو پاس والا بھی نہیں سن سکتا کیونکہ اس میں حرکت زبان سے ادا ہوئی نہیں البتہ آنکھوں والا پڑھنے والے کے ہونٹ دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ اس نے اشمام کیا ہے اور اشمام صرف پیش میں ہوتا ہے اور زبر زیر میں نہیں ہوتا مثلاً نَسۡتَعِیۡنُ کے نون پر پیش ہے اس پیش کو پڑھا تو بالکل نہیں نون کو بالکل ساکن پڑھا مگر ہونٹوں کو نون ادا کرنے کے وقت ایسا بنا دیا جیسا پیش پڑھنے کے وقت بن جاتے ہیں یعنی ذرا چونچ سی بنا دی۔

قاعدہ (۳):

جس کلمہ کے اخیر میں تنوین ہو وہاں بھی رَوم جائز ہے مگر حرکت ظاہر کرنے کے وقت تنوین کا کوئی حصہ ۴ ظاہر نہ کیا جائے گا۔ (تعلیم الوقف حضرت قاری عبداللہ صاحب مکیؒ)

---

۱ اور وقف میں اصل اور عام طریقہ یہی ہے جس طرح ابتدا بالسکون نہیں ہوتی اسی طرح وقف بالحرکت نہیں ہوتا اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حرکتِ کاملہ پر وقف صحیح نہیں' وقف بالسکون کے متعلق بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ واجب شرعی ہے جس کے فعل پر ثواب اور ترک پر عتاب ہوتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ محض ایک فنی اور اصطلاحی ہے قاری کیلئے اس کا ترک کرنا اور حرکت کاملہ پر وقف کرنا نہایت قبیح اور لائق تعزیر ہے۔ (نہایۃ القول المفید ص ۲۰۵)

۲ ذرا سا زیر یا پیش کا مطلب یہ ہے کہ حرکت کی ادا میں آواز پست کی جائے' صحیح ادائیگی استاذِ مشاق سے سن کر ہی آسکتی ہے۔

۳ یعنی حرف موقوف علیہ (کلمہ کا وہ آخری حرف جس پر وقف کرتے ہیں) ساکن پڑھا جائے اور فوراً بعد اِنۡضِمَامِ شَفَتَیۡن سے ضمہ کی طرف اشارہ کیا جائے۔

۴ یعنی پست آواز میں ایک پیش یا ایک زیر پڑھا جائے گا مثلاً اَحَدٌ، مِنۡ

قاعدہ (۴) :

تاءٓ جو کہ ۃ کی شکل میں گول لکھی ^۱ جاتی ہے مگر اس پر نقطے بھی دیئے جاتے ہیں اگر ایسی تاء پر وقف ہو تو وہاں دو باتوں کا خیال رکھو ایک تو یہ کہ اس کو ہ کے طور پر پڑھو دوسرے یہ کہ وہاں رَوم اور اشمام مت کرو۔ (تعلیم الوقف)

قاعدہ (۵) :

رَوم اور اِشمام حرکت عارضی پر نہیں ہوتا جیسے وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ میں کوئی شخص لَقَدْ پر وقف کرنے ^۲ لگے تو دال کو ساکن پڑھنا چاہیے اس کے زیر میں رَوم نہ کریں کیونکہ عارضی ہے (تعلیم الوقف) اور اس کو بھی عربی والے جان سکتے ہیں تم کو جہاں جہاں شبہ ہو کسی عالم سے پوچھ لو۔

قاعدہ (۶) :

جس کلمہ پر وقف کرو اگر اس کے اخیر حرف پر تشدید ہو تو رَوم اور اشمام میں تشدید ^۳ بدستور باقی رہے گی۔ (تعلیم الوقف)

---

^۱ گول تاءٓ بشکل ۃ کو تاءِ مُدَوَّرہ کہتے ہیں اور لمبی ہو تو تاءِ مجرورہ یا طویلہ کہلاتی ہے اول کی مثال اَلْجَنَّةُ، اَلْمَلٰٓئِكَةُ، اَلْقِبْلَةَ، اَلْبَرِيَّةِ وغیرہ دوسری کی مثال وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ، اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ، اِمْرَاَتُ الْعَزِيْزِ وغیرہ اس دوسری قسم کی تاءٓ کو وقف میں تاءٓ ہی پڑھتے ہیں اور روم واشمام ہو سکتا ہے اور پہلی پر صرف ھاء ساکنہ سے بدل کر ہی وقف کر سکتے ہیں۔

^۲ اسی طرح وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کی میم پر روم یا اشمام نہیں ہو سکتا کیونکہ اصل میں میم ساکن ہے اور ضمہ عارضی ہے صرف وقف بالاسکان ہوگا۔

^۳ وہ مشدد حرف کہ جس میں غنہ نہیں ہوتا (غیر نون و میم) اس میں تشدید کی ادائیگی میں سرعت ہوتی ہے مثلاً وَتَبَّ٥ بِالْحَقِّ ط اَلْمَفَرُّ٥ فَظَلَّ ط صَوَآفَّ ط وغیرہ ان موقوف علیہ مشدد میں حالت وقف بھی بس اتنی ہی دیر لگائے جتنی کہ وصل میں اور جس حرف مشدد میں غنہ ہو تو غنہ کی وجہ سے اس میں تراخی اور مہلت ہوتی ہے جیسے مِنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ ط وَلَا جَآنٌّ ٥ وغیرہ اسی طرح واوِ مشدد اور یاءِ مشدد موقوف علیہ ہوں تو وقف میں خیال رکھنا چاہیے کہ مشدد ادا ہوں، مدہ نہ ہو جائیں مثلاً عَدُوٌّ ط مِنْ نَّبِيٍّ ط (نہایۃ القول المفید)

قاعدہ (۷) :

جس کلمہ پر وقف کیا جائے اگر اس کے اخیر حرف پر زبر کی تنوین ہو تو حالتِ وقف میں اس تنوین ۔۱ کو الف سے بدل دیں گے جیسے کسی نے فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً پر وقف کیا تو اس طرح پڑھیں گے نِسَآءَا۔

قاعدہ (۸) :

جس مدوقفی کا بیان گیارہویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۶ میں ہوا ہے اگر روم کے ساتھ وقف کیا جائے تو اس وقت وہ مد نہ ہوگا مثلاً اَلرَّحِيْمِ یا نَسْتَعِيْنُ میں اگر پیش یا زیر کا ذرا سا حصہ ظاہر کریں تو پھر مد ۔۲ نہ کریں گے۔ (تعلیم الوقف)

چودہواں لمعہ

(فوائد متفرقہ ضروریہ کے بیان میں)

اور گو ان میں سے بعض بعض فوائد اوپر بھی معلوم ہو گئے ہیں مگر چونکہ دوسرے مضامین کے ذیل میں بیان ہوئے تھے شاید خیال نہ رہے اس لیے ان کو پھر لکھ دیا اور زیادہ تر نئے فائدے ہیں۔

فائدہ (۱) :

سورۂ کہف کے پانچویں رکوع میں ہے لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ یعنی لٰكِنَّا میں الف لکھا ہے مگر یہ پڑھا نہیں جاتا البتہ اگر اس پر کوئی وقف کردے تو اس وقت پڑھا جائے گا۔

فائدہ (۲) :

سورۂ دہر کے شروع میں ہے سَلٰسِلَا۟ یعنی دوسرے لام کے بعد بھی الف لکھا تو ہے مگر یہ بھی پڑھا نہیں جاتا البتہ وقف کی حالت میں الف کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح درست ہے۔ اور پہلے لام کے بعد جو

۔۱ اور زبر کی تنوین میں ہر جگہ یہی قاعدہ ہے مثلاً اَفْوَاجًا o عَلِيْمًا o جُزْءًا o سَوَآءً وغیرہ البتہ اس اصول سے تاءِ مدورہ یعنی گول تاء مستثنیٰ ہے کہ اس کو بہر صورت هاءِ ساکنہ سے بدلا جاتا ہے مثلاً حَسَنَةً ط رَحْمَةً ط مَوْعِظَةً ط وغیرہ ۔۲ یعنی مدعارض وقفی کے اصول سے اس میں اب طول یا توسط کرنا صحیح نہیں بلکہ مثل وصل کے صرف قصر کریں گے کیونکہ مد کا سبب سکون ہوتا ہے اور روم کی وجہ سے وہ نہیں رہا لہٰذا مد بھی نہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ روم حرکت میں داخل ہے اور اشمام سکون میں داخل ہے۔

الف ~~۱~~ لکھا ہے وہ ہر حال ~~۲~~ میں پڑھا جاتا ہے۔

فائدہ (۳):

اسی سورۂ دہر میں وسط کے قریب قَوَارِيْرَا قَوَارِيْرَا دو دفعہ ہے اور دونوں کے اخیر میں الف لکھا ہے سو ان کا قاعدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ تو کسی حال میں الف نہیں پڑھا جاتا خواہ وقف ہو یا نہ ہو اور پہلی جگہ اگر وقف کرو تو الف پڑھا جائے گا اور وقف نہ کرو تو الف نہیں پڑھا جائے گا اور زیادہ عادت یہ ہے کہ پہلی جگہ کو وقف ~~۳~~ کرتے ہیں دوسری جگہ نہیں کرتے تو اس صورت میں پہلی جگہ الف پڑھو دوسری جگہ مت پڑھو۔

فائدہ (۴):

قرآن میں ایک جگہ امالہ ہے یعنی سورۂ ہود میں جو بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا ہے اس کا بیان لمعہ ۸ قاعدہ نمبر ۴ میں دیکھ لو۔

فائدہ (۵):

سورۂ حٰم السجدہ میں ایک جگہ تسہیل ہے ءَاَعْجَمِيٌّ اس کا بیان بارہویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۱۰ میں گذرا ہے دیکھ لو۔

فائدہ (۶):

سورۂ حجرات میں بِئْسَ الِاسْمُ میں اَلِاسْمُ کا ہمزہ نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس کے لام کو اس کے سین سے ملا دیتے ہیں اس کا بیان بھی بارہویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۲ میں گذرا ہے۔

فائدہ (۷):

لَئِنْ بَسَطْتَّ اور اَحَطْتُّ اور مَافَرَّطْتُّمْ اور مَافَرَّطْتُّ میں ادغام ناتمام ہوتا ہے یعنی طاء کو تاء کے ساتھ ملا کر مشدد کر کے اس طرح پڑھا جائے کہ طاء اپنی صفت استعلاء و اطباق کے ساتھ بدون قلقلہ کے پُر ادا ہو اور تاء باریک ادا ہو اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں بہتر ~~۴~~ یہی ہے کہ پورا ادغام کیا جائے یعنی قاف بالکل نہ پڑھا

~~۱~~ قرآن کے رسم خط میں پہلے لام کے بعد الف نہیں لکھا ہوا ہے بلکہ اس پر کھڑا زبر ہے گویا موصول لکھا ہوا ہے اس طرح سَلٰسِلَا۔ ~~۲~~ کیونکہ یہ کلمہ کا درمیان ہے اور درمیان کلمہ پر وقف صحیح نہیں ہوتا۔ ~~۳~~ کیونکہ وقف کا نشان یعنی گول آیت پہلے قَوَارِيْرَا ۝ پر ہی ہے لہذا وقف بھی اسی پر کرنا مناسب ہے۔

~~۴~~ ویجوز الناقص ایضا وھو ان یبقی بعض صفات المدغم۔ منہ

جائے بلکہ قاف کو کاف سے بدل کر اور دونوں کو ملا کر مشدد کر کے پڑھا جائے --- ۱

فائدہ (۸) :

نٓ وَ الْقَلَمِ اور یٰسٓ وَ الْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ میں نٓ اور سین کے بعد جو واؤ ہے یَرْمَلُوْنَ کے قاعدہ کے موافق جس کا ذکر دسویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۳ میں آچکا ہے اس واؤ میں ادغام ہونا چاہیے مگر ادغام نہیں کیا جاتا --- ۲

فائدہ (۹) :

سورۂ یوسف کے دوسرے رکوع میں ہے لَا تَأْمَنَّا اس میں نٓ پر اشمام --- ۳ کیا کرو۔

فائدہ (۱۰) :

قرآن مجید میں کہیں کہیں سکتہ لکھا ہوا پاؤ گے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ذرا ٹھہر جاؤ مگر سانس مت توڑو اور باقی سب قاعدے اس میں وقف کے سے جاری ہوں گے مثلاً سورۂ قیامہ میں ہے مِنْ سکتہ رَاقٍ تو یَرْمَلُوْنَ کے موافق مِنْ کا نون' ر میں ادغام ہو جاتا ہے مگر ادغام نہیں ہوا کیونکہ جب سکتہ کو بجائے وقف کے سمجھا تو گویا نونٓ اور راءٓ میں اتصال نہیں رہا اس لیے ادغام نہیں ہوا۔ اسی طرح سورۂ کہف میں ہے عِوَجًا٥ سکتہ قَیِّمًا تو اگر عِوَجًا پر وقف نہ کریں اور مابعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفاء نہیں ہو گا بلکہ زبر کی تنوین کو الف سے بدل کر سکتہ کیا جائے گا اور تمام قرآن شریف میں حفص کی روایت میں کل سکتے چار ہیں ایک سورۂ قیامہ میں دوسرا سورۂ کہف میں جو کہ مذکور ہوئے۔ تیسرا سورۂ یٰس میں مِنْ مَّرْقَدِنَا کے الف پر جب کہ مابعد سے ملا کر پڑھا جائے اور چوتھا سورۂ مُطَفِّفِیْنَ میں کَلَّا بَلْ کے لام ساکن پر بس ان کے سوا سورۂ فاتحہ وغیرہ میں کہیں سکتہ نہیں۔

فائدہ (۱۱) :

قرآن میں جہاں پیش آئے اس کو واؤ معروف کی سی بُو دے کر پڑھو اور جہاں زیر آئے اس کو یائے معروف کی سی بُو دے کر پڑھو ہمارے ملک میں پیش کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ مجہول پیدا ہوتی ہے۔

---

۱ اور یہ ادغام تام کہلاتا ہے اور ادغام ناقص مثل بَسَطْتَّ وغیرہ کے بھی جائز ہے یعنی قافؔ بغیر قلقلہ کے قاف ہی پڑھا جائے اور کاف کو باریک ادا کیا جائے --- ۲ عند حفصؒ - منہ

۳ اختیارہ لانہ سھل علی الاطفال ویجوز الروم ایضا لاتامننا' ولا یجوز الادغام المحض - منہ

اور زیر کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دو تو یائے مجہول پیدا ہوتی ہے تو یہ بات عربی زبان کے خلاف ہے ایسا مت کرو بلکہ پیش کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ معروف پیدا ہو اور زیر کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو یائے معروف پیدا ہو اور زیر اور پیش کے اس طرح ادا ہونے کو ماہر استاد سے سن لو لکھا ہوا دیکھنے سے سمجھ میں شاید نہ آیا ہو۔

فائدہ (۱۲):

جب واؤ مشدد یا کہ یاء مشدد پر وقف ہو تو ذرا سختی سے تشدید کو بڑھانا چاہیے تاکہ تشدید باقی رہے جیسے عَدُوٌّ اور عَلَى النَّبِيِّ ۔

فائدہ (۱۳):

سورۂ یوسف میں ہے وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۔ اور سورۂ اقراء میں ہے لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ اگر وَلَيَكُوْنًا اور لَنَسْفَعًا پر وقف کرو تو الف سے پڑھو یعنی تنوین [۱] مت پڑھو۔

فائدہ (۱۴):

چار لفظ قرآن مجید میں ہیں کہ لکھے تو جاتے ہیں صاد سے اور اس صاد پر چھوٹا سا سین بھی لکھ دیتے ہیں اس کا قاعدہ سمجھ لو ایک تو سورۂ بقرہ میں ہے يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ دوسرا سورۂ اعراف میں فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ان دونوں جگہ میں سین پڑھو، تیسرا سورۂ طور میں اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ اس میں چاہے سین پڑھو چاہے صاد پڑھو، چوتھا سورۂ غاشیہ میں بِمُصَيْطِرٍ اس میں صاد پڑھو۔

فائدہ (۱۵):

کئی مواقع قرآن مجید میں ایسے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لا اور پڑھا جاتا ہے لَ پڑھتے وقت ان کا بہت خیال رکھو ایک سورۂ عمران میں لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ دوسرا سورۂ توبہ میں وَلَا اَوْضَعُوْا تیسرا سورۂ نمل میں اَوْلَا اذْ بَحَنَّهٗ چوتھا وَالصّٰٓفّٰتِ میں لَاِلَى الْجَحِيْمِ پانچواں سورۂ حشر میں لَاَ اَنْتُمْ اَشَدُّ اسی طرح سورۂ آل عمران کے پندرھویں رکوع میں لکھا ہوا ہے اَفَائِنْ اور پڑھا جاتا ہے اَفَئِنْ اور چند مقامات میں لکھا ہوا تو ہے مَلَائِهٖ اور پڑھا جاتا ہے مَلَئِهٖ اور سورۂ کہف کے چوتھے رکوع میں لکھا ہوا تو ہے لِشَايْءٍ اور پڑھا جاتا ہے لِشَيْءٍ اور بعض جگہ لکھا ہوا ہے نَبَائِ اور پڑھا جاتا ہے نَبَإِ۔

---

[۱] وان كان خلاف القياس لانها نون خفيفة لكن الوقف يكون تابعا للرسم — منہ

تنبیہ:

مذکورہ قاعدے اکثر تو وہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں اور جن میں اختلاف ہے میں نے امام حفص ~۱ رحمتہ اللہ علیہ کے قواعد لکھے ہیں جن کی روایت کے موافق ہم لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور انہوں نے قرآن مجید حاصل کیا ہے امام عاصم ~۲ تابعی سے اور انہوں نے زِرّبن حُبَیْش اَسَدی ~۳ اور عبد اللہ بن حبیب سُلَمِیؒ ~۴ سے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور ان سب حضرات نے جناب رسول مقبول ﷺ سے۔

خاتمہ

چاند کا پورا لمعہ بھی چودہویں رات کو ہوتا ہے اور یہاں بھی چودہویں لمعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہوگئے اس لیے یہاں پہنچ کر رسالہ کو ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول فرمائے۔ طالب علموں سے خصوص بچوں سے خصوص قدوسیوں ~۵ سے رضائے مولیٰ کی دعا کا طالب ہوں۔

اشرف علی عفی عنہ ۵ صفر ۱۳۳۳ھ

~۱ ابو عمرو حفص بن سلیمان بن مغیرہ اسدی کوفی بزّاز: (دوزاء کے ساتھ) ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ھ میں وفات ہوئی۔ ان کے والد صاحب کی وفات کے بعد والدہ صاحبہ نے امام عاصم رحمہ اللہ سے نکاح کر لیا تھا لہٰذا ان کی پرورش و تربیت امام عاصمؒ کے زیر سایہ شفقت ہوئی۔ (نشر ص ۱۵۶) ابن معینؒ کہتے ہیں حفصؒ قرآءتِ عاصم کے اندر اَعْلَمُ النَّاس تھے یعنی قرآءت عاصم کی اصح روایت وہ ہے جو حفص نے روایت کی ہے علامہ ذہبیؒ کہتے ہیں۔ قرآءت میں ثقہ، ضابط اور ثبت تھے امام عاصمؒ سے متعدد مرتبہ قرآن پڑھا نیز متعدد دیگر شیوخ سے اکتساب کیا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ تجارتِ پارچہ میں شریک تھے اگرچہ قرآءات سبعہ بلکہ عشرہ متواترہ ہیں اور سبعہ کے خلاف تو کبھی کسی نے ایک حرف بھی نہیں کہا بلکہ حرمین اور بصرہ کی قرآءات خالص قرشی ہونے کی وجہ سے ایک خاص امتیاز رکھتی ہیں مگر یہ قبولیت خداداد ہے کہ صدیوں سے مکاتب و مدارس میں صرف روایت حفصؒ پڑھائی جاتی ہے اور روئے زمین پر ایک ہزار حفاظ میں سے تقریباً نو سو ننانوے آدمیوں کو صرف یہی روایت یاد ہے اور ایسا شاید کوئی نہ ہو جس نے یہ روایت نہ پڑھی ہو ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ علی رغم نحات کہ یہ قرآءت مُرَوَّج ہی نہ ہونی چاہیے تھی کیونکہ نحات ہمزتین کی تحقیق کی وجہ سے قرآءت عاصم پر اعتراض کرتے تھے۔ (مقدمہ شرح سبعہ قرآءات از قاری ابو محمد محی الاسلام پانی پتی ص ۳۸) (بقیہ آئندہ صفحہ)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) :

(گذشتہ سے پیوستہ)۔ ۲ ابو بکر عاصم ابن ابی النجود (والد کا نام) وابن بہدلہ (والدہ کا نام) اَسَدی کوفی : آپ نے شیخ القراء امام ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ سُلَمی نابینا شیخ القراء کوفہ، شیخ القراء امام ابو مریم زِرّ بن حُبَیش بن حبّاشہ بن اوس اَسَدی اور شیخ القراء ابو عمر سعد بن الیاس شیبانی کوفیین سے قرآن پڑھا، یہ تینوں حضرات کبار تابعین میں سے ہیں اور بلاواسطہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابیؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابتؓ کے شاگرد ہیں آپ خود بھی تابعی ہیں اور حضرت حارثؓ بن حسانؓ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فیض وبرکت حاصل کی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں عاصم صاحب قرآءت اور حماد صاحب فقہ تھے۔ میں عاصم کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ عجلی کہتے ہیں عاصم صاحب سنت وقرآءت ثقہ اور رئیس القراء تھے۔ ابو اسحٰق سبیعی بار بار کہتے تھے میں نے عاصم سے بہتر قاری نہیں دیکھا، عاصم سے زیادہ قرآن کا عالم کوئی نہیں۔ امام ابو عبدالرحمٰن کے بعد کوفہ کی ریاست قرآءت آپ پر منتہی ہوتی تھی آپ فصاحت وبلاغت، ضبط واتقان اور تجوید وتحریر کے جامع تھے طریقہ ادا اور لہجہ عجیب وغریب تھا خوش الحانی کی نظیر نہ تھی عابد وکثیر الصلوۃ تھے ۱۲۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی پچاس سال کے قریب مسند کوفہ پر جلوہ افروز رہے آپ کے شاگرد ابو بکر شعبہ کہتے ہیں وفات کے وقت آیت ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ بار بار پڑھتے تھے اور اس صفائی سے پڑھتے تھے گویا محراب میں قرآن سنا رہے ہیں۔ (رحمۃ اللہ علیہ) باعتبار طبقات ورجال آپ امام ابن عامر شامی کے بعد اور باقی سب سے مقدم ہیں (مقدمہ شرح سبعہ قراءات ص ۳۷) حضرت حفصؒ کے علاوہ آپ کی قرآءت کے راویوں میں عظیم الشان آئمہ وعلماء ہوئے ہیں، انہیں میں مفضل حماد اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمھم اللہ بھی ہیں (ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری، شرح شاطبیہ ص ۱۴)

۔ ۳ زِرّ (بالکسر وتشدید را) بن حُبَیش اَسَدی : ابو مریم کنیت ہے، یہ بزرگ مُخَضرَمی تھے یعنی انہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ لیکن مشرف باسلام آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہوئے۔ اسی لیے ان کو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت میں استفادہ کا بڑا موقعہ نصیب ہوا اور ان کے فیض نے ان کو جلیل القدر تابعی بنا دیا علامہ نوویؒ لکھتے ہیں وہ اکابر تابعین میں سے ہوئے ہیں اور ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء ج ا ص ۱۹۷) قرآن کے ممتاز قراء وعلماء میں سے تھے حدیث میں علامہ ذہبی ان کو ائمہ حفاظ میں سے لکھتے ہیں۔

آپ کے مشائخ صحابہ میں حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی، ابوذر غفاری، عبداللہ بن مسعود، عبدالرحمٰن بن عوف، عباس بن عبدالمطلب اور ابی بن کعب وغیرہ (رضی اللہ عنہم) تھے۔

ممتاز شاگردوں میں ابراہیم نخعی، عاصم بن ابی النجود، مِنہال بن عَمرو، عیسیٰ بن عاصم، عدی بن ثابت، امام شعبی اور

ابو اسحٰق شیبانی وغیرہ شہرت رکھتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۲۱)

وفات :— زِرّ بن حُبَیش نے طویل عمر پائی باختلاف روایت ۸۱ھ میں وفات ہوئی، وفات کے وقت ۱۲۲ سال عمر مبارک تھی۔ رحمہ اللہ (تہذیب)

۴۔ ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب سُلَمی نابیناؒ

کوفہ کے ممتاز قراء میں ان کا شمار تھا اور زندگی کا خاص موضوع کتاب اللہ ہی تھا۔ فن قرآءت میں حضرت علی کرم اللہ وجھہ اور اپنے والد صاحب سے کمال پیدا کیا۔ (ابن سعد ج ۶ ص ۱۱۹) حافظ ذہبیؒ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے علاوہ حضرت عثمانؓ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی تعلیم حاصل کی (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۰) قرآن کا درس دیتے تھے مگر اس کا کوئی معاوضہ نہ لیتے تھے عمرو بن حُریث کے لڑکے کو انہوں نے فن قرآءت میں تکمیل کرائی، عمرو بن حریث نے ان کی خدمت میں سواری کا اونٹ مع خوبصورت پالان کے بھیجا مگر انہوں نے یہ ہدیہ قبول نہیں کیا اور صاف کہلا دیا کہ ہم کتاب اللہ پر کوئی اجرت نہیں لیا کرتے ہیں۔ (ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۰) کامل چالیس سال تک مسجد میں قرآن کا درس دیا اور آپ کے بعد یہ مسند قرآءت امام عاصمؒ کو منتقل ہوئی۔ (تہذیب ج ۵ ص ۱۸۴) حدیث کے حافظ تھے۔

آپ کے مشائخ : حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت خالد بن ولید، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو درداء، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ہوئے ہیں۔

آپ کے ممتاز شاگرد : حضرت ابراہیم نخعی، حضرت علقمہ، حضرت سعد بن عُبیدہ، حضرت ابو اسحٰق، سعد بن جبیر، عطاء بن ثابت اور امام عاصم رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔

وفات : عبد الملک کے عہد خلافت ۷۳ھ کوفہ میں وفات پائی، حالت اعتکاف مسجد میں مستقل قیام فرماتے مرض الموت میں بھی مسجد میں ہی تھے، عطاء بن سائب نے جا کر عرض کیا خدا آپ پر رحم کرے، آپ اپنے بستر پر منتقل ہو جاتے تو اچھا تھا۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب تک مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ گویا نماز ہی کی حالت میں رہتا ہے، اور ملائکہ اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مسجد ہی میں مروں۔ (رحمہ اللہ) ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۱۔

علامہ عبد العظیم زُرقانی لکھتے ہیں کہ ابن حبیب سُلَمی حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے صاحبزادوں حضرت حسن و

حسین رضی اللہ عنہم کے جلیل القدر استاذ ہوئے ہیں۔ (مناہل العرفان ج ا ص ۴۵۱)

۵۔ بر صغیر میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے مشہور شیخ طریقت حضرت مولانا شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ (متوفی ۲۳ جمادی الآخرہ ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء) کے اولاد و احفاد قدوسی کہلاتے ہیں انہیں بعض بزرگوں کی فرمائش پر حضرت مؤلفؒ نے تجوید میں یہ رسالہ تحریر فرمایا "قدوسیوں" سے یہی حضرات مراد ہیں۔

اظہار احمد التھانویؒ

صدر شعبہ تجوید و قرآءت مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور
پروفیسر انٹر نیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔
ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ، ۱۹۷۲ء

تتمہ - چند مسائل

حرف ضاد :

زبان کی کروٹ سے یہ حرف ادا ہوتا ہے عربی زبان کے سوا دنیا کی تمام زبانوں میں یہ حرف نہیں۔ مخرج معلوم، صفات لازمہ مشہور مگر ادائیگی میں سخت اختلاف کن لوگوں میں؟ عوام میں نہ کہ محققین تجوید میں۔

حقیقت یہ ہے کہ زبان کی بائیں کروٹ والے حصے کو لمبا کر کے اوپر کی پانچوں داڑھوں ناجذ، طواحن اور ضاحک پر جما کر اس حرف کو اس طرح ادا کریں کہ آواز میں بلندی ہو (جہر کی وجہ سے) آواز جاری رہے (رخوت کی وجہ سے) منہ بھر کر خوب موٹائی کے ساتھ آواز نکلے (استعلاء واطباق کی وجہ سے) بسرعت ادا نہ ہو بلکہ جماؤ اور ٹھیراؤ کے ساتھ ہو (استطالت واصمات کی وجہ سے)

علامہ جزری کتاب تمہید میں فرماتے ہیں :

یہ حرف مشکل الاداء ہے۔ اسی لیے لوگوں میں مختلف قسم کی ادائیگی سننے میں آتی ہے لیکن بہت کم صحیح ادا کرتے ہیں۔ بعض لوگ ظاء معجمہ نکالتے ہیں کیونکہ ضاد اور ظاء صفت استطالت کے سوا باقی تمام صفات میں مشترک ہیں چنانچہ اکثر شامی لوگ ظاء ادا کرتے ہیں، لیکن ایسا کرنا غلط ہے اور لحن جلی ہے۔

مشہور امام النحو ابن جنی کتاب التنبیہ میں فرماتے ہیں کہ بعض عرب ضاد کو بعینہ ظاء نکالتے ہیں۔ جو کہ حیرت انگیز چیز ہے البتہ عوام الناس کے لیے وسعت ہو سکتی ہے اور بعض لوگ حافہ کو پوری داڑھوں پر نہیں لگاتے ہیں جس سے طاء کی آمیزش ہو جاتی ہے اور یہ مصریین اور اہل مغرب ہیں۔ اور بعض لوگ دال مفخمہ نکالتے ہیں۔ اور بعض لوگ لام مفخمہ نکالتے ہیں جیسا کہ زیلعی وغیرہ کا تلفظ ہے۔ (نہایۃ القول المفید ص ۹۶، ۹۷)

علامہ مرعشی نے رعایہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا :

مجود قاری (یعنی عمدہ ادائیگی کا ماہر) کے لیے ضروری ہے کہ ضاد کو مفخمہ مستعلیہ مطبقہ مستطیلہ ادا کرے اس صورت میں ہوا کے نکلنے کی سی آواز ظاہر ہوگی کیونکہ حافہ کو داڑھوں پر جما کر تلفظ کرے

گا لیکن اگر اس ادا میں افراط سے کام لے گا تو ظاء معجمہ کا تلفظ ہو جائے گا بہر حال مشکل الادا حرف ہے جس میں ماہر استاذ سے مشق کی ضرورت ہے۔ ضاد کو صحیح ادا کیا جائے تو سننے میں اس کی آواز ظاء کے قریب قریب سنائی دیتی ہے۔

فماذا بعد الحق الا الضلال (نہایۃ القول المفید ص ۸۷)

افسوس کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم لوگوں کو حرف ضاد بعینہ ظاء پڑھوانا چاہتے ہیں۔ یہ گمان صحیح نہیں ہمیں اعتراف ہے کہ رسماً و تلفظاً حرف ضاد قرآن میں ۱۶۱۷ جگہ ہے' ہمیں اعتراف ہے کہ ظہر - عظیم وغیرہ میں حرف ظاء ہے ضاد نہیں اور ضوء' فضل' رمضان وغیرہ میں حرف ضاد ہے ظاء نہیں۔ اور بنیادی طور پر لغت عرب میں یہ دو جداگانہ حرف ہیں ایک نہیں۔ لیکن سلف و خلف سے مخارج و صفات کی روشنی میں جو متواتر طریقہ سے ضاد کی ادا چلی آتی ہے وہ یہ کہ سننے میں ان دونوں کی آوازیں مشابہ ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"دونوں حرف سننے میں ایک جیسے ہیں" (فتاویٰ ج ۲۳ ص ۲۵۰)

شیخ یوسف خلیفہ ابو بکر سوڈانی اپنی کتاب "اصوات القرآن" میں فرماتے ہیں :

"ہمارے مشائخ نے ضاد کا مخرج حافہ لسان یمنی یا یسریٰ یا دونوں بتلایا ہے لیکن اس زمانے میں جو ضاد کا تلفظ کیا جارہا ہے اور خاص کر اہل تعلیم میں رائج ہے کہ مثل دال کے ادا کرتے ہیں یہ تلفظ صحیح نہیں' کیونکہ تمام علماء تجوید اس پر متفق ہیں کہ یہ حرف رخو ہے اور مخرج میں آواز جاری رہتی ہے یعنی مخرج میں آواز کا انحصار ضعیف ہوتا ہے۔" (اصوات القرآن ص ۷۰)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں :

"ضاد اور ظاء میں اشتراک صفات کی وجہ سے آوازوں میں تشابہ ہے۔"

(الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۱۲۲)

حقیقت یہ ہے کہ ضاد میں قدرے تفشی ہے' جمہور مشائخ نے اگرچہ تفشی' حرف شین میں بتلائی ہے مگر مقصود انکار نہیں کیونکہ ضاد میں تفشی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے نہایۃ القول المفید' بیان صفۃ التفشی ملاحظہ ہو۔

مصیبت یہ ہے کہ مشبہ بہ حرف ظاء کا تلفظ بھی اکثر لوگوں میں صحیح نہیں' کیونکہ ظاء میں وہ زای والی صفت صفیر کی آمیزش کرتے ہیں اور تشابہ کے خیال میں پھر یہی صفیر ضاد میں ملالی گئی- اس صفیر کی آمیزش سے ظاء اور ضاد دونوں کا بچانا ضروری ہے-

بہت سے مصری اساتذۂ تجوید و قرآءت کا حال دیکھنے میں آیا کہ بعض طالب علموں نے ضاد مشابہ بالظاء پڑھا تو انہوں نے اپنی عادت کے خلاف ہونے کی وجہ سے طُلّاب کو سختی سے منع کیا اور طالب علموں نے جب ضاد کو خالص دال کے مخرج سے نکالا تو وہ خوش ہوگئے کہ یہی صحیح ہے اسی لیے محققین مصر نے اس ضاد مشابہ بالدال کو ضاد محدثہ (نئی پیداوار) قرار دیا ہے- (کتاب لحن العامۃ الزبیدی ص ۲۲۵'۲۲۶)

الحمد للہ پاکستان میں اب یہ اختلافی مصیبت قریب قریب ختم ہوگئی ہے ماضی قریب میں یہ اختلاف اس قدر شدید ہو چکا تھا کہ ایمان و کفر تک نوبت پہنچ چکی تھی' مسجدیں تقسیم تھیں آئمہ تقسیم تھے- اب مسئلہ کا اختلافی پہلو ختم ہوا- اور یہ سب برکت ہے- استاذنا المحترم حضرت قاری عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ کے تدریسی اور ازتقائی دور کی جس میں ذہنوں کو یکسانی نصیب ہوئی- والحمد لله على ذلك-

مدوں کی مقداریں :

جمال القرآن کے بعض محشی حضرات نے اس قدر طویل بحثوں کا دروازہ کھولا ہے- کہ ابتدائی کتاب جو نوخیز اور ابتدائی طلبہ کے لیے لکھی گئی ہے چیستان ہو کر رہ گئی یعنی یہ نوخیز طالب علم پہلے شاطبیہ' طیبہ' نشر کبیر اور تیسیر سب کتابیں پڑھ کر آئے اور پھر جمال القرآن کو ہاتھ لگائے-

مد متصل و منفصل اور مد لازم کی جو مقداریں حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے لکھیں وہ ان بعض محشی حضرات کے لیے ایک مشکل مسئلہ بن گئیں حالانکہ بات صرف اتنی ہے کہ مد متصل و منفصل میں مصنف علیہ الرحمہ نے الف بول کر بقدر ایک حرکت مراد لیا ہے اور مد لازم کے بیان میں الف بقدر دو حرکت مراد لیا گیا ہے- چنانچہ مد متصل میں فرمایا ہے :

> اور مقدار اس کی تین الف یا چار الف ہے- اور الف کے انداز کرنے کا طریقہ نویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ا کے قاعدہ میں لکھا گیا ہے پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آگے پیچھے بند کر لینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جائے گا- مگر یہ مقدار اس مقدار کے

علاوہ ہے، جو حروف مدہ کی اصلی مقدار ہے مثلاً جآء میں اگر مد نہ ہوتا تو آخر الف کی بھی
تو کچھ مقدار ہے۔ سواس مقدار کے علاوہ مد کرنے کی مقدار ہو گی۔

تجوید کی بڑی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے کہ امام عاصم کے یہاں مد متصل میں توسط بقدر چار حرکت یا پانچ حرکت ہے۔ شیخ علی محمد ضباع فرماتے ہیں :

ابن عامر شامی، کسائی اور عاصم مد متصل و منفصل کو بقدر چار حرکت کھینچتے ہیں۔ اور امام عاصم
کے لیے ایک اور مذہب بھی ہے یعنی دونوں کو بقدر پانچ حرکت کھینچتے ہیں۔
(ارشاد المرید ص ۸۴ علی ھامش ابراز المعانی)

مد لازم میں جمال القرآن کا بیان ہے :

اور اس کا نام مد لازم ہے اور اس کی مقدار تین الف ہے۔

یاد رہے کہ مد لازم کی چاروں قسموں میں تمام قراء سبعہ کے یہاں طول بقدر چھ حرکات ہوتا ہے لہذا جمال القرآن کے الفاظ "تین الف" کا مطلب یہ لینا ہر استاذ اور محشی کے لیے لازم ہے کہ یہاں الف بقدر دو حرکات مراد ہے اور تین الف کا مطلب چھ حرکات ہیں اور یہی بلا اختلاف طول کی مقدار ہے۔

اس مقام میں صرف اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ مصنف نے مد متصل و مد منفصل میں الف بقدر ایک حرکت مراد لیا ہے اور مد لازم میں الف بقدر دو حرکت مراد لیا ہے۔ ابتدائی طالب علم اس سے یہ سمجھتا ہے کہ متصل و منفصل میں مقدار زیادہ اور مد لازم میں کم ہے حالانکہ معاملہ برعکس ہے بہتر ہوتا کہ دونوں جگہ ایک ہی اصطلاح بولی جاتی جیسا کہ خود حضرت مصنف نے اپنے منظوم رسالہ تجوید القرآن میں مدوں کی مقداریں حرکات کی صورت میں بیان فرمائی ہیں، وہاں بیان نہایت واضح اور عمدہ ہے فرماتے ہیں :

متصل اور منفصل ہے اے اخی — قدر حرکت چار کی یا پانچ کی!
مد لازم چھ سے کم ہوتا نہیں — حکم مدوں کے ہوئے ختم اے امیں

بہر حال اس موقعہ پر تجوید کی نہایت معتبر اور مضبوط کتاب نہایۃ القول المفید سے ایک اقتباس کا ترجمہ پیش ہے اس کو غور سے پڑھئے۔ مسئلہ کا واضح حل موجود ہے فرماتے ہیں :

مقداروں کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ مد متصل میں ایک چیز اتفاقی اور ایک اختلافی ہے- اتفاقی یہ کہ تمام قراء اس مد کو مقدار اصلی سے زیادہ کھینچنے پر متفق ہیں اور کسی کے یہاں بھی اس میں قصر جائز نہیں اور محل اختلاف یہ ہے کہ اس زیادتی علی المد الاصلی کی مقدار میں قراء حضرات مختلف ہیں چنانچہ ورش اور امام حمزہ طول کرتے ہیں- جس کا اندازہ بقدر تین الف (یعنی بقدر چھ حرکات) ہے اس کے بعد امام عاصم ہیں جن کے یہاں بقدر دو الف (یعنی چار حرکات) اور دوسرے قول میں بقدر دو الف اور نصف الف (یعنی پانچ حرکات) ہے- شامی اور کسائی کے یہاں بقدر دو الف (چار حرکات) ہے- قالون' ابن کثیر اور ابو عمرو بصری کے یہاں بقدر دو الف (چار حرکات) اور دوسرے قول میں ایک الف اور نصف الف ہے (یعنی تین حرکات)-

اس کے بعد یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ الفات جو ذکر کیے گئے ہیں ان میں ہر ایک الف بقدر دو حرکت مراد ہے- ہمارے مشائخ حرکات کی مقدار کا اندازہ انگلیوں کے کھلنے یا بند ہونے کی مقدار سے لگایا کرتے تھے- یہ کھلنا یا بند ہونا متوسط رفتار سے ہونا چاہیے نہ بہت جلدی جلدی اور نہ دیر کے ساتھ- اس بات کو آپ خوب اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ مذکورہ بالا مراتب کو یقینی صورت میں ضبط میں لا سکیں- اور جس نے یہ کہا ہے کہ طول بقدر پانچ الف ہوتا ہے تو یاد رہے کہ اس کے نزدیک ہر الف کی مقدار ایک حرکت ہے لہذا مجموعی چھ حرکات ہوں گی کیونکہ وہ مد اصلی کو اس مقدار میں شامل نہیں کر رہا ہے- جس کی مقدار اس کے نزدیک ایک حرکت ہے- اسی طرح جس نے یہ کہا کہ توسط کی مقدار تین الف یا دو الف ہے تو سمجھنا چاہیے کہ اس کے نزدیک اس میں مد اصلی کی مقدار شامل نہیں جو کہ ایک حرکت ہے جیسا کہ ابھی کہا گیا-

اس مقدار کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے تاکہ اقوال کے اس ظاہری اختلاف سے مسئلہ آپ کے لیے مشکل نہ ہو جائے۔

(ابن غازی مع قدرے اضافہ نہایۃ القول المفید ص ۱۶۹، ۱۷۰ مطبوعہ مکتبہ علمیہ لیک روڈ لاہور)

مذکورہ حوالہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مصنف جمال القرآن نے مد متصل کی مقدار کو بقدر تین الف یا چار الف فرما کر ان حضرات کا قول اختیار فرمایا ہے جو الف کو بقدر ایک حرکت مراد لیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اس میں اصلی مقدار شامل نہیں جو کہ ان کی مراد کے مطابق ایک حرکت ہے لہٰذا اس کو شامل کر کے مد متصل کی مقدار بقدر چار حرکت یا پانچ حرکت ہوئی، چنانچہ توسط کی مقدار میں امام عاصم رحمہ اللہ کے بعینہ یہی دو قول ہیں جیسا کہ نہایۃ القول کی محولہ بالا عبارت میں اس کی تصریح کی گئی ہے کہ امام عاصم صاحب رحمہ اللہ کے یہاں مد متصل میں جو توسط ہے، اس توسط کی مقدار میں ان کے یہاں دو قول ہیں (۱) بقدر چار حرکات، (۲) بقدر پانچ حرکات۔

آگے چل کر مصنف جمال القرآن نے مد لازم میں مقدار (طول) کا اندازہ تین الف سے کیا ہے۔ نہایۃ القول کی مذکورہ عبارت کی روشنی میں یہ قول پہلی جماعت کا ہے جس نے بعینہ یہی کہا ہے کہ طول کی مقدار تین الف ہے۔ مگر ان حضرات کے یہاں الف کی مقدار دو حرکت ہے گویا طول بقدر چھ حرکات ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جمال القرآن میں کسی مقام پر بھی مقدار مدود کے بیان میں مشائخ تجوید کے اقوال سے ہٹ کر کوئی نئی بات نہیں کہی گئی ہے۔ صرف اس قدر ہے کہ مد متصل و منفصل میں الف بقدر حرکت واحدہ والا قول لیا گیا ہے اور مد لازم میں الف بقدر حرکتین والا قول لے لیا گیا ہے۔ اور یہ دونوں تعبیریں مشائخ کے یہاں موجود ہیں۔ اس تشریح سے الحمد للہ ہمارا ذہنی الجھاؤ بھی ختم ہو گیا جو کافی عرصہ سے جمال القرآن کی عبارت میں ہمیں پراگندہ ذہن کیے ہوئے تھا۔ مد متصل میں امام عاصم کے لیے مد بقدر چار حرکات یا پانچ حرکات بڑا مشہور و متداول قول ہے، چنانچہ زمانہ حال کے استاذ عظیم شیخ عبد الفتاح سید عجمی مرصفی مدرس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اپنی تصنیف ہدایۃ القاری میں فرماتے ہیں:

حفص عن عاصم کے لیے بطریق شاطبیہ مد متصل کی مقدار بقدر چار حرکات ہے، اور توسط

میں یہی مشہور ہے اور مد بقدر پانچ حرکات بھی صحیح ہے جو فویق التوسط کے نام سے مشہور ہے وصلاً وقفاً دونوں وجہیں صحیح اور معمول ہیں۔

اور اگر مد متصل کا ہمزہ منتطرفہ ہو اور اس پر وقف کیا جائے۔ مثلاً الْعُلَمَآءُ تو اس وقت مد بقدر چار حرکات، پانچ حرکات اور وقف کی وجہ سے بقدر چھ حرکات بھی جائز ہے۔

(ہدایۃ القاری ص ۲۸۱، ۲۸۲)

چنانچہ شیخ الشیوخ حضرت قاری محمد عبد اللہ مکی نے رسالہ تعلیم الوقف میں مد کی ان تین حالتوں کو "مدود ثلثہ" کا نام دیا ہے۔

کتبہ خادم القرآن

اظہار احمد تھانویؒ

استاذ کلیۃ اصول الدین والقرآءۃ

جامعہ اسلامیہ عالمیہ اسلام آباد

سوانح حیات

حضرت مولانا قاری اظہار احمد التھانویؒ

آپ ۹ ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء بروز منگل مشہور قصبے تھانہ بھون ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے والد ماجد کا نام حافظ محمد اعجاز احمد تھانویؒ تھا۔

ابتدائی تعلیم مدرسہ امداد العلوم جو خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قائم تھا شروع ہوئی دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا حفظ کے استاد خلیفہ اعجاز احمد صاحبؒ تھے۔اس مدرسہ میں آپ نے فارسی، تاریخ، سیرت مبارکہ، حساب خوشخطی ابتدائی عربی، ادب منطق، فقہ کافیہ فصول اکبری اور نفحۃ الیمن پڑھیں۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محی الدین بنگالی۔ مولانا محمد شریف صاحب۔ مولانا محمد عمران صاحب۔ مولانا امیر احمد میرٹھی صاحب مولانا محمد مدثر صاحب۔حضرت مولانا مفتی محمد جمیل احمد تھانوی صاحب جیسے اکابرین شامل تھے۔

۱۳۶۳ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا ۱۳۶۶ھ میں دورہ حدیث فرمایا جس میں بخاری جلد اول اور ابو داؤد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ۔ بخاری جلد ثانی و ترمذی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ۔ مسلم و طحاوی حضرت شیخ الحدیث مولانا منظور خان صاحبؒ۔ نسائی وابن ماجہ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ۔ طحاوی اور ترمذی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری صاحبؒ۔ مشکوٰۃ حضرت مولانا مفتی قاری سعید احمد اجراڑوی صاحبؒ سے سماعت فرمائیں۔ ان اکابرین کے علاوہ علامہ حضرت صدیق احمد صاحب کشمیریؒ۔ مولانا ظریف احمد صاحب پور قاضویؒ۔ مولانا امیر احمد کاندھلویؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الشکور صاحب کاملپوریؒ حضرت مولانا محمد زکریا قدوسی صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب دامت برکاتھم جیسے اکابرین وقت سے استفادہ فرمایا۔ شعبان ۱۳۶۶ھ میں مظاہر العلوم سے سند فراغت حاصل کی۔ اس دوران مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبد الخالق صاحبؒ سے بھی استفادہ فرماتے رہے۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان تشریف لائے اور مقدس مسجد پرانی انار کلی میں امامت و خطابت کا منصب سنبھال

لیا-

۱۹۵۲ء میں منشی فاضل اور ۱۹۵۴ء میں مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی سے کیا- ۱۹۵۲ء میں دار العلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں تدریسی خدمات انجام دینی شروع کی- امام القراء حضرت مولانا قاری عبد المالک صاحبؒ دار العلوم اسلامیہ میں ۱۹۵۳ء میں تشریف لائے تو آپ نے ان سے روایت حفص- قراءات سبع اور قراءات عشرہ میں استفادہ فرمایا اور سند فراغت حاصل کی نیز اپنے استاذ مرحومؒ کے نائب کے طور پر تقریباً تین سال تک خدمات انجام دیں-

۱۹۵۸ء میں حضرت امام القراءؒ نے دار العلوم اسلامیہ سے علیحدگی اختیار فرما کر اپنا مدرسہ دار الترتیل و القرآءات لٹن روڈ کا آغاز فرمایا- تو حضرت قاری صاحب حضرت مولانا سید داؤد غزنویؒ کی دعوت پر مدرسہ تجوید القرآن جامعہ مسجد چینیانوالی میں تشریف لے آئے- اور یہاں ۱۹۶۳ء تک تجوید و قرآءت کی تدریسی خدمات انجام دیں-

۳۰ دسمبر ۱۹۵۹ء مطابق ۱۳۷۹ھ بروز منگل حضرت قاری عبد المالک علیہ الرحمہ نے رحلت فرمائی-
۱۹۶۱ء میں مقدس مسجد کی امامت و خطابت ترک کر کے آپ نے جامع مسجد چوبرجی کوارٹرز ملتان روڈ میں امامت و خطابت کا منصب سنبھال لیا جہاں آپ اپنی رحلت ۱۹۹۱ء تک خدمات انجام دیتے رہے-

۱۹۶۳ء میں حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کی دعوت پر مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل لاہور میں تشریف لائے اور اپنی رحلت تک یہاں خدمات انجام دیتے رہے-

۱۹۸۱ء میں انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کا آغاز ہوا تو آپ تجوید و قرآءت' حدیث' تفسیر اور فقہ کے استاذ کے طور پر خدمات کی انجام دہی کے لیے مقرر ہوئے-

۱۹۶۹ء کوالالمپور ملائیشیا اور ۱۹۸۴ء میں المکۃ المکرمہ سعودی عرب میں عالمی مقابلہ حسن قرآءت میں بطور جج کے آپ کی تقرری ہوئی- ۱۹۷۴ء میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے- ۱۹۸۸ء میں حکومت پاکستان نے آپ کو تمغہ حسن کارکردگی سے نوازا-

۱۷- دسمبر ۱۹۹۱ء مطابق ۱۰ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ بروز منگل آپ نے رحلت فرمائی آپ کو قبرستان میانی صاحب بھاول شیر روڈ نزد چوک چوبرجی سپرد خاک کیا گیا-

آپ کے تلامذہ میں جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے اور جو اندرون و بیرون ملک خدمات انجام دے

رہے ہیں چند کے نام درج ذیل ہیں۔

قاری عبدالرحمٰن ڈیروی صاحب۔ قاری احمد میاں تھانوی صاحب۔ قاری عطاء اللہ ڈیروی صاحب۔ قاری محمد ادریس العاصم صاحب۔قاری عبدالباعث صاحب سواتی۔ قاری بزرگ شاہ الازہری۔ قاری تاج افسر اسلام آباد۔قاری محمد حاجی صاحب۔ قاری محمد رمضان صاحب۔ قاری مومن شاہ صاحب اور قاری فقیر محمد مردانی وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

آپ نے درج ذیل تصنیفات یادگار چھوڑی۔

علوم حدیث میں اخلاق محمدی' تقاریر ابو داؤد شریف' علم فقہ میں پیغام رمضان' تجوید میں جمال القرآن' تیسیر التجوید کے حواشی' مقدمۃ الجزریہ اور تحفۃ الاطفال کے تراجم۔ مجموعہ نادرہ' خلاصۃ التجوید' المرشد فی التجوید و الوقف' ترجمہ الحواشی المفہمہ شرح المقدمۃ الجزریہ' الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ' شرح شاطبیہ' امانیہ شرح شاطبیہ۔ توضیح المرام فی وقف حمزۃ وہشام۔ حواشی تنشیط الطبع فی اجراء السبع۔ حواشی واضافہ برائے حواشی شاطبیہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ۔ حواشی الدرۃ شرح السمنودی۔ الدراری شرح الدرۃ المضیۃ ۔ ایضاح القاصد شرح رائیہ۔ دائمی اوقات نماز اور سند قرآءت سے متعلق کتاب شجرۃ الاساتذہ جیسی علمی یادگاریں شامل ہیں۔

آپ کی مفصل اور ضخیم سوانح تذکرہ منبع علوم وفنون کے نام سے مرتب ہوئی ہے جس میں آپ کے تلامذہ اور رفقاء کے قیمتی اور علمی مضامین شامل ہیں۔

(رحمۃ اللہ تعالی علیہ)

قرآت اکیڈمی کی مطبوعات

← **جمال القرآن مکمل**: کتابت، طباعت دیدہ زیب، سرورق انتہائی خوش نما، کاغذ نہایت عمدہ، جابجا خود جناب مصنف، حضرت مولانا قاری اشرف علی صاحب تھانوی کے قلم سے نکلے ہوئے حواشی کے علاوہ تسہیل و تشریح میں قاری اظہار احمد صاحب تھانوی کے حواشی سے مزین۔

← **تیسیر التجوید**: تالیف ماہرِ فن حضرت مولانا قاری عبدالخالق صاحب سہارنپوریؒ، تجوید کے مسائل میں جامع اور مستند کتاب، حاشیہ میں قاری اظہار احمد صاحب تھانوی کے قلم سے عمدہ تشریحات۔

← **فوائدِ مکیہ**: مع حاشیہ بے نظیر تعلیقاتِ مالکیہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کے نہایت علمی اور پُرمغز حواشی سے مزین، آخر میں چند نہایت علمی مباحث کا اضافہ۔

← **مقدمۃ الجزری**: معہ تحفۃ الاطفال، آخر میں ترتیب وار اشعار کا ترجمہ، مترجم قاری اظہار احمد تھانوی، خوشنما لکھائی و چھپائی۔

← **الجواہر النقیہ**: شرح مقدمۃ الجزری اردو، مبسوط شرح بلکہ مکمل فنی معلومات کا خزانہ قابلِ دید ہے، ضخامت ۳۰۰ صفحات، از قاری اظہار احمد صاحب تھانوی۔

← **افضل الدرر**: شرح رائیہ عربی از حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادیؒ، قرآت کی مقبول عام کتاب، بہترین کاغذ، عمدہ چھپائی پر مشتمل، حسین سرورق۔

← **اخلاقِ محمدی**: چار صد احادیثِ مبارکہ کا خوبصورت مجموعہ، مؤلفہ قاری اظہار احمد تھانوی، نفیس کاغذ و طباعت سے آراستہ۔

← **پیغامِ رمضان**: رمضان کے مبارک مہینے کے متعلق تمام اہم مسائل اور احادیث کو سموئے ہوئے ایک خوبصورت کتاب، مؤلفہ قاری اظہار احمد صاحب تھانوی۔

← **شاطبیہ**: بحواشی عربیہ، خوشنما دیدہ زیب، ہر شعر کی آسان عربی میں تشریح، محشی حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ

← **امانیہ**: شرح شاطبیہ اردو، غیر ضروری طوالت سے خالی، آسان اور عام فہم اُردو میں اشعار کی تشریح، طلبا کے لیے نہایت مفید، از قاری اظہار احمد تھانوی

ملنے کا پتہ

قرآت اکیڈمی۔ ۲۸ الفضل مارکیٹ۔ ۱۷ اُردو بازار۔ لاہور۔ ۲

جمال القرآن

مؤلفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مع

حاشیہ جدیدہ مفیدہ

مولانا محمد یامین رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۃ البشریٰ

شعبہ نشر واشاعت

چودھری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی پاکستان

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا. (المزمل: ٤)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اے رسول آپ قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر (باتجوید) پڑھا کریں۔

جمال القرآن

مؤلفہ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۰ھ–۱۳۶۲ھ

مع حاشیہ جدیدہ مفیدہ

مولانا محمد یامین صاحب غفرلہٗ

مکتبۃ البشریٰ

للطباعۃ والنشر

شعبہ نشر و اشاعت

چودھری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

کراچی پاکستان

کتاب کا نام : جمال القرآن

مؤلف : حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

تعداد صفحات : ۴۸

قیمت برائے قارئین : =/۲۵ روپے

سن اشاعت : ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء

اشاعت جدید : ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء

ناشر : مکتبۃ البشریٰ

چوہدری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Z-3، اوورسیز بنگلوز، گلستان جوہر، کراچی۔ پاکستان

فون نمبر : +92-21-7740738، +92-21-34541739

فیکس نمبر : +92-21-4023113

ویب سائٹ : www.ibnabbasaisha.edu.pk

www.maktaba-tul-bushra.com.pk

ای میل : al-bushra@cyber.net.pk

ملنے کا پتہ : مکتبۃ البشریٰ، کراچی۔ پاکستان +92-321-2196170

مکتبۃ الحرمین، اردو بازار، لاہور۔ پاکستان +92-321-4399313

المصباح، ۱۶- اردو بازار، لاہور۔ +92-42-7124656, 7223210

بك لینڈ، سٹی پلازہ کالج روڈ، راولپنڈی۔ +92-51-5773341,5557926

دارالإخلاص، نزد قصہ خوانی بازار، پشاور۔ پاکستان +92-91-2567539

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ۔ +92-91-2567539

اور تمام مشہور کتب خانوں میں دستیاب ہے۔

فہرست کتاب

مختصر حالاتِ مصنّف علیہ الرحمۃ

نام ونسب و پیدائش: اشرف علی ولد شیخ عبدالحق، ۵ربیع الاول ۱۲۸۰ھ مطابق ستمبر۱۸۶۳ء بروز بدھ ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم وفراغت: ابتدائی فارسی کی تعلیم اور حفظ قرآن میرٹھ میں حاصل کیا۔ پھر تھانہ بھون آکر مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عربی اور فارسی کی متوسط کتابیں پڑھیں۔ نومبر ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء میں تمام علوم وفنون کی تکمیل فرماکر آپ کی فراغت ہوئی۔

مشہور اساتذۂ کرام: آپ کے اساتذہ میں مولانا منفعت علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اور شیخ سید احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساطینِ فضل وکمال شامل ہیں۔

خداداد صلاحیتیں اور عمدہ اوصاف: مجدد ملّت، حکیم الامت، پیرِطریقت، رہبرِ شریعت حضرت علامہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ان اکابر میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم و انعامات سے نوازا۔ آپ بیک وقت فقیہ ومحدث بھی تھے، مفسرِ قرآن و مُقری بھی تھے، حکیم وواعظ بھی اور استاذ مُربّی بھی، اصلاحِ ظاہر وباطن کے حوالے سے آپ کی ذاتِ عالیہ اسلامیانِ برصغیر کے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ تھی۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو کثیر التصانیف ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور لطف یہ کہ آپ کی ہر تصنیف، علم وجواہر کا خزانہ اور لعل بیش بہا ہے، جس سے بے شمار لوگوں نے فائدہ اُٹھایا اور اُٹھاتے رہیں گے۔ آپ کے اوصاف وکمالات کو اگر ایک جماعت پر تقسیم کردیا جائے تو سب مالا مال ہوجائیں اور ان شاء اللہ آپ کا علمی وروحانی فیض تا قیامِ قیامت جاری ساری رہے گا۔

وفات وتدفین: آخر عمر میں کئی ماہ علیل رہ کر ۱۶رجب المرجب ۱۳۶۲ھ/۲۰رجولائی ۱۹۴۳ء کی شب آپ رحلت فرماگئے۔ اور تھانہ بھون میں آپ ہی کے وقف کردہ زمین "قبرستان عشق بازاں" میں آپ کی تدفین ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ.

ابتدائیہ

بعد الحمد والصلوۃ یہ چند اوراق ہیں ضروریات تجوید میں مسمّٰی بہ ''جمال القرآن'' اور اس کے مضامین کو ملقّب بہ ''لمعات'' کیا جائے گا۔ محبّی مکرّمی مولوی حکیم محمد یوسف صاحب، مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ کی فرمائش پر کتب معتبرہ سے، خصوصاً رسالہ ''ہدیۃ الوحید'' مؤلفہ قاری مولوی عبدالوحید صاحب مدرس اوّل درجہ قرأت مدرسہ عالیہ دیوبند سے اخذ کر کے بہت آسان عبارت میں جس کو مبتدی بھی سمجھ لیں، لکھا گیا ہے، اور کہیں کہیں قرأت کے دوسرے رسالوں سے بھی کچھ لیا گیا ہے، وہاں ان رسالوں کا نام لکھ دیا ہے، اور کہیں اپنی یادداشت سے کچھ لکھا ہے، وہاں کوئی نشان بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، بس جہاں کسی کتاب کا نام نہ ہو وہ یا تو ''ہدیۃ الوحید'' کا مضمون ہے اگر اس میں موجود ہو، ورنہ احقر کا مضمون ہے۔

وباللّٰہ التّوفیق وھو خیر عون وخیر رفیق.

مشورۂ مفید: اوّل اس رسالہ کو خوب سمجھا کر پڑھائیں اور ہر شئے کی تعریف اور مخارج وصفات وغیرہ خوب یاد کرادیں، اس کے بعد رسالۂ تجوید القرآن نظم حفظ کرادیا جائے اور اگر فرصت کم ہو تو رسالۂ حق القرآن یاد کرادیا جائے۔ فقط

کتبہ

اشرف علی تھانوی ادہمی حنفی چشتی عفی عنہ

تمہید

بعد الحمد و الصلوۃ عرض ہے کہ اگر چہ رسالہ جمال القرآن اس سے پیشتر مطبع بلالی ساڈھورہ و مطبع احمدی لکھنؤ و مطبع انتظامی کانپور وغیرہ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے، مگر بوجۂ عدمِ تکمیلِ بعض مضامین و عدمِ اہتمامِ تصحیح اس کے لیے حواشی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ احقر نے اس کے مضامین کی توضیح و تکمیل اور اغلاط کی تصحیح کے لیے حواشی لکھے تھے، لیکن چونکہ عموماً حواشی کی طرف التفات کم ہوتا ہے اور اس صورت میں معتد بہ نفع کی توقع بہت کم تھی، اس لیے حسب ایماء وارشاد حضرت مؤلف علّام مدّ فیوضہم اس نااہل نے ان حواشی میں سے جو مضامین نہایت ضروری ادا کے متعلق تھے، ان کو رسالہ کا جز و بنا دیا اور جو مضامین بطور دلائل و توضیح کے تھے ان کو حواشی میں رکھ کر حضرت موصوف کی خدمت میں ملاحظہ کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت ممدوح نے تصدیق و تحسین فرما کر طبع و اشاعت کی اجازت عطا فرما دی اور تکمیلِ مضامین کی مناسبت سے اب اس رسالہ کا لقب ''جمال القرآن مکمل'' تجویز فرما دیا۔ اگر قارئین باقتضائے بشریت کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اس نااہل کی کم فہمی پر محمول فرما کر متنبہ فرما دیں، بعد تحقیق اس سے رجوع کر کے اِن شاء اللہ تعالیٰ اصلاح کر دی جائے گی، اور اگر کسی کو اصل عبارت (جو کہ تغیّر و تبدّل و اضافہ سے پہلے تھی) دیکھنے کی ضرورت ہو تو وہ مطابع مذکور کے مطبوعہ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ والسلام

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زاں کہ من بندۂ گنہ گارم

کتبہ

احقر محمد یامین عفی عنہ

پہلا لمعہ
تجوید کی تعریف

تجوید کہتے ہیں ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا، اور اس علم کی حقیقت اسی قدر ہے، اور مخارج وصفات آگے آئیں گے چوتھے اور پانچویں لمعہ میں۔

دوسرا لمعہ
تجوید کی ضرورت

تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن کہلاتا ہے۔ اور یہ دو قسم پر ہے: ایک یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا، جیسے: اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْهَمْدُ پڑھ دیا، ث کی جگہ س پڑھ دیا، یا ح کی جگہ ہ پڑھ دی، یا ذ کی جگہ ز پڑھ دی، یا ص کی جگہ س پڑھ دی، یا ع کی جگہ ء پڑھ دیا، ایسی غلطیوں میں اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ بھی مبتلا ہیں، یا کسی حرف کو بڑھا دیا، جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں د کے پیش کو اور ہ کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا اَلْحَمْدُوْ لِلّٰهِیْ، یا کسی حرف کو گھٹا دیا، جیسے: لَمْ یُوْلَدْ میں و کو ظاہر نہ کیا، اس طرح پڑھا لَمْ یُلَدْ، یا زبر، زیر، پیش، جزم میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا، جیسے: اِیَّاكَ کے ك کا زیر پڑھ دیا، یا اِهْدِنَا میں ہ سے پہلے اس طرح زبر پڑھ دیا اَهْدِنَا، یا اَنْعَمْتَ کی م پر اس طرح حرکت پڑھ دی اَنْعَمَتَ، یا اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا۔ ان غلطیوں کو "لحنِ جلی" کہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔ (حقیقة التجوید) اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔ اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی، لیکن حرفوں کے حَسین ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں ان کے خلاف پڑھا، جیسے ر پر جب زبر یا پیش ہوتا ہے تو اس کو پُر یعنی مُنہ بھر کر پڑھا جاتا ہے، جیسے: اَلصِّرَاط کی ر، جیسا آٹھویں لمعہ میں آئے گا، مگر اس کو باریک پڑھ دیا، اس کو "لحنِ خفی" کہتے ہیں۔ یہ غلطی پہلی غلطی سے ہلکی ہے یعنی مکروہ ہے۔ (حقیقة التجوید) لیکن بچنا اس سے بھی ضروری ہے۔

تیسرا لمعہ
آدابِ تلاوت

قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" پڑھنا ضروری[۱] ہے اور "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سورت سے شروع کرے تو بِسْمِ اللّٰهِ ضروری ہے، اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت بیچ میں شروع ہوگئی تب بھی بِسْمِ اللّٰهِ ضروری ہے، مگر اس دوسری صورت میں سورۂ براءۃ کے شروع میں نہ پڑھے، اور بعضے عالموں نے کہا ہے کہ پہلی صورت میں بھی سورۂ براءۃ پر بِسْمِ اللّٰهِ نہ پڑھے[۲] اور اگر کسی سورت کے بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لینا بہتر ہے ضروری نہیں، لیکن اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اس حالت میں بھی ضروری ہے۔

چوتھا لمعہ
مخارجِ حروف

جن موقعوں سے حروف[۳] ادا ہوتے ہیں ان کو "مخارج" کہتے ہیں اور یہ مخارج سترہ ہیں۔

مخرج ۱: جوفِ دہن یعنی منہ کے اندر کا خلا، اس سے یہ حروف نکلتے ہیں: و جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر پیش ہو، جیسے: اَلْمَغْضُوْبِ. ی جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو، جیسے: نَسْتَعِيْنُ. ا جب کہ ساکن بے جھٹکے ہو اور اس سے پہلے زبر ہو، جیسے: صِرَاط. اور ساکن بے جھٹکے اس لیے کہا کہ زبر، زیر، پیش والا اور اسی طرح

---

[۱] جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھنا مستحب ہے، كَمَا فِي بَعْضِ شُرُوحِ الشَّاطِبِيَّة. (زینت الفرقان)

[۲] چنانچہ "کتاب النشر" میں ہے: لَاخِلَافَ فِي حَذْفِ الْبَسْمَلَةِ بَيْنَ الْأَنْفَالِ وَبَرَاءَة عَنْ كُلٍّ مَنْ بَسْمَلَ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ وَكَذٰلِكَ فِي الْاِبْتِدَاءِ بِبَرَاءَة عَلَى الصَّحِيْحِ عِنْدَ أَهْلِ الْأَدَاءِ. (ابن ضیاء) [۳] جَمْعُ حَرْفٍ وَيُرِيْدُ حَرْفَ الْهِجَاءِ لَاحُرُوْفَ الْمَعْنٰى، وَهُوَ: صَوْتٌ مُعْتَمِدٌ عَلٰى مَقْطَعٍ مُحَقَّقٍ أَوْ مُقَدَّرٍ وَيَخْتَصُّ بِالْإِنْسَانِ وَضْعاً كَمَا فِي شَرْحِ الْجَزَرِيَّة. (زینت الفرقان)

ساکن جھٹکے والا همزه ہوتا ہے، اگر چہ[1] عام لوگ اس کو بھی الف کہتے ہیں، جیسے: اَلْحَمْدُ کے شروع میں جو الف ہے یا بَأْسٌ کے بیچ میں جو الف ہے، یہ واقع میں همزه ہے، اور اس تمام کتاب میں ایسے دونوں اَلِفوں کو همزه ہی کہا جائیگا، یاد رکھنا۔ اور جس الف اور جس واؤ اور جس یاء کا ابھی اوپر ذکر ہوا ہے ان کو "حروفِ مدّہ" اور "حروفِ ہوائیہ" بھی کہتے ہیں۔ پہلا نام اس لیے ہے کہ ان پر کبھی مد بھی ہوتا ہے۔ گیارہویں لمعہ کے بیان میں اسکا پورا حال معلوم ہوگا، اور دوسرا نام اس لیے ہے کہ یہ حروف ہوا[2] پر تمام ہوتے ہیں۔ اور جس واؤ ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو "واوِ لین" کہتے ہیں، جیسے: مِنْ خَوْفٍ اور جس یاءِ ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو "یاءِ لین" کہتے ہیں، جیسے: وَالصَّيْفِ. پس واوِ لین اور واوِ متحرک کا مخرج آگے سولھویں مخرج کے بیان میں آئے گا اور یاءِ متحرک کا مخرج آگے ساتویں مخرج کے بیان میں آئے گا۔

مخرج ۲: اقصیٰ حلق یعنی حلق کا پچھلا حصّہ سینہ کی طرف والا، اس سے یہ حروف نکلتے ہیں: ء اور ه.

مخرج ۳: وسطِ حلق یعنی حلق کا درمیان والا حصّہ، اس سے یہ حروف نکلتے ہیں: ع اور ح (بے نقطہ والے)۔

مخرج ۴: ادنیٰ حلق یعنی حلق کا وہ حصّہ جو منہ کی طرف والا ہے، اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں: غ اور خ (نقطہ والے)، اور ان چھ حرفوں کو "حروفِ حلقی" کہتے ہیں۔

مخرج ۵: لہات[3] یعنی کوّے کے متّصل زبان کی جڑ جب کہ اوپر کے تالو سے ٹکر کھائے، اس سے ق ادا ہوتا ہے۔

---

[1] متقدمین کی اصطلاح میں همزه کو الف بھی کہتے ہیں، کما في "فتح الباری". لہٰذا همزه کو الف کہنا غلط نہیں، گو متاخرین کی اصطلاح کے خلاف ہے۔ [2] ہوا سے، ہونٹوں سے حلق تک کا خلا و جوف مراد ہے۔ (زینت الفرقان) [3] بفتح اللام و ہائے ہوز و آخر فوقانی، گوشت پارہ کہ شبیہ بزبان باشد و او در انتہائے کام آویختہ است كَمَا فِي "حَاشِيَة مُنتَخَبُ النَّفَائِس".

مخرج ٦: "ق" کے مخرج کے متّصل ہی منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر، اس سے "ك" ادا ہوتا ہے اوران دونوں حرفوں کو "لہاتیہ" کہتے ہیں۔

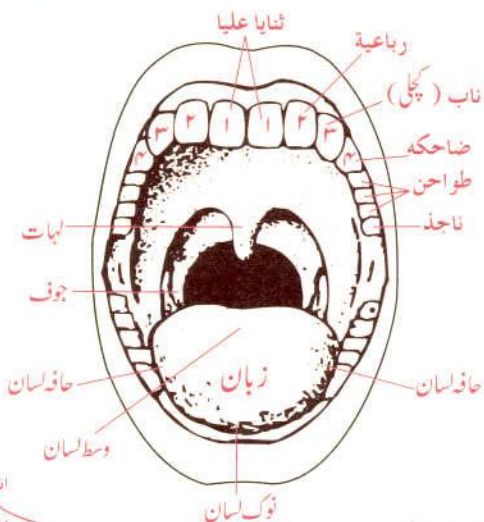
مخرج ۷: وسطِ زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے، اور اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں: ج، ش، ی[۱] جب کہ مدّہ نہ ہو یعنی یائے متحرک اور یائے لین۔ اور مدّہ اور لین کے معنی مخرج (۱) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں، ان کو "حروفِ شجریہ[۲]" کہتے ہیں۔

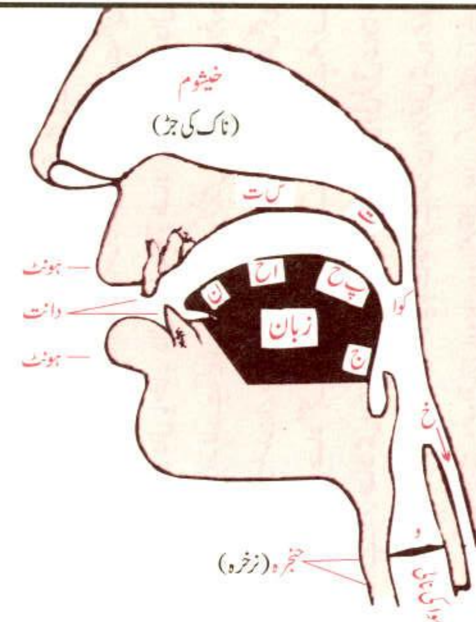
فائدہ: آگے جو مخارج آتے ہیں ان میں بعضے دانتوں کے نام عربی میں آئیں گے، اس واسطے پہلے اُنکے معنی بتلا دیتا ہوں، انکو خوب یاد کرلیں تا کہ آگے سمجھنے میں دقّت نہ ہو۔

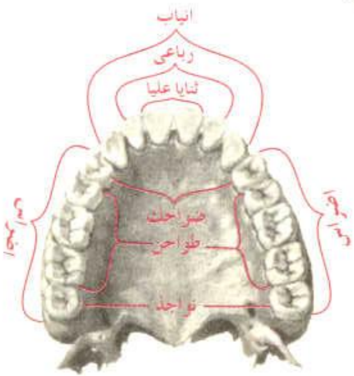
جاننا چاہیے کہ بتیس میں سے سامنے کے چار دانتوں کو "ثنایا" کہتے ہیں، دو اوپر والوں کو "ثنایا عُلیا" اور دو نیچے والوں کو "ثنایا سُفلی" اور ان ثنایا کے پہلو میں چار دانت جو اِن سے ملے ہوئے ہیں، ان کو "رباعیات[۳]" اور "قواطع" بھی کہتے ہیں، پھر ان رباعیات سے ملے ہوئے چار دانت نوک دار ہیں، ان کو "انیاب[۴]" اور "کواسر" کہتے ہیں، پھر ان انیاب کے پاس چار دانت ہوتے ہیں، ان کو "ضواحک" کہتے ہیں، پھر ان ضواحک کے پہلو میں بارہ دانت اور ہیں، یعنی تین اوپر داہنی طرف اور تین اوپر بائیں طرف اور تین نیچے داہنی طرف اور تین نیچے بائیں طرف، ان کو "طواحن" کہتے ہیں، پھر ان طواحن کے بغل میں بالکل اخیر میں ہر جانب ایک ایک دانت اور ہوتا ہے، جن کو "نواجذ[۵]" کہتے ہیں، ان سب ضواحک، طواحن اور نواجذ کو "اَضراس" کہتے ہیں جن کو اردو میں "ڈاڑھ" کہتے ہیں۔ یاد کی آسانی کے لیے کسی نے ان سب ناموں کو نظم کر دیا ہے، وہ نظم یہ ہے:

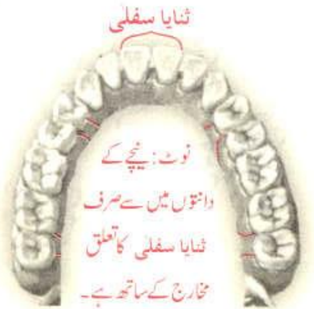
---

[۱] ان کا مجموعہ "جیش" ہے۔ (زینت الفرقان) [۲] لِخُرُوْجِهَا مِنْ شَجَرِ الْفَمِ بِسُكُوْنِ الْجِيْمِ وَهُوَ مُنْفَتِحُ مَابَيْنَ اللَّحْيَيْنِ. (حقيقة التجويد) [۳] یعنی اوپر کی جانب ایک دانت داہنی جانب اور دوسرا بائیں جانب ہے، اسی طرح نیچے کے جانب دو دانت ہیں۔ (زینت الفرقان) [۴] انیاب وضواحک میں بھی وہی تفصیل ہے جو حاشیہ نمبر ۳ میں گزری ہے۔ [۵] پس کُل نواجذ چار ہوئے۔ (زینت الفرقان)









ا	ح	زبان کا اگلا حصہ	ت		نرم تالو
پ	ح	زبان کا پچھلا حصہ	س	ت	سخت تالو
ج		زبان کی جڑ	ن		زبان کی نوک
و		آواز کے وتر (تار)	خ		خوراک کی نالی

ہے تعداد دانتوں کی کُل تیس اور دو ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو
ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس کہ کہتے ہیں قرّاء اضراس انہیں کو
ضواحک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

مخرج ۸: ض کا ہے، اور وہ حافۂ لسان یعنی زبان کی کروٹ، داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے، جب کہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگادیں، اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے، مگر بہت مشکل ہے۔ اس حرف کو ''حافیہ'' کہتے ہیں۔ اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں، اس لیے کسی مشّاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے۔ اس حرف کو د پُر یا باریک یا د کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے، ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے، یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالی ظ پڑھنا بھی غلط ہے۔ البتہ اگر ض کو اُس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اسکی آواز سننے میں ظ کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے، د کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی، علم تجوید و قرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔[۱]

---

[۱] علم تجوید و قرأت کی کتابوں میں بتصریح مذکور ہے کہ ظاء معجمہ کی طرح ضاد معجمہ حروفِ رخوہ میں سے ہے، جن کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ بند نہیں ہوتا بلکہ آواز برابر جاری رہتی ہے، اور دال مہملہ حروفِ شدیدہ میں داخل ہے، جن کے ادا کرنے میں آواز بند ہو جاتی ہے۔ پس اگر ضاد کو دال یا مشابہِ دال پڑھا جائیگا تو ضاد رخوہ نہ رہیگا بلکہ دال کی طرح شدیدہ ہو کر آواز کا سلسلہ بند جائیگا، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ ضاد شدیدہ ہرگز نہیں بلکہ ظاء کی طرح رخوہ ہے۔ پس جس طرح کہ ظاء کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اسی طرح ضاد کے ادا کرنے میں بھی آواز برابر جاری رہنا چاہیے، نیز صفت رخوت کے علاوہ ضاد معجمہ دیگر صفات میں ظاء کے ساتھ شریک ہے، صرف ایک صفت استطالت میں ظاء سے ممتاز ہے۔ اگر ضاد میں استطالت نہ ہوتی تو ضاد اور ظاء میں کوئی فرق نہ ہوتا، اور دال سے تمام صفات میں متمائز ہے بجز ایک صفت جہر کے۔ پس عقلاً یہ بات ظاہر ہے کہ جن دو حرفوں میں وجوہِ اشتراک زیادہ ہوں وہ متشابہ فی الصوت ہوں گے یا جن میں وجوہ امتیاز زیادہ ہوں وہ باہم متشابہ ہوں گے، اور نقلاً یہ کہ =

مخرج ۹: ل کا ہے، کہ زبان کا کنارہ مع کچھ حصّۂ حافہ جب ثنایا اور رباعی اور انیاب اور ضاحک کے مسوڑھوں سے کسی قدر مائل تالو کی طرف ہو کر ٹکر کھائے، خواہ داہنی طرف سے یا بائیں طرف سے، داہنی طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے۔

مخرج ۱۰: ن کا ہے، اور وہ بھی زبان کا کنارہ ہے، مگر ل کے مخرج سے کم ہو کر، یعنی ضاحک کو اس میں دخل نہیں۔

مخرج ۱۱: ر کا ہے، اور وہ ن کے مخرج کے قریب ہے، مگر اس میں پُشتِ زبان کو بھی دخل ہے۔ ان تینوں حرفوں کو یعنی ل، ن اور ر کو ''طرفیہ'' اور ''ذلقیہ[۱]'' بھی کہتے ہیں۔

مخرج ۱۲: ط، د اور ت کا ہے، یعنی یہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ۔ ان تینوں حرفوں کو ''نِطعیہ[۲]'' کہتے ہیں۔

مخرج ۱۳: ظ، ذ اور ث کا ہے، اور وہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا ہے۔ ان تینوں حرفوں کو ''لِثویہ[۳]'' کہتے ہیں۔

= تجوید و قرأت و فقہ و تفسیر وغیرہ کی اکثر معتبر کتابوں سے ضاد کا مشابہ ظاء ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس جگہ سب روایات کو نقل کرنے سے خوفِ تطویل مانع ہے۔ اور جو لوگ ضـــاد کو دال یا مشابہِ دال پڑھتے ہیں اُنکے پاس کسی معتبر کتاب کی ایک روایت بھی ایسی نہیں معلوم ہوتی جس سے صراحۃً یا کنایۃً ثابت ہو سکے کہ حرفِ ضـــاد کا تلفظ عینِ دال یا اس کے مشابہ ہے اور باقی جو لچر دلیلیں بیان کیا کرتے ہیں، مثلاً کسی بڑے عالم کا پڑھنا یا فقہاء کا ضـاد کی جگہ ظـاء پڑھنے سے منع کرنا یا عمومِ بلوی اور اسی طرح کے دوسرے تمام شبہات کا جواب مع دلائل اثبات تشابہ بین الضاد والظاء رسالہ ''الاقتـصاد في الضاد'' مصنّفہ مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوری سلمہٗ، تلمیذِ رشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ میں مفصّل مذکور ہے، جس کو مطلوب ہو اس میں دیکھ لے، یہاں پر اس کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ (محمد یامین)

[۱] لِخُرُوْجِهَا مِنْ ذَلَقِ اللِّسَان (بفتحتين طرف زبان- أي طرفه. حقيقة التجويد)

[۲] لِخُرُوجِهَا مِنْ نِطْعِ الغَارِ مِنَ الْحَنَكِ الأَعْلٰى أَيْ سَقْفِه. (حقيقة التجويد و درّة الفريد)

[۳] بالکسر و فتح ثانی و واؤ مسکورہ و یائے مشددہ مفتوحہ۔ (زینت الفرقان)

مخرج ۱۴: ص، ز اور س کا ہے۔ یہ زبان کا سرا اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع کچھ اتصال ثنایا علیا کے ہے۔ان کو ''حروفِ صفیر[۱]'' کہتے ہیں۔

مخرج ۱۵: ف کا ہے،اور یہ نیچے کے ہونٹ کا شکم اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے۔

مخرج ۱۶: دونوں ہونٹ ہیں اور ان سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں: ب، م اور و جب کہ مدّہ نہ ہوں، یعنی واؤ متحرک اور واؤ لین۔ اور مدّہ اور لین کے معنی مخرج (۱) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ مگر ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ ب ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے، اس لیے اس کو ''بحری'' کہتے ہیں اور م ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے، اس لیے اس کو ''بَرّی'' کہتے ہیں اور و دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتا ہے۔ ف کو اور ان تینوں حرفوں کو ''شفویّہ[۲]'' کہتے ہیں۔

مخرج ۱۷: خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ہے، اس سے غنّہ نکلتا ہے، غنّہ کا بیان آگے لمعہ (۹)، لمعہ (۱۰) میں ن اور م کے قاعدوں میں إن شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

اور جاننا چاہیے کہ ہر حرف کے مخرج معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُس حرف[۳] کو ساکن کرکے اُس سے پہلے ہمزۂ متحرک لے آئے، جس جگہ آواز ختم ہو وہی اُس کا مخرج ہے۔

---

[۱] صفیر مُرغ یعنی چڑیا کی آواز کو کہتے ہیں، چونکہ ان حروف کی آواز مشابہ اس آواز کے ہوتی ہے، اس لیے ان کو حروف صفیر کہتے ہیں، کمافی نوادر الوصول۔ (زینت الفرقان)

[۲] بفتحتین وکسر سوم ویائے مشددہ مفتوحہ، وَ قَالَ فِي الصَّرَاح: والْحُرُوْفُ الشَّفَهِيَّةُ: البَاءُ والفَاء والمِيْمُ، ولاتقل شَفوية، وفِي الرَّضِي شَرْحِ الشافيه: شَفَوِيّة أو شَفَهِيَّة، و ذُكِرَ فِي الْقَامُوس الشَّفَهِيَّة فقط، وهو الصَّحِيْحُ عِنْدِي؛ فإن لامَ الشَّفَةَ هَاءٌ كما في الصراح والقاموس. (زینت الفرقان)

[۳] اس میں یہ شرط ہے کہ یہ حرف صحیح طور سے ادا کیا جائے سو اس طریق سے مخرج معلوم ہوگا، کــمـــا فــي شـــرح الجزرية. (زینت الفرقان)

پانچواں لمعہ
صفاتِ حروف

جن کیفیتوں سے حروف ادا ہوتے ہیں اُن کیفیتوں کو ''صفات'' کہتے ہیں اور وہ دو طرح کی ہیں: ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہوتو وہ حرف ہی نہ رہے، ایسی صفت کو ''ذاتیہ'' اور ''لازمہ'' اور ''ممیّزہ[۱]'' اور ''مقومہ'' کہتے ہیں۔ اور ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہوتو حرف تو وہی رہے مگر اس کا حسن وزینت نہ رہے، ایسی صفت کو ''محسّنہ، مزیّنہ، محلّیہ[۲]، عارضیہ'' کہتے ہیں۔ پہلی قسم کی صفات سترہ ہیں:

(۱) ھَمْس[۳]: (نرم اور ہلکی آواز) جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو ''مہموسہ'' کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ اُن حرفوں کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو، اور ایسے حروف دس ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: فَحَثَّهُ[۴] شَخْصٌ سَكَتَ.

(۲) جَہر: (زور سے کہنا) جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو ''مجہورہ'' کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو، اور مہموسہ کے سوا باقی سب حروف مجہورہ ہیں۔ جہر وھمس دونوں صفتیں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۳) شدّت: (سخت ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ''شدیدہ'' کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں

---

[۱] یعنی وہ صفت لازمہ جو مشتبہ الصوت یا متّحد فی المخرج حرفوں میں امتیاز دینے والی ہو اور جن صفاتِ لازمہ سے امتیاز نہ ہو ان کو صفت لازمہ غیر ممیّزہ کہتے ہیں۔ (ابن ضیاء) [۲] وَجْهُ التَّسْمِيَةِ بِهٖ أَنَّ هٰذِهِ الصِّفَاتِ فِي الْحُرُوفِ تَكُونُ لِخُصُوصِ الْمَحَلِّ دُوْنَ مَحَلٍّ اٰخر. [۳] بالفتح نرم کردن آواز و آواز نرم۔ (زینت الفرقان)

[۴] ترجمہ اش این است: پس ترغیب داد او را شخصیکہ ساکت شد۔

ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہوجائے اور آواز میں ایک قسم کی سختی ہو، اور ایسے حرف آٹھ ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: اَجِدُكَ[1] قَطَبْتَ[2].

(۴) رِخوت[3]: (نرم ہونا) جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے اُن کو "رخوہ[4]" کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرتے وقت آواز اُن کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو۔ شدیدہ اور متوسطہ کے سوا باقی سب حروف رخوہ ہیں اور متوسطہ کا بیان ابھی آتا ہے۔ ہمس اور جہر کی طرح شدّت اور رخوت بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں، اور ان دونوں صفتوں کے درمیان ایک صفت اور ہے۔

توسّط: (درمیان میں ہونا) جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو "متوسطہ" اور "بینیّہ" کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ آواز اس میں نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری جاری ہو۔ (حقيقة التجويد) ایسے حرف پانچ ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: لِنْ[5] عُمَرُ۔ اور اس توسط کو الگ صفت نہیں گنا جاتا، کیونکہ اس میں کچھ شدّت کچھ رخوت ہے، پس یہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی۔ اس مقام پر ایک شبہ ہے، وہ یہ کہ حرف تاء اور کاف کو مہموسہ میں سے بھی شمار کیا ہے، حالانکہ ان میں آواز بند ہوجاتی ہے اور اسی واسطے ان کو شدیدہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حرف میں ہمس ضعیف ہے اور شدّت قوی ہے، سو شدّت[6] کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہوجاتی ہے لیکن کسی قدر ہمس ہونے سے بعد بند ہونے کے کچھ تھوڑا سا سانس بھی

---

[1] ترجمہ اش این است: می یابم ترا کہ ترش روئی کردی۔ [2] من ضرب (زینت الفرقان)

[3] بالکسر ست شدن کمافی ص ۱۲۔ (زینت الفرقان) [4] سَهْلَة مُسْتَرْسَلَة كَمَا فِي ص ۱۲۔ (زینت الفرقان)

[5] ترجمہ اش این است: نرم شواے عمر [6] فِيْ جُهْدِ الْمُقِل: وَأَمَّا الشَّدِيْدُ الْمَهْمُوْسُ حَرْفَانِ: اَلْكَافُ وَالتَّاءُ فَيَشْتَدُّ صَوْتُهُمَا بِالْكُلِّيَةِ بَلْ نَفَسُهَا أَيْضًا؛ لِأَنَّ حَقِيْقَةَ الصَّوْتِ هِيَ النَّفَسُ ثُمَّ يَنْفَتِحُ مَخْرَجُهُمَا وَيَجْرِيْ فِيْهِمَا نَفَسٌ كَثِيْرٌ مَعَ صَوْتٍ ضَعِيْفٍ لِيَحْصُلَ الْهَمْسُ، وَفِيْهِ الشِّدَّةُ فِيْ آنٍ وَالْهَمْسُ فِيْ زَمَانٍ آخَرَ، وَزَادَ فِيْ حَقِيْقَةِ التَّجْوِيْدِ: فَالْهَمْسُ فِيْ زَمَانٍ بَعْدَ آنٍ آه وَفِيْهِمَا، وَهٰذَا بَابٌ يَتَحَيَّرُ فِيْهِ الْأَلْبَابُ.

جاری ہوتا ہے، مگر اس سانس کے جاری ہونے میں یہ احتیاط رکھنی چاہیے کہ آواز جاری نہ ہو، کیونکہ اگر آواز جاری کی جائے گی تو کاف و تاء شدیدہ نہ رہیں گے، بلکہ رخوہ ہو جائیں گے، اور دوسرے اس میں ھاء کی آواز پیدا ہو کر غلط[1] ہو جائے گا۔

(۵) اِستعلاء: (بلند ہونا) جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو "مستعلیہ" کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت ہمیشہ جڑ زبان کی اوپر کے تالو کی طرف اُٹھ جاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ حروف موٹے ہو جاتے ہیں اور ایسے حروف سات ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: خُصَّ ضَغْطٍ[2] قِظْ.

(۶) اِستِفال[3]: (نیچے رہنا) جن حرفوں میں یہ صفات پائی جائیں انکو "مستفِلہ" کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اُٹھتی، جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں۔ مستعلیہ کے سوا باقی سب حروف مستفلہ ہیں، اور یہ دونوں صفتیں استعلاء اور استفال بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

---

[1] بعض لوگ کاف و تاء میں سانس کے جاری کرنے میں اس قدر مبالغہ وغلو کرتے ہیں کہ صفتِ شدّت زائل ہو کر "ہائے ہوز" کی آواز پیدا ہو جاتی ہے اور کاف و تاء مخلوط بالہاء ہو جاتے ہیں۔ اَبْتَرُ کو اَبْتَھُر اور ثَقُلَتْ کو ثَقُلَتْه اور کَانَا کو کَھانَا اور ذِکْرَكَ کو ذِکْھرَ کْھهُ پڑھتے ہیں اور یہ سراسر غلط اور بے اصل اور تمام کتبِ تجوید و قرأت اور اداءِ محقّقین قراء کے خلاف ہے، بلکہ "کتاب النشر" علامہ جزری رحمہ اللہ اور "المنحُ الفِکْرِیّه" ملا علی قاری رحمہ اللہ اور "تحفۂ نذریہ" قاری عبدالرحمٰن پانی پتی رحمہ اللہ سے اس کی تردید و تغلیط ثابت ہوتی ہے، چنانچہ اس کی مفصل تحقیق مع جوابِ شبہات و توجیہ ومطلب عبارت "جهد المقل رساله ضياء الشمس في أداء الهمس" مؤلفہ احقر میں مع تصدیق مولانا تھانوی مدفیوضہم و دیگر اساتذۂ فن مذکور ہے۔ فانظر فيها إن شئت۔ (محمد یامین)

[2] بالفتح تنگ کردن کمافی م۔ فهو مصدر بمعنى اسم مفعول۔ (زینت الفرقان)

[3] نَقِيْضُ اِعْتِلَاء كَمَا فِيْ تَاجِ الْمَصَادِرِ و اعْتِلَاء: بلند شدن وَجَاءَ مُتَعَدِّياً اَيْضاً كَمَا فِيْ الصّراحِ وَفِيْ شَرْحِ الْجَزَرِيَّةِ: الانْخِفَاضُ. (زینت الفرقان)

(۷) اِطباق: (ملنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ''مطبِقہ[1]'' کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے ملصق ہوجاتا ہے، یعنی لپٹ جاتا ہے اور ایسے حروف چار ہیں: ص، ض، ط، ظ.

(۸) اِنفِتاح: (کُھلنا) جن حروف میں یہ صفت ہو اُن کو ''مُنفتِحہ'' کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے، خواہ زبان کی جڑ تالو سے لگ جائے، جیسے قاف میں لگ جاتی ہے، خواہ نہ لگے (جهد المقل مع الشرح) اور مطبقہ کے سوا سب حروف منفتحہ ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں اطباق و انفتاح بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۹) اِذلاق[2]: (پھسلنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انکو ''مُذلَقہ[3]'' کہتے ہیں۔ مطلب[4] اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں اور ایسے حروف چھ ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: فَرَّمِنْ[5] لُبّ۔ یعنی اُن میں جو حروف شفویّہ ہیں وہ ہونٹ کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں۔ شفویّہ کا مطلب مخرج (۱۶) میں گزرا ہے، اور جو شفویّہ نہیں وہ زبان کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں۔ (درة الفريد للشيخ الدهلوى رحمه الله)

(۱۰) اِصمات[6]: (خاموش کرنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ''مُصمَتہ[7]''

---

[1] بکسر باء وفتح آں كَمَافِي نَوَادِرِ الْوُصُول وَذُكِرَ فِي الصَّرَاح الثَّانِي فَقَط. وملصق بفتح صاد وبکسر آں لازم ومتعدی آمدہ کمافي اللغة. (زینت الفرقان) [2] والذَّلَقُ فِي اللُّغَةِ: الطَّرفُ.

[3] مُذْلَقَة اِسْم الْمَفْعُول. (زینت الفرقان) [4] ذلاقت لغت میں عبارت ہے فصاحت اور خفت کلام سے اور چونکہ یہ حروف سُبکی اور سرعت سے ادا ہوتے ہیں اسلیے اسکو مذلقہ کہا جاتا ہے كَمَافِي الصَّرَاح وغيره. (زینت الفرقان)

[5] ترجمہ این ست: گریخت از عقل۔ [6] فِي حَقِيقَةِ التَّجْوِيد: الْاِصْمَاتُ لُغَةً: الْمَنْعُ مُطْلَقًا وَاصْطِلَاحاً: اِمْتِنَاعُ الْكَلِمَةِ الرُّبَاعِيَّةِ وَالْخُمَاسِيَّةِ مِنْ غَيْرِ حَرْفٍ مِّنَ الْمُذْلَقَةِ، فَالْعَسجُدُ عَجَمِيٌّ اِسْمٌ لِلذَّهَبِ وَلَيْسَ بِعَرَبِيّ. [7] بِفَتْحِ مِيمٍ ثَانٍ كَذَا فِي نَوَادِرِ الْوُصُول. (زینت الفرقان)

کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ[۱] ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں، آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے۔ اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمتہ ہیں۔ یہ دونوں صفتیں اذلاق واصمات بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

ان دس صفات کو ''صفاتِ متضادہ'' کہتے ہیں کیونکہ یہ ایک دوسرے کی ضد یعنی مقابل ہیں، جیسا کہ اوپر بتلاتا گیا ہوں۔ آگے جو صفات آتی ہیں وہ ''صفاتِ غیر متضادہ'' کہلاتی ہیں۔ اور جاننا چاہیے کہ صفات متضادہ سے تو کوئی حرف بچا ہوا نہیں رہتا، بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل والے صفتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت صادق آئے گی۔ اور صفات غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی بعض میں نہ ہوں گی اور وہ صفات غیر متضادہ یہ ہیں۔

(۱۱) صَفیر: (سیٹی) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ''صفیریہ'' کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ اُن کے ادا کے وقت ایک آواز تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے اور ایسے حروف تین ہیں: ص، ز، س.

(۱۲) قَلقَلہ[۲]: (حرکت دینا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ''حروفِ قَلقَلہ'' کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ حالتِ سکون میں ادا کے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے۔ ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ[۳] قُطُبُ جَدٍّ[۴] ہے۔

(۱۳) لِین[۵]: (نرم ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ''حروفِ لین'' کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کو مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کہ اگر

---

۱ مصمتہ لغت میں بے جوف چیز کو کہتے ہیں، پس لامحالہ وہ ثقیل ہوگی اور یہ حروف بہ نسبت ذلقیہ کے ثقیل ہیں، کمافی نوادر الوصول اور باعتبار مضادت مذلقہ یہ قول مناسب ہے۔ (زینت الفرقان) ۲ درلغت عبارت است ازجنبش وحرکت کذافی نوادر الوصول۔ (زینت الفرقان) ۳ مجموعہ ان کا اس شعر میں ہے۔

باء و جیم و طاء و دال و قاف کو ۔۔۔ جب ہوں ساکن قلقلہ کرکے پڑھو

۴ یعنی مدار بزرگی۔ ۵ بالکسر نرمی ضد خشونت کمافی م۔ (زینت الفرقان)

کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے۔ اور ایسے حروف دو ہیں: واؤ ساکن، اور یائے ساکن جب کہ ان سے پہلے والے حرف پر فتحہ یعنی زبر ہو، جیسے: خَوْفٌ، صَیْفٌ.

(۱۴) اِنحراف: (ہٹنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو "منحرفہ" کہتے ہیں۔ اور وہ دو حرف ہیں: "ل" اور "ر" مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت "ل" میں تو زبان کے کنارے کی طرف اور "ر" میں کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ "ل" کے موقع کی طرف میلان پایا جائے۔ (درة الفريد)

(۱۵) تکریر: (دہرا کرنا) یہ صفت صرف "ر" میں پائی جاتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ چونکہ اس کے ادا کرنے کے وقت زبان میں ایک رَعشہ یعنی لرزہ ہوتا ہے اس لیے اس وقت آواز میں تکرار کی مشابہت ہوجاتی ہے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ اس میں تکرار ظاہر کیا جائے، بلکہ اُس سے بچنا چاہیے، اگر چہ اس پر تشدید بھی ہو، کیونکہ وہ پھر بھی ایک ہی حرف ہے، کئی حرف تو نہیں ہیں۔ (درة الفريد ملخصاً)

(۱۶) تَفَشّی[۱]: (پھیلنا) یہ صفت صرف ش کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔ (درة الفريد)

(۱۷) اِستطالت[۲]: (دراز کرنا) یہ صفت صرف ض کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں شروعِ مخرج سے آخر تک یعنی حافۂ زبان کے شروع سے حافۂ زبان کے آخر تک آواز کو امتداد رہتا ہے۔ یعنی اس کا مخرج جتنا طویل ہے پورے مخرج میں آواز جاری رہنے سے آواز بھی طویل ہوجاتی ہے۔ (جهد المقل)

فائدہ ۱: اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ سات صفات جو اخیر کی ہیں، جن حروف میں یہ صفات نہ ہوں اُن میں ان کی ضد ضرور ہوگی، مثلاً ض میں استطالت ہے تو باقی سب حروف میں

---

[۱] هُوَ لُغَةً: الانْبِثَاثُ كَذَا فِي شَرْحِ الْجَزَرِيه. (زینت الفرقان) [۲] درازشدن كما في م۔

عدمِ استطالت ہوگی، تو یہ دونوں ضد مل کر بھی سب کو شامل ہوگئیں، پھر صفاتِ متضادہ و غیر متضادہ میں کیا فرق رہا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے، مگر صفاتِ متضادہ میں ہر صفت کی ضد کا کچھ نہ کچھ نام بھی تھا۔ اور ان دونوں ناموں میں سے ہر حرف پر کوئی نہ کوئی نام صادق آتا تھا، اور چونکہ یہاں ضد کا نام نہیں، اس لیے اس ضد کے صادق آنے کا اعتبار نہیں کیا گیا، دونوں صفات میں یہ فرق ہوا۔

فائدہ ۲: محض مخارج وصفاتِ حروف کو دیکھ کر اپنے ادا کے صحیح ہونے کا یقین نہ کر بیٹھے، اس میں ماہر مَشّاق استاذ کی ضرورت ہے، البتہ جب تک ایسا استاذ میسّر نہ ہو بالکل کورا ہونے سے کتابوں ہی سے کام چلانا غنیمت ہے۔

فائدہ ۳: اس لمعہ کے شروع میں صفتِ لازمہ ذاتیہ کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے۔ یہ حرف نہ رہنا کئی طرح ہے: ایک یہ کہ دوسرا حرف ہوجائے، ایک یہ کہ رہے تو وہی مگر اس میں کچھ کمی اور نقصان آجائے، ایک یہ کہ وہ کوئی عربی حرف نہ رہے، کوئی حرفِ مخترع ہوجائے۔ اور یہی حال ہے صحیح مخارج سے نہ نکالنے کا، کہ کبھی دوسرا حرف ہوجاتا ہے، کبھی اس حرف میں کچھ کمی ہوجاتی ہے، کبھی بالکل ہی حرفِ مخترع بن جاتا ہے۔ چونکہ ایسی غلطی سے بعض دفعہ نماز جاتی رہتی ہے، اس لیے اگر ایسی غلطی ہوجائے تو خاص اس موقع سے اطلاع دے کر کسی معتبر عالم سے مسئلہ پوچھ لینا ضروری ہے، اسی طرح زبر زیر یا گھٹاؤ بڑھاؤ کی غلطیوں کا یہی حکم ہے، جس کی مثالیں لمعہ ۲ میں مذکور ہیں، ان کو بھی کسی عالم سے پوچھ لیا کریں۔

فائدہ ۴: حروف کے مخارج اور صفاتِ لازمہ میں کوتاہی ہونے سے جو غلطیاں ہوتی ہیں، فنِّ تجوید کا اصلی مقصد اُن ہی غلطیوں سے بچنا ہے، اسی واسطے مخارج اور صفات کا بیان سب قاعدوں سے مقدّم کیا گیا ہے، اب آگے جو صفاتِ مُحسّنہ کے متعلق قاعدے آئینگے

وہ اس مقصودِ مذکور سے دوسرے درجہ پر ہیں، لیکن اب عام طور سے ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت اس اصلی مقصود سے زیادہ کی جاتی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قاعدوں سے نغمہ خوشنما ہوجاتا ہے، اور لوگ نغمہ ہی کا زیادہ خیال کرتے ہیں، اور مخارج وصفاتِ لازمہ کو نغمہ میں کوئی دخل نہیں، اس لیے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔

فائدہ۵: جس طرح یہ بے پروائی کی بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے اسی طرح یہ بھی زیادتی ہے کہ تھوڑے سے قاعدے یاد کرکے اپنے کو کامل سمجھنے لگے اور دوسروں کو حقیر، اور ان کی نماز کو فاسد جاننے لگے یا کسی کے پیچھے نماز ہی نہ پڑھے، محقّق عالموں نے عام مسلمانوں کے گناہ گار[1] ہونے کا، اور اُن کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا، اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا اُن علماء کا کام ہے جو قرأت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں، اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے لمعہ میں دیکھ لو۔

چھٹا لمعہ
صفاتِ مُحسّنہ مُحلّیہ کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ یہ صفات سب حرفوں میں نہیں ہوتیں۔ صرف آٹھ حرف ہیں جن میں مختلف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے۔ وہ حروف[2] یہ ہیں: (۱) ل (۲) ر (۳) م ساکن ومشدّد۔ (۴) ن ساکن ومشدّد۔ اور نون ساکن میں تنوین بھی داخل ہے، کیونکہ وہ اگرچہ لکھنے میں نون نہیں ہے، مگر پڑھنے میں نون ہے۔ جیسے: بً پر اگر دو زبر پڑھو تو ایسا ہوگا۔ جیسے: بَـــنْ پڑھو۔ (۵) ا جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے۔ (۶) و ساکن جب کہ اس سے پہلے پیش یا زبر ہو۔ (۷) ی ساکن جب کہ اس سے پہلے زیر یا زبر ہو۔ دیکھو لمعہ (۴)

[1] گناہ گار نہ ہونا اور نماز کا درست ہونا اس صورت میں ہے جب کہ لحن جلی نہ ہو، جیسا کہ دوسرے لمعہ کے مضمون سے مستفاد ہے۔ (زینت) [2] ان آٹھوں حرفوں کا مجموعہ اَوْيَرْمَلاَنَ ہے۔ (زینت)

مخرج(ا)۔ (۸) ء اور همزه کی حقیقت مخرج اوّل میں بیان کی گئی ہے، پھر دیکھ لو۔ اوران حرفوں میں جو ایسی صفات ہوتی ہیں ان میں بعض صفات تو خود استاذ کے پڑھانے ہی سے ادا ہو جاتی ہیں، اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً الف، واؤ، یاء اور همزه کا کہیں ثابت رہنا اور کہیں حذف ہو جانا، صرف ان صفات کو بیان کیا جاتا ہے جو پڑھانے سے سمجھ میں نہیں آتیں، خود ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ جیسے پُر پڑھنا اور باریک پڑھنا، غنّہ کرنا یا نہ کرنا اور مدّ کرنا یا نہ کرنا۔ اب ان آٹھوں حرفوں کے قاعدے الگ الگ مذکور ہوتے ہیں۔

ساتواں لمعہ
لام کے قاعدوں میں

لفظِ اللّٰه کا جو لام ہے اس سے پہلے اگر زبر والا یا پیش والا حرف ہو تو اس کو پُر کر کے پڑھیں گے، جیسے: أَرَادَ اللّٰـهُ، رَفَعَهُ اللّٰهُ، اور اس پُر کرنے کو "تفخیم" کہتے ہیں۔ اور اگر اس سے پہلے زیر والا حرف ہو تو اس لام کو باریک پڑھیں گے، جیسے: بِسْـمِ اللّٰـهِ، اور اس باریک پڑھنے کو "تـرقیق" کہتے ہیں، اور لفظِ اللہ کے سوا جتنے لام ہیں، سب باریک[1] پڑھے جائیں گے، جیسے: مَاوٰلّٰهُمْ اور كُلَّه.

تنبیہ: اَللّٰهُمَّ میں بھی یہی قاعدہ ہے جو اَللّٰـهُ میں ہے کیونکہ اس کے اوّل میں بھی لفظ اَللّٰهُ ہے۔

آٹھواں لمعہ
راء کے قاعدوں میں

قاعدہ ا: اگر راء پر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو تـفـخیم سے یعنی پُر پڑھیں گے، جیسے: رَبُّكَ، رُبَمَا. اگر راء پر زیر ہو تو اُسکو ترقیق سے یعنی باریک پڑھیں گے، جیسے: رِجَالٌ.

[1] عِنْدَ حَفْصِ الَّذِيْ نَقْرَءُ بِقِرَاءَتِه.

تنبیہ: راء مشدّدہ بھی ایک راء ہے، پس خود اس کی حرکت کا اعتبار کر کے اس کو پُر یا باریک پڑھیں گے، جیسے: سِــرّاً کی راء کو پُر پڑھیں گے اور دُرِّیٌّ کی راء کو باریک، اور اس کو اگلے قاعدہ (۲) میں داخل نہ کہیں گے، جیسے بعضے ناواقف اس کو دو راء سمجھتے ہیں، پہلی ساکن اور دوسری متحرک، یہ غلطی ہے۔

قاعدہ ۲: اور اگر[۱] راء ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کو دیکھو کہ اس پر کیا حرکت ہے۔ اگر زبر یا پیش ہو تو اس را کو پُر پڑھیں گے، جیسے: بَـرْقٌ، یُـرْزَقُوْنَ. اور اگر زیر ہے تو اس راء کو باریک پڑھیں گے، جیسے: اَنْـذِرْهُمْ. لیکن ایسی راء کے باریک ہونے کی تین شرطیں ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اصلی ہو عارضی نہ ہو، کیونکہ اگر عارضی ہوگا تو پھر یہ راء باریک نہ ہوگی، جیسے: اِرْجِعُوْا. دیکھو راء ساکن بھی ہے اور اس سے پہلے حرف یعنی ہمزہ پر زیر بھی ہے، مگر چونکہ یہ زیر عارضی[۲] ہے اسلیے اس راء کو پُر پڑھیں[۳] گے، لیکن بدون عربی پڑھے ہوئے اسکی پہچان نہیں ہوسکتی کہ کسرہ یعنی زیر اصلی کہاں ہے اور عارضی کہاں ہے، جہاں جہاں شبہ ہو کسی عربی پڑھے ہوئے سے پوچھ کر اس قاعدے پر عمل کرے۔ دوسری شرط[۴] یہ ہے کہ یہ کسرہ اور یہ راء دونوں ایک کلمہ میں ہوں، اگر دو کلمے میں ہونگے تو بھی راء باریک نہ ہوگی، جیسے: رَبِّ ارْجِعُوْنِ، اَمِ[۵] ارْتَابُوْا. (درة الفريد)

---

[۱] خواہ راء کا سکون اصلی ہو یا عارضی، جیسے: دُسُرْ پر وقف کریں تو راء کا سکون عارضی ہوگا اور راء پُر پڑھی جائے گی، کیونکہ اس کے ماقبل ضمہ ہے۔ (محمد یامین) [۲] لِدَفْعِ تَعَذُّرِ الْاِبْتِدَاءِ بِالسُّكُوْنِ. [۳] لِاَنَّ الْاَصْلَ فِي الـرَّاءِ تَفْخِيْمٌ كَمَا اَنَّ الْاَصْلَ فِي اللَّامِ التَّرْقِيْقُ. [وَالدَّلِيْلُ عَلَيْهِ تَاْدِيَةُ اَهْلِ اللِّسَانِ لِهٰذِهِ الْحُرُوْفِ، كَـذٰلِكَ قَـالَـهُ الْمُؤَلِّفُ الْعَلَّامُ. (زینت الفرقان)] [۴] وَبَعْضُهُمْ عَبَّرَ عَنْ هٰذَا الشَّرْطِ بِاَنْ تَكُوْنَ الْكَسْرَةُ مُتَّصِلَةً بِالرَّاءِ، وَبَعْضُهُمْ كَجُهْدِ الْمُقِلِّ بِاَنْ تَكُوْنَ الْكَسْرَةُ مُتَّصِلَةً بِالرَّاءِ فِيْ كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ، وَبَعْضُهُمْ اِكْتَفٰى بِكَوْنِ الْكَسْرَةِ غَيْرَ عَارِضَةٍ، وَالْكُلُّ عِبَارَاتٌ عَنِ الْمُعْنَوْنِ.
[۵] وَكَسْرَةُ الْمِيْمِ عَارِضٌ اَيْضاً لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ فَتَفْخَمُ هٰذِهِ الرَّاءُ لِفَقْدِ الشَّرْطَيْنِ: هٰذَا وَالْاَوَّلِ.

اوراس شرط کا پہچاننا بہ نسبت پہلی شرط کے آسان ہے، کیونکہ کلموں کا ایک یا دو ہونا اکثر ہر شخص کومعلوم ہوجاتا ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اُس راء کے بعد اُسی کلمہ میں حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف نہ ہو، اگر ایسا ہوگا تو پھر راء کو پُر پڑھیں گے۔ ایسے حرف سات ہیں جن کا بیان لمعہ (۵) کی صفت (۵) میں آچکا ہے، جیسے: قِــرْطَــاسٍ، اِرْصَاداً، فِرْقَةٍ، لَبِالْمِرْصَادِ. ان سب میں راء کو پُر پڑھیں گےاور تمام قرآن میں اس قاعدے کے یہی چار لفظ پائے جاتے ہیں اور ویسے بھی اس کا پہچاننا آسان ہے۔

تنبیہ۱: تیسری شرط کے موافق لفظ کل فرق کی راء میں بھی تفخیم ہوگی، لیکن چونکہ قاف پر بھی زیر ہے[۱] اسلیے بعض قاریوں کے نزدیک اس میں ترقیق ہےاور دونوں امر جائز ہیں۔

تنبیہ۲: تیسری شرط میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر ایسی راء کے بعد اسی کلمہ میں حروفِ مستعیلہ میں سے کوئی حرف ہوگا تو اس کو پُر پڑھیں گے تو اسی کلمہ کی قید اس لیے لگائی کہ دوسرے کلمہ میں حروفِ مستعیلہ کے ہونے کا اعتبار نہ کریں گے، جیسے: اَنْذِرْ قَوْمَكَ، فَاصْبِرْ صَبْرًا. اس میں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

قاعدہ۳: اور اگر راء ساکن سے پہلے والے حرف پر حرکت نہ ہو، وہ بھی ساکن ہو (اور ایسا حالتِ[۲] وقف میں ہوتا ہے، جیسا ابھی مثالوں میں دیکھو گے) تو پھر اس حرف سے پہلے والے حرف کو دیکھو، اگر اُس پر زبر یا پیش ہوتو راء کو پُر پڑھو، جیسے: لَيْلَةُ الْقَدْرِ، بِكُمُ الْعُسْرَ کہ ان میں راء بھی ساکن اور دال اور سین بھی ساکن اور قاف پر زبر اور عیــن پرپیش ہے، اس لیے ان دونوں کلموں کی راء کو پُر پڑھیں گے، اور اگر اس پر زیر ہےتو راء کو باریک پڑھو، جیسے: ذِی الذِّكْرِ. کہ راء بھی ساکن اور کاف بھی

[۱] اوراس وجہ سے راء دوکسروں کے درمیان ہوکرضعیف ہوگئی، پس ترقیق جائز رکھی گئی۔ كَمَا فِيْ شَرْحِ الْجَزَرِيَّة.

[۲] جب کہ وقف بالاِسْکان یا بالاِشْمام ہو۔ (محمد یامین)

ساکن اور ذال پرزیر ہے، اس لیے اس راء کو باریک پڑھیں گے۔

تنبیہ۱: لیکن اس راء ساکن سے پہلے جو حرف ساکن ہے، اگر یہ حرفِ ساکن یاء ہو تو پھر یاء سے پہلے والے حرف کو مت دیکھو، بس راء کو ہر حال میں باریک پڑھو، خواہ یاء سے پہلے کچھ ہی حرکت ہو، جیسے: خَیْر، قَدِیْر کہ ان دونوں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

تنبیہ۲: اس قاعدہ (۲) کے موافق لفظ مِصْرَ اور عَیْنَ الْقِطْرِ پر جب وقف کیا جائے تو راء کو باریک ہونا چاہیے، مگر قاریوں[۱] نے ان دونوں لفظوں کی راء کو باریک اور پُر دونوں طرح پڑھا ہے اور اسی لیے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ خود راء پر جو حرکت ہو اس کا اعتبار کیا جائے، پس مِصْرَ میں تفخیم اولیٰ ہے کہ راء پر زبر ہے اور الْقِطْرِ میں ترقیق اولیٰ ہے کہ راء پر زیر ہے۔

تنبیہ۳: اس قاعدہ (۳) کی بنا پر سورۃ الفجر میں اِذَا یَسْرِ پر جب وقف ہو اس کی راء مفخم ہونا چاہیے، لیکن بعضے قاریوں نے اس کے باریک[۲] پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے، مگر یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے اس راء کو قاعدۂ مذکورہ کے موافق پُر ہی پڑھنا چاہیے۔[۳]

قاعدہ۴: راء کے بعد ایک جگہ قرآن مجید میں امالہ ہے، تو راء کی اس حرکت کو زیر سمجھ کر راء کو باریک پڑھیں اور وہ جگہ یہ ہے: بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا[۴]، اس راء کو ایسا پڑھیں گے، جیسا لفظ قطرے کی راء کو پڑھتے ہیں، امالہ اسی کو کہتے ہیں جس کو فارسی والے یائے مجہول[۵]

---

۱ بطریق جزری رحمہ اللہ (ابن ضیاء) ۲ لِأَنَّ أَصْلَهُ یَسْرِيْ فَرَقَّقُوا الرَّاءَ؛ لِیَدُلَّ عَلَی الْیَاءِ الْمَحْذُوْفَةِ.
۳ کیونکہ قراء محققین مثل علامہ جزری وشاطبی اور شرح مقدمة الجزرية والشاطبيه وجهد المقل وغیرہ سے اس کی ترقیق ثابت نہیں ہے، بلکہ غیث النفع میں اس کے پُر ہی پڑھے جانے کی تصریح ہے۔ حیث قال: وَمَنْ وَقَفَ بِغَیْرِ یَاءٍ فَخَّمَ الرَّاء الخ اور یہی قاعدہ علامہ شاطبی رحمہ اللہ وغیرہ کے موافق ہے۔ (محمد یامین) ۴ هُوَ فِي الْأَصْلِ مَجْرَاهَا بِالْأَلِفِ فَأُمِیْلَتْ. ۵ دراصل یائے مجہول ہوتی نہیں اس لیے کہ یائے مجہول ہونے کے لیے کلمے میں یائے مدہ ہونا شرط ہے، اور کلمہ مجریها میں الف ہے اس کو یاء کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ (ابن ضیاء)

کہتے ہیں۔پس مَجْرِيهَا کی راء کو باریک پڑھیں گے۔[۱]

قاعدہ۵: جو راء وقف کے سبب ساکن ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس میں قاعدہ (۲)، (۳) کے موافق اس سے پہلے والے حرف کو اور کبھی اس سے پہلے والے حرف کو دیکھ کر اس راء کو باریک یا پُر پڑھنا چاہیے، تو اس میں اتنی بات اور سمجھو کہ یہ پہلے والے حرفوں کو دیکھنا اس وقت ہے جب کہ وقف میں اس راء کو بالکل ساکن پڑھا جائے، جیسا کہ اکثر وقف کرنے کا عام طریقہ یہی ہے۔لیکن وقف کا ایک اور طریقہ بھی ہے، جس میں وہ حرف جس پر وقف کیا ہے، بالکل ساکن نہیں کیا جاتا، بلکہ اس پر جو حرکت ہو اس کو بھی بہت خفیف سا ادا کیا جاتا ہے اور اسکو ''رَوم'' کہتے ہیں، یہ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے، اس کا مفصّل بیان لمعہ (۱۳) میں اِن شاءاللہ تعالیٰ آئے گا۔سو یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ ایسی راء پر رَوم کیساتھ وقف کیا جائے تو پھر پہلے والے حرف کو نہ دیکھیں گے، بلکہ خود اس راء پر جو حرکت ہوگی اس کے موافق پُر یا باریک پڑھیں گے، جیسے: وَالْفَجْرِ پر اگر اس طرح سے وقف کریں تو راء کو باریک پڑھیں۔اور مُنْتَصِرٌ پر اگر اس طرح وقف کریں تو راء کو پُر پڑھیں۔[۲]

نواں لمعہ

میم ساکن اور مشدّد کے قاعدوں میں

قاعدہ۱: میم اگر مشدّد ہو تو اس میں غنّہ ضروری ہے، ''غنّہ'' کہتے ہیں ناک میں آواز لے جانے کو، جیسے: لَمَّا، اور اس حالت میں اس کو حرفِ غنّہ کہتے ہیں۔

---

[۱] وَلَا يُنْظَرُ إِلَى أَنَّهُ فِي الْأَصْلِ أَلِفٌ وَالرَّاءُ مَفْتُوحَةٌ وَحُكْمُ هٰذِهِ الرَّاءِ التَّفْخِيمُ.

[۲] کیونکہ راء موقوفہ میں جب رَوم کیا جائے گا تو اس کی حرکت میں اتنا ضعف ہوگا کہ صرف قریب والا سنے گا، لہٰذا جیسی حرکت ظاہر ہوگی ویسی ہی راء پڑھی جائے گی۔(ابن ضیاء)

فائدہ: غنّہ کی مقدار ایک الف ہے، اور الف کی مقدار دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھلی ہوئی انگلی کو بند کرلے، یا بند انگلی کو کھول لے اور یہ محض ایک اندازہ ہے، باقی اصل دارومدار استاذ مَشّاق سے سننے پر ہے۔

قاعدہ۲: میم اگر ساکن ہو تو اس کے بعد دیکھنا چاہیے کیا حرف ہے، اگر اس کے بعد بھی میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میمیں ایک ہوجائیں گی اور مثل ایک میم مشدّد کے اس میں غنّہ ہوگا (حقيقة التجويد). جیسے: اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ. اور اس کو ''ادغامِ صغیر مثلین'' کہتے ہیں اور اگر میم ساکن کے بعد باء ہے تو وہاں غنّہ کے ساتھ اخفاء ہوگا اور اس اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ اس میم کو ادا کرنے کے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصّہ کو بہت نرمی کے ساتھ ملا کر غنّہ کی صفت کو بقدر ایک الف بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جائے اور پھر اس کے بعد ہونٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی دونوں ہونٹوں کے تری کے حصّہ کو سختی کے ساتھ ملا کر باء کو ادا کیا جائے (جهد المقل)۔ جیسے: مَنْ يَّعْتَصِمْ بِـاللّٰهِ اور اس کو ''اخفاءِ شفوی'' کہتے ہیں۔ اور اگر میم ساکن کے بعد میم اور باء کے سوا اور کوئی حرف ہو تو وہاں میم کا اظہار ہوگا، یعنی اپنے مخرج سے بلا غنّہ ظاہر کی جائے گی، جیسے: أَنْعَمْتَ، اور اس کو ''اظہارِ شفوی'' کہتے ہیں۔

تنبیہ: بعض حفّاظ اس اخفاء و اظہار میں باء، واؤ اور فا کا ایک ہی قاعدہ سمجھتے ہیں اور اس قاعدہ کا نام بوف کا قاعدہ رکھا ہے، یعنی بعض تو تینوں میں اخفاء کرتے ہیں، بعض تینوں میں اظہار کرتے ہیں اور بعض ان حرفوں کے پاس میم ساکن کو ایک گونہ حرکت دیتے ہیں، جیسے: عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، يَمُدُّهُمْ فِيْ. یہ سب خلافِ قاعدہ ہے، پہلا اور تیسرا قول تو بالکل ہی غلط ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ (درّة الفريد)

دسواں لمعہ
نون ساکن اور مشدّد کے قاعدوں میں

چھٹے لمعہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے، وہاں پھر دیکھ لو، مگر ان قاعدوں میں نون ساکن کے ساتھ تنوین کا نام بھی آسانی کے لیے دیا جائے گا۔

قاعدہ ۱: نون اگر مشدّد ہوتو اس میں غنہّ ضروری ہے، اور مثل میم مشدّد کے اس کو بھی اس حالت میں حرفِ غنہّ کہیں گے۔ نویں لمعہ کا پہلا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

قاعدہ ۲: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف حلقی میں سے کوئی حرف آئے تو وہاں نون کا اظہار کریں گے، یعنی ناک میں آواز نہ لے جائیں گے، اور غنہّ بھی نہ کریں گے، جیسے: اَنْعَمْتَ، سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ وغیرہ، اس اظہار کو "اظہارِ حلقی" کہتے ہیں۔ حروفِ حلقیہ چھ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں ؎

حرف حلقی چھ سمجھ اے نورِ عین   ہمزہ ہاء و حاء و خاء و عین و غین

چوتھے لمعہ میں مخرج ۱، ۲، ۳ اور ۴ کو پھر دیکھ لو، اور اظہار کا مطلب نویں لمعہ کے دوسرے قاعدہ میں پھر دیکھ لو۔

قاعدہ ۳: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آئے جس کا مجموعہ يَرْمَلُوْنَ ہے تو وہاں ادغام ہوگا، یعنی نون اسکے بعد والے حرف سے بدل کر دونوں ایک ہو جائیں گے، جیسے: مِنْ لَّدُنْهُ. دیکھو نون کو لام بنا کر دونوں لام کو ایک کر دیا۔ چنانچہ پڑھنے میں صرف لام آتا ہے، اگر چہ لکھنے میں نون بھی باقی ہے۔ مگر ان چھ حرفوں میں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے چار حرفوں میں تو غنہ بھی رہتا ہے، اور یہ غنہ مثل نون مشدّد کے بڑھا کر پڑھا جاتا ہے۔ اُن چاروں کا مجموعہ يَنْمُوْ ہے، جیسے: مَنْ يُّؤْمِنُ، بَرْقٌ يَّجْعَلُوْنَ وغیر ذلک. اور اسکو "ادغام مع الغنہّ" کہتے ہیں۔

اوردوجورہ گئے یعنی راء، لام ان میں غنہ نہیں ہوتا، جیسے: مِنْ لَّدُنْهُ مثال اوپر گزری ہے، اس میں ناک میں ذرا بھی آواز نہیں جاتی، خالص لام کی طرح پڑھتے ہیں اور اسکو "ادغام بلاغنہ" کہتے ہیں۔ اور نویں لمعہ کے قاعدہ (۱،۲) میں غنہ وادغام کے معنی پھر دیکھ لو۔ مگر اس ادغام کی ایک شرط یہ ہے کہ یہ نون اور یہ حروف ایک کلمہ میں نہ ہوں ورنہ ادغام نہ کرینگے بلکہ اظہار کرینگے، جیسے: دُنْيَا، قِنْوَانٌ، صِنْوَانٌ، بُنْيَانٌ. اور تمام قرآن میں اس قاعدہ کے یہی چار لفظ پائے گئے ہیں۔ اور ان میں جو اظہار ہوتا ہے اسکو "اظہارِ مطلق" کہتے ہیں۔

قاعدہ۴: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف باء آئے تو اس نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر غنہ اور اخفاء کے ساتھ پڑھیں گے، جیسے: مِنْ م بَعْد، سَمِيْعٌ م بَصِيْرٌ. اور بعض قرآنوں میں آسانی کے لیے ایسے نون وتنوین کے بعد ننھی سی میم بھی لکھ دیتے ہیں (اس طرح مِنْ م بَعْد) اور اس بدلنے کو "اقلاب" اور "قلب" کہتے ہیں اور اس میم کے اخفاء کا مطلب اور ادا کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو کہ اخفاءِ شفوی کا تھا۔ نویں لمعہ کا دوسرا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

قاعدہ۵: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان تیرہ حرفوں کے سوا جن کا ذکر قاعدہ ۲،۳،۴ میں ہو چکا ہے، اور کوئی حرف آئے، تو وہاں نون اور تنوین کو اخفاء اور غنہ کے ساتھ پڑھیں گے، اور وہ پندرہ حروف یہ[۱] ہیں: ت، ث، ج، د، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ط،

[۱] حروفِ اخفاء ان اشعار میں جمع ہیں، ان کو یاد کرلو ؎

پندرہ حرفوں میں تم اخفاء کرو — مجھ سے سن لو ان کی تم تفصیل کو
تاء و ثاء و جیم و دال و ذال وزاء — سین وشین و صاد و ضاد و طاء و ظاء
فاء و قاف و کاف ہیں یہ پندرہ — اس کو اخفاءِ حقیقی ہے لکھا
(محمد عبداللہ)

ظ، ف، ق، ك. اور الف کو اس لیے شمار نہیں کیا کہ وہ نون ساکن کے بعد نہیں آ سکتا (درّة الفريد) اور اس اخفاء[1] کا مطلب یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو اُس کے مخرجِ اصلی (کنارۂ زبان اور تالو) سے علیحدہ رکھ کر اس کی آواز کو خیشوم میں چھپا کر اس طرح پڑھیں کہ نہ ادغام ہو نہ اظہار، بلکہ دونوں کے درمیانی حالت ہو، یعنی نہ تو اظہار کی طرح اس کے ادا میں زبان کا سرا تالو سے لگے، اور نہ ادغام کی طرح بعد والے حرف کے مخرج سے نکلے، بلکہ بدون دخل زبان کے اور بدون تشدید کے صرف خیشوم سے غنّہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر ادا کیا جائے[2]۔ اور جب تک اخفاء کی مشق کسی ماہر استاذ سے میسّر نہ ہو اس وقت تک صرف غنّہ ہی کے ساتھ پڑھتا رہے کہ دونوں سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہی ہیں، جیسے: اَنْذَرْتَهُمْ، قَوْمٍ ظَلَمُوْا وغیرہ۔ مگر پھر بھی آسانی کے لیے اس اخفاء کی ایک دو مثالیں اپنی بول چال کے لفظوں میں بتلا دیتا ہوں کہ کچھ تو سمجھ میں آ جائے۔ وہ مثالیں یہ ہیں: کنواں، کنول، منہ، اونٹ، بانس، سینگ۔ دیکھو ان لفظوں میں نـــون نہ تو اپنے مخرج سے نکلا اور نہ بعد والے حرف میں ادغام ہو گیا، اِس نون کے اخفاء کو ''اخفاءِ حقیقی'' کہتے ہیں۔ اور نون کے اظہار کو جس کا بیان دوسرے قاعدے میں ہوا ہے ''اظہارِ حلقی'' کہتے ہیں۔ اور جسکا

[1] فِيْ حَقِيْقَةِ التَّجْوِيْد: فَالْإِخْفَاءُ حَالٌ بَيْنَ الْإِظْهَارِ وَالْإِدْغَامِ لَاتَشْدِيْدَ فِيْهِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيْهِ إِدْغَامٌ كُلِّيٌّ وَلَاجُزْئِيٌّ، وَإِنَّمَا هُوَ أَنْ لَا تُظْهَرَ النُّوْنُ السَّاكِنَةُ عِنْدَ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ، وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَخْفِيِّ وَالْمُدْغَمِ أَنَّ الْمَخْفِيَّ مُخَفَّفٌ فِي الرَّسْمِ وَالتَّلَفُّظِ، وَمَخْرَجُهُ مِنَ الْخَيْشُوْمِ وَمَخْرَجُ الْمُدْغَمِ مِنَ الْمُدْغَمِ فِيْهِ، إِلٰى اٰخِرِ مَا قَالَ. (ص ٢٢٠) قَوْلُهُ: كُلِّيٌّ وَلَاجُزْئِيٌّ يَعْنِيْ بِهَا الْإِدْغَامُ التَّامُّ وَالنَّاقِصُ. (محمد یامین) [2] پس جو لوگ نونِ مخفی کے ادا کرنے میں زبان کی نوک کو تالو سے لگاتے ہیں ان سے اخفاء ادا نہیں ہوتا، بلکہ وہ اخفاء کی جگہ اظہار کو اسکی مقدار معینہ سے بڑھا کر ادا کرتے ہیں، اسی طرح جو لوگ اسکے بعد والے حرف کے مخرج سے نکالتے ہیں ان سے بھی اخفاء ادا نہیں ہوتا بلکہ وہ اخفاء کی جگہ ادغام مع الغنہ یعنی ادغامِ ناقص کرتے ہیں۔ فَافْهَمْ وَتَأَمَّلْ. (محمد یامین)

بیان تیسرے قاعدے میں ہوا ہے ''اظہارِ مطلق'' کہتے ہیں۔جس طرح میم کے اخفاء واظہار کو ''شفوی'' کہتے تھے، جس کا بیان نویں لمعہ کے دوسرے قاعدہ میں گزرا ہے۔

گیارہوں لمعہ

الف، واؤ اور یاء کے قاعدوں میں

جب کہ یہ ساکن ہوں اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر ہو اور واؤ ساکن سے پہلے پیش ہو اور یاء ساکن سے پہلے زیر ہو، اور اس حالت میں ان کا نام مدّہ ہے، دیکھو لمعہ (۴) مخرج (۱) اور کھڑا زبر اور کھڑی زیر اور اُلٹا پیش بھی حروفِ مدّہ میں داخل ہے، کیونکہ کھڑا زبر الف مدّہ کی آواز دیتا ہے، کھڑی زیر یاءِ مدّہ کی، اور اُلٹا پیش واؤ مدّہ کی۔اب ان قواعد کے بیان میں ہم فقط لفظ مدّہ لکھیں گے، ہر جگہ اتنے لمبے نام کون لکھے۔

قاعدہ ۱: اگر حروفِ مدّہ کے بعد همزہ ہو اور یہ حروفِ مدّہ اور همزہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں تو وہاں اس مدّہ کو بڑھا کر پڑھیں گے، اور اس بڑھا کر پڑھنے کو ''مد'' کہتے ہیں، جیسے: سَوَآءٌ، سُوْٓءٌ، سِيْٓئَتْ. اور اس کا نام ''متّصل'' ہے اور اس کو ''مدّ واجب[۱]'' بھی کہتے ہیں۔اور مقدار اس کی تین الف، یا چار الف ہے، اور الف کے اندازہ کرنے کا طریقہ نویں لمعہ کے قاعدہ (۱) کے فائدہ میں لکھا گیا ہے۔پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آگے پیچھے بند کر لینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جائے گا، مگر یہ مقدار اس مقدار کے علاوہ ہے جو حروفِ مدّہ کی اصلی مقدار ہے، مثلاً جَآءَ میں اگر مد نہ ہوتا تو آخر الف کی بھی تو کچھ مقدار[۲] ہے، سو اس مقدار کے علاوہ مد کرنے کی مقدار[۳] ہوگی۔

---

۱ تُسَمّٰى بِالْوَاجِبِ؛ لِأَنَّ كُلَّ الْأَئِمَّةِ يُوْجِبُهُ. (محمد یامین)

۲ ایک زبر کو دونا (دُگنا) کرنے سے الف ہو جاتا ہے، جیسے قَتَلَ سے قَاتَلَ، پس الف کی مقدار ایک زبر کی دونی (دُگنی) ہے۔(ابن ضیاء) ۳ مثلاً چار الف والی مقدار میں ایک الف اصلی اور تین فرعی ہیں۔(ابن ضیاء)

قاعدہ۲: اگرحروفِ مدّہ کے بعد **ھمزہ** ہواور یہ حرفِ مدّہ اوروہ **ھمزہ** ایک کلمہ میں نہ ہوں، بلکہ ایک کلمہ کے اخیر میں تو حرفِ مدّہ ہواوردوسرے کلمہ کے شروع میں **ھمزہ** ہو، وہاں بھی اس مدّہ کو بڑھا کر یعنی مد کے ساتھ پڑھیں گے، جیسے: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ، الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ، قَالُوْٓا اٰمَنَّا. مگر یہ مداس وقت ہوگا جب دونوں کلموں کوملا کر پڑھیں، اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پر وقف کردیا تو پھر یہ مد نہ پڑھیں گے، اس مدکو "مدِّ منفصل" اور "مدِّ جائز"[1] بھی کہتے ہیں اوراس کی مقدار بھی تین یا چار **الف**[2] ہے، جیسے متّصل کی تھی۔ ان دونوں کی الگ الگ کسی کو پہچان[3] نہ ہوتو فکر نہ کریں، کیونکہ دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں۔

قاعدہ۳: اگرایک کلمہ میں حرفِ مدّہ کے بعدکوئی حرف ساکن ہوجس کاسکون اصلی ہو، یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سے سکون نہ ہوا ہو، جیسے: آٰلْـٰٔنَ. اس میں اوّل حرف **ھمزہ** ہے، دوسرا حرف **الف** ہےاوروہ مدّہ ہےاورتیسرا حرف **لام** ساکن ہے، اوراس کا ساکن ہونا ظاہر ہے کہ وقف کے سبب سے نہیں ہے، چنانچہ اس پر وقف نہ کریں تب بھی ساکن ہی پڑھیں گے، تو ایسے مدّہ پر بھی مد ہوتا ہےاوراس کا نام "مدِّلازم" ہےاور اس کی مقدار تین **الف** ہےاورایسے مدکو "کلمی مخفّف" کہتے ہیں۔

قاعدہ۴: اگرایک کلمہ میں حرفِ مدّہ کے بعدکوئی حرف مشدّد ہو، جیسے: ضَآلِّيْنَ. اس میں **الف** تو مدّہ ہےاوراس کے بعد **لام** پرتشدید ہے، اس مدّہ پر بھی مد ہوتا ہےاوراس کا نام بھی "مدِّلازم" ہےاوراسکی مقدار بھی تین **الف** ہےاورایسے مدکو "کلمی مثقّل" کہتے ہیں۔

---

[1] تُسَمّٰى بِالْجَائِزِ ؛ لِاَنَّ بَعْضَ الْاَئِمَّةِ لَايُوْجِبُهٗ. [2] یہ مقدارتوسط کی ہے مدِّمنفصل میں قصر، توسط اورطول تینوں جائز ہیں جبکہ مدِّمتّصل میں صرف طول ہی ہوتا ہے، متّصل اورمنفصل میں نہ طول ہے نہ قصر۔ (ابن ضیاء) [3] مدِّمنفصل کی پہچان یہ ہے کہ حرفِ مد کے بعد **ھمزہ** ہرجگہ **الف** کی صورت میں مرسوم ہوگا بجز هٰؤُلَاءِ کے۔ (ابن ضیاء)

قاعدہ۵: بعض سورتوں کے اوّل میں جو بعض حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں، جیسے سورۂ بقرہ کے شروع میں الٓمّٓ (الف، لام، میم) ان کو ''حروفِ مقطّعہ'' کہتے ہیں۔ان میں ایک تو خود الف ہے، اسکے متعلق تو یہاں کوئی قاعدہ نہیں، اور اسکے سوا جو اور حروف رہ گئے وہ دو طرح کے ہیں: ایک تو وہ جن میں تین حرف ہیں، جیسے: لام، میم، قاف، نون۔ اور ایک وہ جن میں دو حرف ہیں طا، ھا۔ سو جن میں دو حرف ہیں ان کے متعلق بھی یہاں کوئی قاعدہ نہیں، اور جن میں تین حرف ہیں اُن پر مد ہوتا ہے، اسکو بھی ''مَدِلازم'' کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے، اور ایسے مد کو ''مَدِحرفی'' کہتے ہیں۔پھر ان میں سے جن حروفِ مقطّعہ کے اخیر حرف پر پڑھنے کے وقت تشدید ہے انکے مد کو ''مَدِحرفی مثقّل'' کہتے ہیں۔جیسے الٓمّٓ میں لام کو جب[1] میم کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کے اخیر میں تشدید پیدا ہوتی ہے، اور جن میں تشدید نہیں ہے ان کے مد کو ''مَدِحرفی مخفّف'' کہتے ہیں، جیسے: الٓمّٓ میں میم کے اخیر میں تشدید نہیں ہے۔

تنبیہ۱: تین حرفی مقطّعات میں، جن میں مد پڑھنا بتلایا گیا ہے، اکثر میں تو بیچ کا حرف مدّہ ہی ہے، جس کے بعد کہیں تو حرف ساکن ہے، جیسے میم میں یائے مدّہ ہے، اور اس کے بعد میم ساکن ہے، اور کہیں حرف مشدّد ہے، جیسے لام میں الف مدّہ ہے اور اس کے بعد میم مشدّد ہے اور مدّہ پر ایسے مواقع میں ہمیشہ مد ہوتا ہی ہے، تو ان میں تو مد ہونا عام قاعدہ کے موافق ہے۔البتہ جن تین حرفی مقطّعات میں بیچ کا حرف مدّہ نہیں ہے، جیسے: کٓھٰیٰعٓصٓ میں عین ہے، وہاں مد ہونا اس عام قاعدے کے موافق نہیں ہے، اور اسی واسطے اگر مد نہ کریں تب بھی درست ہے، لیکن افضل یہی ہے کہ مد کریں اور اس کو ''مَدِلازم لین'' کہتے ہیں۔

---

[1] ایسے موقع پر قرآن مجید میں سب جگہ لام میم کے ساتھ ہی پڑھا جاتا ہے، پس یہ قید واقعی ہے نہ کہ احترازی۔(محمد یامین)

تنبیہ۲: جو حروفِ مقطّعات اخیر میں ہیں اُن پر مداُس وقت ہے جب اس پر وقف کریں اور اگر مابعد سے ملا کر پڑھیں[1] تو پھر مد کرنا، نہ کرنا دونوں جائز ہیں، جیسے سورۃ آل عمران میں الٓمّٓ کے میم کو اگر اللّٰہ سے ملا کر پڑھیں تو مد کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

قاعدہ ٦: اگر حرفِ مدّہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو، یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سکون ہوگیا ہو (اور یہ ساکن مقابل ہے اس ساکن کا جو قاعدہ (۳) کے شروع میں مذکور ہوا ہے) تو اس مدّہ پر مد کرنا جائز ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے لیکن کرنا بہتر ہے، جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر، اور اس کو ''مَدِّ وقفی'' اور ''مَدِّ عارض'' بھی کہتے ہیں، اور یہ مد تین الف کے برابر ہے اور اس کو ''طول'' بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ دو الف کے برابر مد کریں اور اس کو ''توسّط'' کہتے ہیں، اور یہ بھی جائز ہے کہ بالکل مد نہ کریں، یعنی ایک ہی الف کے برابر پڑھیں کہ اس سے کم میں حرف ہی نہ رہے گا (آگے تنبیہ ۳ دیکھو)، اس کو ''قصر'' کہتے ہیں۔ اور اس میں افضل طول ہے پھر توسط پھر قصر۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان تینوں میں سے جو طریقہ اختیار کرو، ختمِ تلاوت تک اسی کے موافق کرتے چلے جاؤ، ایسا نہ کرو کہ کہیں طول کہیں قصر کہ یہ بدنما ہے۔ اور یہ مد بھی ''مَدِّ جائز'' کی ایک قسم ہے، اور جہاں خود حرفِ مدّہ پر وقف ہو وہاں یہ مد نہیں ہوتا، جیسے بعض لوگ غَفُوْرًا، شَكُوْرًا پر وقف کر کے مد کرتے ہیں، جو بالکل غلط ہے۔

تنبیہ ۱: مدّ عارض جس طرح حروفِ مدّہ پر جائز ہے اسی طرح حروفِ لین پر بھی جائز ہے، یعنی واؤ ساکن جس سے پہلے زبر ہو اور یائے ساکن جس سے پہلے زبر ہو، دیکھو لمعہ (۵)

---

[1] جب کہ سکونِ لازم کے بعد پھر کوئی ساکن حرف آنے سے پہلا حرفِ ساکن متحرک ہو جائے ورنہ مابعد حرکت ہوتے ہوئے وصل میں بھی مد کرنا ضروری ہے۔ (ابن ضیاء)

صفت (۱۳) جیسے: وَالصَّیۡف پر یا مِنۡ خَوۡفٍ پر وقف کریں، اور جس طرح مد یعنی طول جائز ہے اسی طرح توسط اور قصر بھی، مگر اس میں افضل قصر ہے پھر توسط پھر طول، اور اس مد کو ''مدِ عارض لین'' کہتے ہیں۔

تنبیہ ۲: حرفِ لین کے متعلق ایک قاعدہ لمعہ (۱۱) قاعدہ (۵) تنبیہ (۱) میں بھی گزرا ہے، دیکھ لو، کیونکہ وہاں حروفِ مقطّعہ میں سے جو عینؔ[1] ہے اُس کی یاء حرفِ لین ہے۔

تنبیہ ۳: یہاں تک جتنی قسمیں مد کی مذکور ہوئیں یہ سب ''مدِ فرعی'' کہلاتی ہیں، یعنی چونکہ اصل حرف سے زائد ہیں اور ایک مد اصلی ہے اور اس کو ''ذاتی'' اور ''طبعی'' بھی کہتے ہیں، یعنی الف اور واؤ اور یاء کی اتنی مقدار کہ اگر اس سے کم پڑھیں تو وہ حرف ہی نہ رہے، بلکہ زبر یا پیش یا زیر رہ جائے، اور اس کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے۔

قاعدہ ۷: یہ قاعدہ حرفِ مدّہ میں سے صرف الف کے متعلق ہے، وہ یہ کہ الف خود باریک پڑھا جاتا ہے، لیکن اس سے پہلے اگر کوئی حرف پُر ہو، یعنی یا تو حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو، جن کا بیان لمعہ (۵) صفت (۵) میں گزر چکا ہے، یا حرفِ راء ہو جو کہ مفتوح ہونے سے پُر ہو جائے گی، یا پُر لام ہو، جیسے لفظِ اللّٰہ کا لام ہے جب کہ اس سے پہلے زبر یا پیش ہو تو ان صورتوں میں الف[2] کو بھی موٹا پڑھیں گے۔

اور جاننا چاہیے کہ ان حرفوں کے پُر ہونے میں بھی تفاوت ہے۔ تو ویسا ہی تفاوت اس الف کے پُر ہونے میں بھی ہوگا جو ان حرفوں کے بعد آیا ہے۔ سو سب سے زیادہ تو اسم اللّٰہ کا لام ہے، اس کے بعد طاء، اس کے بعد صاد اور ضاد، انکے بعد ظاء،

---

[1] مثل حٰمٓ عٓسٓقٓ کا عین اس کو مدِّ لازم لین کہتے ہیں، اس میں طول اولیٰ اور قصر ضعیف ہے۔ (ابن ضیاء)

[2] جاننا چاہیے کہ واؤ مدہ کا بھی یہی حکم ہے جو یہاں پر الف کا بیان کیا گیا ہے، عند صاحب جهد المقل اور یہ بھی معمول بہ قراء کا ہے، جیسے: وَالطُّوۡرِ میں واؤ ثانی پُر پڑھی جاتی ہے۔ (محمد یامین)

اس کے بعد قاف، اس کے بعد غین اور خا، ان کے بعد را. (حقیقة التجوید[1]: ص ۲۹)

بارہواں لمعہ
ہمزہ کے قاعدوں میں

اس کے بعض قاعدے تو بدون عربی پڑھے سمجھ میں نہیں آسکتے، اس لیے صرف دو موقع کے قاعدے لکھ دیتا ہوں کہ سب قرآن پڑھنے والوں کو اس کی ضرورت ہے۔

قاعدہ ۱: چوبیسویں پارے کے ختم کے قریب ایک آیت[2] میں یہ آیا ہے ءَ اَعۡجَمِیٌّ، سو اسکا دوسرا همزه ذرا نرم کرکے پڑھو، اس کو "تسہیل" کہتے ہیں۔

قاعدہ ۲: سورۂ حجرات کے دوسرے رکوع[3] میں یہ آیا ہے: بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ، سو اس کو اس طرح پڑھو کہ بِئۡسَ کے سین پر تو زبر پڑھو، اور اس کے بعد کے کسی حرف سے نہ ملاؤ، پھر لام جو اس کے بعد لکھا ہے اس کو زیر دے کر بعد کے سین سے ملا دو، پھر میم کو اگلے لام سے ملا دو۔ خلاصہ یہ ہے کہ الِاسۡمُ کے لام سے آگے پیچھے جو دو همزه بشکل الف لکھے ہیں، ان کو بالکل مت پڑھو۔[4]

تیرہواں لمعہ
وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

اصل فنِ تجوید تو مخارج اور صفات کی بحث ہے، جو بفضلہٖ تعالیٰ بقدرِ ضرورت اوپر لکھی گئی، باقی اور تین علم اس فن کی تکمیل ہیں: علمِ اوقاف، علمِ قرأت، علمِ رسم خط۔ چنانچہ علمِ اوقاف کی ایک بحث[5] وقف کرنے کے قواعد ہیں۔

---

[1] وَفِيهَا: فَإِذَا وَقَعَ بَعْدَهَا (أَيِ الحُرُوفُ المُفَخَّمَة) أَلِفٌ فُخِّمَ الْأَلِفُ؛ لِأَنَّهُ تَابِعٌ لِمَا قَبْلَهَا، بِخِلَافِ أُخْتَيْهَا فَإِنَّهُ إِذَا وَقَعَ بَعْدَهَا وَاوٌ وَ يَاءٌ فَلَا يُؤَثِّرُ تَفْخِيمُهَا فِيهِمَا. الخ [2] سورۂ حم سجدہ: ۴۴ [3] سورۃ الحجرات: ۱۱ [4] بِئْسَ لِسْمُ. [5] والْبَحْثُ الآخَرُ أَقْسَامُ الْوَقْفِ مِنَ الْحَسَنِ والْقَبِيحِ والتَّامِ وَغَيره (جهد المقل) لَمْ أَذْكُرْهُ كَالْبَاقِيَيْنِ؛ لِأَنَّهَا لَا يَتَعَلَّقُ بالتَّجْوِيد.

قاعدہ ۱۵: جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو اس کو چاہیے کہ انہیں مواقع پر وقف کرے جہاں قرآن کریم میں نشان بنا ہوا ہے، بلا ضرورت بیچ میں نہ ٹھہرے، البتہ اگر بیچ میں سانس ٹوٹ جائے تو مجبوری ہے، پھر اگر مجبوری سے ایسا ہو تو چاہیے کہ جس کلمہ پر ٹھہر گیا تھا اس سے یا اوپر سے پھر لوٹا کر اور مابعد سے ملا کر پڑھے، اور اس کا سمجھنا کہ اسی کلمے سے پڑھوں یا اوپر سے، بدون معنی سمجھے ہوئے مشکل ہے۔ جب تک معنی سمجھنے کی لیاقت نہ ہو شبہ کے موقع میں کسی عالم سے پوچھ لے، اور ایسی مجبوری کے وقف میں ایک اس کا خیال رہے کہ کلمہ کے بیچ میں وقف نہ کرے، بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے، اور یہ بھی جان لو کہ وقف کرنا حرکت پر غلط ہے، جیسا اکثر لوگ کرتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا سانس سورۂ بقرہ کے شروع میں بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ کے کاف پر ٹوٹ گیا تو اس وقت کاف کو ساکن کر دینا چاہیے، زبر کے ساتھ وقف نہ کریں۔ اسی طرح بے سانس توڑے وقف نہیں ہوتا، جیسا بعض لوگ آیت کے ختم پر ساکن حرف پڑھتے ہیں اور بے سانس توڑے دوسری آیت شروع کر دیتے ہیں، یہ بھی بے قاعدہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی مجبوری میں جس کسی کلمہ پر وقف کرو تو وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اسی کے موافق وقف کرو، اگر چہ وہ دوسری طرح پڑھا جاتا ہو، پڑھنے کے موافق وقف نہ کریں گے۔ مثلاً اَنَـا میں جو الف، نون کے بعد ہے وہ ویسے تو پڑھنے میں نہیں آتا، لیکن گر اس کلمہ پر وقف کیا جائے گا تو پھر اُس الف کو بھی پڑھیں گے اور پھر جب اُس کلمہ کو لوٹائیں گے تو اس وقت چونکہ مابعد سے ملا کر پڑھیں گے، اس لیے یہ الف نہ پڑھا جائے گا۔ ان باتوں کو خوب سمجھ لو اور یاد رکھو، اس میں بڑے بڑے حافظ بھی غلطی کرتے ہیں۔

تنبیہ: قاعدۂ مذکورہ کے اخیر میں جو لکھا گیا ہے کہ وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اس کے موافق ٹھہرو، اس قاعدہ سے یہ الفاظ مستثنیٰ ہیں: اَوْ يَعْفُوَاْ سورۃ البقرہ: ۲۳۷ میں، اَنْ تَبُوْٓءَاْ

سورۃ المائدہ:۲۹ میں، لِتَتْلُوَاْ سورۃ الرعد:۳۰ میں، لَنْ نَّدْعُوَاْ سورۃ الکہف:۱۴ میں، لِیَرْبُوَاْ سورۃ الروم:۳۹ میں، لِیَبْلُوَاْ سورۃ محمد:۴ میں، نَبْلُوَاْ سورۃ محمد:۳۱ میں، ثَمُوْدَاْ چارجگہ: سورۃ ھود:۶۸، سورۃ الفرقان:۳۸، سورۃ العنکبوت:۳۸، سورۃ النجم:۵۱ میں اور دوسرا قَوَارِیْرَاْ سورۃ الدھر:۱۶ میں۔ اِن سب الفاظ میں الف کسی حال میں نہیں پڑھا جاتا، نہ وصل میں نہ وقف میں، اور لفظ لٰکِنَّاْ خاص سورۃ الکہف:۳۸ میں اور الظُّنُوْنَا اور الرَّسُوْلَا اور السَّبِیْلَا یہ تینوں سورۃ الاحزاب:۱۰، ۶۶، ۶۷ میں اور سَلٰسِلَاْ اور پہلا قَوَارِیْرَا یہ دونوں سورۃ الدھر:۴، ۱۵ میں اور لفظ اَنَا جہاں کہیں آئے تمام قرآن میں، ان تمام لفظوں میں بحالتِ وصل الف نہیں پڑھا جاتا، اور حالتِ وقف میں الف پڑھا جاتا ہے۔ مگر خاص لفظِ سَلٰسِلَاْ کو حالتِ وقف میں بدون الف پڑھنا بھی مروی ہے یعنی سَلَا سِلْ.

قاعدہ۲: جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات بتلانے کی نہیں اور اگر وہ متحرک[1] ہے تو اس پر وقف کرنے کے تین طریقے ہیں: ایک تو یہی جو سب جانتے ہیں کہ اس کو ساکن کر دیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پر جو حرکت ہے اس کو بہت خفیف سا ظاہر کیا جائے، اس کو ''رَوم'' کہا جاتا ہے۔ اور انداز اس حرکت کا تہائی حصّہ ہے، اور یہ زبر میں نہیں ہوتا، صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے، جیسے: بِسْمِ اللّٰہِ کے ختم پر میم پر سے بہت ذرا سا زیر پڑھ دیا جائے کہ جس کو بہت پاس والا سن سکے، یا نَسْتَعِیْنُ کے نون پر ایسا ہی ذرا سا پیش پڑھ دیا جائے اور رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے نون پر چونکہ زبر ہے، یہاں ایسا نہ کریں گے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس حرکت کا اشارہ صرف ہونٹوں سے کر دیا جائے، یعنی پڑھا بالکل نہ جائے بلکہ اس حرکت کے ظاہر پڑھنے کے

[1] یعنی متحرک بحرکت اصلیہ کیونکہ جہاں حرکت عارضی ہو اسکا یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ قاعدہ ۵ میں آئے گا۔ (محمد یامین)

وقت ہونٹ جس طرح بن جاتے ہیں اسی طرح ہونٹوں کو بنایا جائے اور اس حرف کو بالکل ساکن ہی پڑھا جائے، یہ "اشمام" کہلاتا ہے اور اس کو پاس والا بھی نہیں سن سکتا، کیونکہ اس میں حرکت زبان سے تو ادا ہوئی نہیں، البتہ آنکھوں والا پڑھنے والے کے ہونٹ دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ اس نے اشمام کیا ہے۔ اور اشمام صرف پیش میں ہوتا ہے، اور زبر زیر میں نہیں ہوتا۔ مثلاً نَسْتَعِيْنُ کے نون پر پیش ہے، اس پیش کو پڑھا تو بالکل نہیں، نون کو بالکل ساکن پڑھا، مگر ہونٹوں کو نون ادا کرنے کے وقت ایسا بنا دیا جیسا پیش پڑھنے کے وقت بن جاتے ہیں یعنی ذرا چونچ سی بنا دی۔

قاعدہ ۳: جس کلمہ کے آخر میں تنوین ہو وہاں بھی رَوم جائز ہے، مگر حرکت ظاہر کرنے کے وقت تنوین کا کوئی حصّہ ظاہر نہ کیا جائے گا۔ (تعلیم الوقف: قاری عبداللہ صاحب مکّی رحمہ اللہ)

قاعدہ ۴: تــاء جو کہ "ۃ" کی شکل میں گول لکھی جاتی ہے، مگر اس پر نقطے بھی دیے جاتے ہیں اگر ایسی تــاء پر وقف ہو، تو وہاں دو باتوں کا خیال رکھو: ایک تو یہ کہ اس کو "ہ" کے طور پر پڑھو، دوسرے یہ کہ وہاں رَوم اور اشمام مت کرو۔ (تعلیم الوقف)

قاعدہ ۵: رَوم اور اشمام حرکتِ عارضی پر نہیں ہوتا ہے، جیسے: وَلَـقَـدِ اسْتُهْـزِئَ میں کوئی شخص وَلَـقَـد پر وقف کرنے لگے تو دال کو ساکن پڑھنا چاہیے اس کے زیر میں روم نہ کریں، کیونکہ عارضی ہے (تعلیم الوقف) اور اس کو بھی عربی دان ہی جان سکتے ہیں۔ تم کو جہاں جہاں شبہ ہو کسی عالم سے پوچھ لو۔

قاعدہ ۶: جس کلمہ پر وقف کرو اگر اس کے اخیر حرف پر تشدید ہو تو رَوم اور اشمام میں تشدید بدستور باقی رہے گی۔ (تعلیم الوقف)

قاعدہ ۷: جس کلمہ پر وقف کیا جائے اگر اس کے اخیر حرف پر زبر کی تنوین ہو، تو حالتِ وقف میں اس تنوین کو الف سے بدل دیں گے، جیسے کسی نے فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً پر وقف کیا تو اس

طرح پڑھیں گے: نِسَآءْ ج

قاعدہ ۸: جس مدِ وقفی کا بیان گیارہویں لمعہ کے قاعدہ (۶) میں ہوا ہے، اگر رَوم کے ساتھ وقف کیا جائے اس وقت وہ مد نہ ہوگا۔ مثلاً اَلرَّحِيْمُ یا نَسْتَعِيْنُ میں اگر پیش یا زیر کا ذرا سا حصّہ ظاہر کردیں تو پھر مد نہ کریں گے۔ (تعلیم الوقف)

چودھواں لمعہ
فوائد متفرّقہ ضروریہ کے بیان میں

اور گو ان میں سے بعض بعض فوائد اوپر بھی معلوم ہوگئے ہیں مگر چونکہ دوسرے مضامین کے ذیل میں بیان ہوئے تھے، شاید خیال نہ رہے۔ اس لیے اُن کو پھر لکھ دیا اور زیادہ تر نئے فائدے ہیں۔

فائدہ ۱: سورۂ کہف کے پانچویں رکوع[1] میں ہے لٰكِنَّاْ هُوَ اللّٰهُ یعنی لٰكِنَّاْ میں الف لکھا ہے مگر یہ پڑھا نہیں جاتا، البتہ اگر اس پر کوئی وقف کرے تو اس وقت پڑھا جائے گا۔

فائدہ ۲: سورۂ دہر کے شروع[2] میں سَلٰسِلَاْ یعنی دوسرے لام کے بعد بھی الف لکھا تو ہے مگر یہ بھی پڑھا نہیں جاتا، البتہ وقف کی حالت میں الف کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح درست ہے اور پہلے لام کے بعد جو الف لکھا ہے وہ ہر حال میں پڑھا جاتا ہے۔

فائدہ ۳: اسی سورۂ دہر میں وسط[3] کے قریب قَوَارِيْرَاْ ۝ قَوَارِيْرَاْ دو دفعہ ہے، اور دونوں کے اخیر میں الف لکھا ہے، سو انکا قاعدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ تو کسی حال میں الف نہیں پڑھا جائیگا، خواہ وقف ہو یا نہ ہو، اور پہلی جگہ اگر وقف کرو تو الف پڑھا جائیگا اور وقف نہ کرو تو الف نہیں پڑھا جائیگا۔ اور زیادہ عادت یہ ہے کہ پہلی جگہ کو وقف کرتے ہیں، دوسری جگہ نہیں کرتے۔ تو اس صورت میں پہلی جگہ الف پڑھو، دوسری جگہ مت پڑھو۔

[1] سورۃ الکہف: ۳۸ [2] سورۃ الدھر: ۴ [3] سورۃ الدھر: ۱۵، ۱۶

فائدہ۴: قرآن میں ایک جگہ امالہ ہے یعنی سورۃ ھود میں جو بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِىٰهَا ہے اس کا بیان لمعہ (۸) قاعدہ (۴) میں دیکھ لو۔

فائدہ۵: سورۃ حٰم سجدہ میں ایک تسہیل ہے ءَ اَعْجَمِیٌّ، اس کا بیان بارہویں لمعہ کے قاعدہ (۱) میں گزرا ہے، دیکھ لو۔

فائدہ۶: سورۂ حجرات میں بِئْسَ الاِسْمُ میں الْاِسْمُ کا همزہ نہیں پڑھا جاتا، بلکہ اس کے لام کو اس کے سین سے ملا دیتے ہیں اس کا بیان بھی بارہویں لمعہ کے قاعدہ (۲) میں گزرا ہے۔

فائدہ۷: لَئِنْ بَسَطْتَّ[1] اور اَحَطْتُّ[2] اور مَافَرَّطْتُّمْ[3] اور مَافَرَّطْتُّ[4] میں ادغام ناتمام ہوتا ہے، یعنی طاء کو تاء کے ساتھ ملا کر مشدّد کر کے اس طرح پڑھا جائے کہ طاء اپنی صفت استعلاء واطباق کے ساتھ بدون قلقلہ کے پُرادا ہو اور تاء باریک ادا ہو، اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ[5] میں بہتر یہی[6] ہے کہ پورا ادغام کیا جائے، یعنی قاف بالکل نہ پڑھا جائے، بلکہ قاف کا کاف سے بدل کر اور دونوں کو ملا کر مشدّد کر کے پڑھا جائے۔

فائدہ۸: نٓ وَالْقَلَمِ اور یٰسٓ O وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ میں نون اور سین کے بعد جو واؤ ہے، يَرْمَلُوْنَ کے قاعدہ کے موافق جس کا ذکر دسویں لمعہ کے قاعدہ (۳) میں آچکا ہے، اس واؤ میں ادغام ہونا چاہیے، مگر ادغام نہیں کیا جاتا۔[7]

فائدہ۹: سورۃ یوسف کے دوسرے رکوع میں ہے لَاتَاْمَنَّا[8]، اس میں نون پر اشمام کیا کرو۔

---

[1] سورۃ المائدہ:۲۸ [2] سورۃ النمل:۲۲ [3] سورۃ یوسف:۸۰

[4] سورۃ الزمر:۵۶ [5] سورۃ المرسلات:۲۰

[6] وَيَجُوْزُ النَّاقِصُ اَيْضًا وَهُوَ اَنْ يَبْقٰى بَعْضُ صِفَاتِ الْمُدْغَمِ. [7] عِنْدَ حَفْصٍ رحمہ اللہ.

[8] اِخْتِيَارُه؛ لِأَنَّه سَهْلٌ عَلَى الأَطْفَالِ، وَيَجُوْزُ الرَّوْمُ أَيْضاً: لَاتَاْمَنُنَا ولايَجُوْزُ الْاِدْغَامُ الْمَحْضُ. كَمَا لاَ يَجُوْزُ الإِظْهَارُ الْمَحْضُ. (محمد یامین)

فائدہ۱۰: قرآن مجید میں کہیں کہیں ''سکتہ'' لکھا ہوا پاؤ گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ذرا ٹھہر جاؤ مگر سانس مت توڑو اور باقی سب قاعدے اس میں وقف کے جاری ہوں گے۔ مثلاً سورۂ قیامہ میں ہے مَنْ ؔسکتہ رَاقٍO تو یَـرْمَـلُوْنَ کے موافق مَنْ کے نون کا ''ر'' میں ادغام ہو جاتا ہے مگر ادغام نہیں ہوا، کیونکہ جب سکتہ کو بجائے وقف کے سمجھا تو گویا نون اور راء میں اتصال نہیں رہا اس لیے ادغام نہیں ہوا۔ اسی طرح سورۂ کہف میں ہے عِوَجـاً ؕ ؔسکتہ O قَیِّماً. تو اگر عِوَجاً پر وقف نہ کریں اور مابعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفاء نہیں ہوگا، بلکہ زبر کی تنوین کو الف سے بدل کر سکتہ کیا جائے گا۔ اور تمام قرآن شریف میں حفص کی روایت میں کل سکتے چار ہیں: ایک سورۂ قیامہ میں، دوسرا سورۂ کہف میں جو کہ مذکور ہوئے، تیسرا سورۂ یٰس میں مِـنْ مَّـرْقَـدِنَـا ؔسکتہ کے الف پر جب کہ مابعد سے ملا کر پڑھا جائے، چوتھا سورۂ مطففین میں کَلَّا بَلْ ؔسکتہ کے لامِ ساکن پر، بس ان کے علاوہ قرآن میں کہیں سکتہ نہیں۔

فائدہ۱۱: قرآن میں جہاں پیش آئے اس کو واؤ معروف کی سی بُو دے کر پڑھو، اور جہاں زیر آئے اس کو یائے معروف کی سی بُو دے کر پڑھو۔ ہمارے ملک میں پیش کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ مجہول پیدا ہوتی ہے، اور زیر کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دو تو یائے مجہول پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ بات عربی زبان کے خلاف ہے، ایسا مت کرو، بلکہ پیش کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ معروف پیدا ہو اور زیر کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو یائے معروف پیدا ہو، اور زیر اور پیش کے اس طرح ادا ہونے کو ماہر استاذ سے سن لو، لکھا ہوا دیکھنے سے سمجھ میں شاید نہ آیا ہو۔

فائدہ۱۲: جب واؤ مشدّد یا یاءِ مشدّد پر وقف ہو تو ذرا سختی سے تشدید کو بڑھانا چاہیے تاکہ تشدید باقی رہے، جیسے: عَدُوٌّ ؕ اور عَلَى النَّبِیِّ ؕ

فائدہ ۱۳: سورۂ یوسف میں ہے لَيَكُوْناً مِّنَ الصَّاغِرِيْنَ. اور سورۂ اقرأ میں ہے لَنَسْفَعاً م بِالنَّاصِيَةِ۔ اگر لَيَكُوْنًا اور لَنَسْفَعاً پر وقف کرو تو الف[1] سے پڑھو، یعنی تنوین مت پڑھو۔

فائدہ ۱۴: چار لفظ قرآن مجید میں ہیں کہ لکھے تو جاتے ہیں صاد سے اور اس صاد پر چھوٹا سا "س" بھی لکھ دیتے ہیں، اس کا قاعدہ سمجھ لو ایک تو سورۂ بقرہ (۲۴۵) میں يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ۔ دوسرا سورۂ اعراف (۶۹) میں فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً۔ ان دونوں جگہ میں "س" پڑھو۔ تیسرا سورۂ طور (۳۷) میں اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ، اس میں چاہے "س" پڑھو، چاہے صاد پڑھو۔ چوتھا سورۂ غاشیہ (۲۲) میں بِمُصَّيْطِرٍ، اس میں صاد پڑھو۔

فائدہ ۱۵: کئی مواقع قرآن مجید میں ایسے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لَا اور پڑھا جاتا ہے لَ، پڑھتے وقت اُنکا بہت خیال رکھو۔ ایک سورۂ آل عمران (۱۵۸) میں لَا اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ، دوسرا سورۂ توبہ (۴۷) میں وَلَا اَوْضَعُوْا، تیسرا سورۂ نمل (۲۱) میں اَوْلَا اَذْبَحَنَّهٗ، چوتھا سورۂ والصّٰفّٰت (۶۸) میں لَا اِلَى الْجَحِيْمِ، پانچواں سورۂ حشر (۱۳) میں لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ. اسی طرح سورۂ آل عمران پندرہویں رکوع میں لکھا ہوا ہے اَفَائِنْ، اور پڑھا جاتا ہے اَفَئِنْ۔ اور چند مقامات میں لکھا ہوا ہے مَلَائِهٖ، اور پڑھا جاتا ہے مَلَئِهٖ. اور سورۂ کہف کے چوتھے رکوع میں لکھا ہے لِشَائْءٍ اور پڑھا جاتا ہے لِشَيْءٍ، اور بعض جگہ لکھا ہوا ہے نَبَائِ اور پڑھا جاتا ہے نَبَئِ.

تنبیہ: مذکورہ قاعدے اکثر تو وہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں اور جن میں اختلاف

---

[1] وَاِنْ كَانَ خِلَافُ الْقِيَاسِ لِأَنَّهَا نُوْنٌ خَفِيْفَةٌ لٰكِنَّ الْوَقْفَ يَكُوْنُ تَابِعاً لِلرَّسْمِ. وَهٰذِهِ الْقَاعِدَةُ اَكْثَرِيَّةٌ لَا كُلِّيَّةٌ: فَاِنَّ ثَمُوْدَا بِالْأَلِفِ إِذَا وُقِفَ عَلَيْهِ لَا يَكُوْنُ وَقْفُهٗ تَابِعاً لِلرَّسْمِ. (قاری محمد یامین)

ہے ان میں سے میں نے امام حفص بن سلیمان الأسدی الکوفی رحمہ اللہ کے قواعد لکھے ہیں، جن کی روایت کے موافق ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں، اور انہوں نے قرآن مجید حاصل کیا ہے امام عاصم رحمہ اللہ تابعی سے، اور انہوں نے زِرّ بن حُبَیش[1] اَسدی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن حبیب سلمیٰ رضی اللہ عنہ سے، اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور ان سب حضرات نے جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

خاتمہ: چاند کا پورا لمعہ بھی چودھویں رات کو ہوتا ہے اور یہاں بھی چودھویں لمعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہو گئے، اس لیے یہاں پہنچ کر رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول فرمائے! طالب علموں سے خصوصاً بچوں سے خصوصاً قدوسیوں سے رضائے مولیٰ کی دعا کا طالب ہوں۔

(حضرت مولانا) اشرف علی عفی عنہٗ

۵/صفر ۱۳۳۴ھ

---

[1] زرّ بالكسر وشدّتِ راء، وحبيش بالضم وفتح ثاني وسكونِ ثالث مصغّر، كما في المغني والتقريب. (زینت الفرقان)

یادداشت

مكتبة البشرى

المطبوعة

ملونة مجلدة

الصحيح لمسلم	(٧ مجلدات)
الموطأ للإمام محمد	(مجلدين)
الموطأ للإمام مالك	(٣ مجلدات)
الهداية	(٨ مجلدات)
مشكاة المصابيح	(٤مجلدات)
تفسير الجلالين	(٣مجلدات)
مختصر المعاني	(مجلدين)
نور الأنوار	(مجلدين)
كنز الدقائق	(٣مجلدات)
التبيان في علوم القرآن	تفسير البيضاوي
المسند للإمام الأعظم	الحسامي
الهدية السعيدية	شرح العقائد
أصول الشاشي	القطبي
تيسير مصطلح الحديث	نفحة العرب
شرح التهذيب	مختصر القدوري
تعريب علم الصيغة	نور الإيضاح
البلاغة الواضحة	ديوان الحماسة
ديوان المتنبي	المقامات الحريرية
النحو الواضح (الإبتدائية، الثانوية)	آثار السنن
رياض الصالحين (مجلدة غير ملونة)	شرح نخبة الفكر

ملونة كرتون مقوي

شرح عقود رسم المفتي	السراجي
متن العقيدة الطحاوية	الفوز الكبير
المرقاة	تلخيص المفتاح
زاد الطالبين	دروس البلاغة
عوامل النحو	الكافية
هداية النحو	تعليم المتعلم
إيساغوجي	مبادئ الأصول
شرح مائة عامل	مبادئ الفلسفة
المعلقات السبع	هداية الحكمة

هداية النحو (مع الخلاصة والتمارين)

متن الكافي مع مختصر الشافي

ستطبع قريبا بعون الله تعالىٰ

ملونة مجلدة/ كرتون مقوي

الصحيح للبخاري	الجامع للترمذي
شرح الجامي	التسهيل الضروري

Books in English

Tafsir-e-Uthmani (Vol. 1, 2, 3)
Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)
Key Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)
Al-Hizb-ul-Azam (Large) (H. Binding)
Al-Hizb-ul-Azam (Small) (Card Cover)
Secret of Salah

Other Languages

Riyad Us Saliheen (Spanish) (H. Binding)
Fazail-e-Aamal (German)

To be published Shortly Insha Allah

Al-Hizb-ul-Azam (French) (Coloured)

مکتبۃ البشریٰ

طبع شدہ

رنگین مجلد

تفسیر عثمانی (۲ جلد)
خطبات الاحکام لجمعات العام
الحزب الاعظم (مہینے کی ترتیب پر مکمل)
الحزب الاعظم (ہفتے کی ترتیب پر مکمل)
لسان القرآن (اول، دوم، سوم)
خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
بہشتی زیور (تین حصے)

معلم الحجاج
فضائل حج
تعلیم الاسلام (مکمل)
حصن حصین

رنگین کارڈ کور

حیاۃ المسلمین
تعلیم الدین
خیر الاصول فی حدیث الرسول
الحجامہ (پچھنا لگانا) (جدید ایڈیشن)
الحزب الاعظم (مہینے کی ترتیب پر) (جیبی)
الحزب الاعظم (ہفتے کی ترتیب پر) (جیبی)
عربی زبان کا آسان قاعدہ
فارسی زبان کا آسان قاعدہ
علم الصرف (اولین، آخرین)
تسہیل المبتدی
جوامع الکلم مع چہل ادعیہ مسنونہ
عربی کا معلم (اول، دوم، سوم، چہارم)
عربی صفوۃ المصادر
صرف میر
تیسیر الابواب
نام حق

آداب المعاشرت
زاد السعید
جزاء الاعمال
روضۃ الادب
آسان اُصول فقہ
معین الفلسفہ
معین الاصول
تیسیر المنطق
تاریخ اسلام
بہشتی گوہر
فوائد مکیہ
علم النحو
جمال القرآن
نحو میر
تعلیم العقائد
سیر الصحابیات

فصول اکبری
میزان و منشعب
نماز مدلل
نورانی قاعدہ (چھوٹا/ بڑا)
بغدادی قاعدہ (چھوٹا/ بڑا)
رحمانی قاعدہ (چھوٹا/ بڑا)
تیسیر المبتدی
منزل
الانتباہات المفیدۃ
سیرت سید الکونین ﷺ
رسول اللہ ﷺ کی نصیحتیں
حیلے اور بہانے

کریما
پند نامہ
پنج سورۃ
سورۃ یٰس
عم پارہ درسی
آسان نماز
نماز حنفی
مسنون دعائیں
خلفائے راشدین
امت مسلمہ کی مائیں
فضائل امت محمدیہ
علیکم بسنتی

اکرام المسلمین مع حقوق العباد کی فکر کیجیے

کارڈ کور / مجلد

اکرام مسلم
مفتاح لسان القرآن
(اول، دوم، سوم)

فضائل اعمال
منتخب احادیث

زیر طبع

علامات قیامت
حیاۃ الصحابہ
جواہر الحدیث
بہشتی زیور (مکمل و مدلل)
تبلیغ دین
اسلامی سیاست مع تکملہ
کلید جدید عربی کا معلم
(حصہ اول تا چہارم)

فضائل درود شریف
فضائل صدقات
آئینہ نماز
فضائل علم
النبی الخاتم ﷺ
بیان القرآن (مکمل)
مکمل قرآن حافظی ۱۵ سطری

جَمالُ القُرآن مکمل

مع حاشیہ

زِینتُ الفُرقَان

مصنفہ

حکیم الامّت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ چند اوراق ہیں ضروریاتِ تجوید میں مسمّٰی بہ جمال القرآن اوراس کے مضامین کوملقب بہ لمعات کیا جاوے گا محبی مکرمی مولوی حکیم محمد یوسف صاحب مہتمم مدرسۂ قدوسیہ گنگوہ کی فرمائش پر کتبِ معتبرہ سے خصوص رسالہ ہدیۃ الوحید مؤلفہ قاری مولوی عبدالوحید صاحب مدرس اوّل درجہ قرأت مدرسہ عالیہ دیوبند سے ملتقط کر کے بہت آسان عبارت میں جس کو مبتدی بھی سمجھ لیں لکھا گیا ہے اور کہیں کہیں قرأت کے دوسرے رسالوں سے بھی کچھ لکھا گیا ہے وہاں ان رسالوں کا نام لکھ دیا ہے اور کہیں اپنی یاداشت سے کچھ لکھا ہے وہاں کوئی نشان بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔بس جہاں کسی کتاب کا نام نہ ہو وہ یا تو ہدیۃ الوحید کا مضمون ہے اگر اس میں موجود ہو ورنہ احقر کا مضمون ہے۔

وباللہ التوفیق وھوخیر عون وخیررفیق۔

کتبہٗ اشرف علی تھانوی ادہمی حنفی چشتی عفی عنہ

مشورہ مفید: اول اس رسالہ کوخوب سمجھا کر پڑھا دیں۔اور ہر شے کی تعریف اور مخارج وصفات وغیرہ خوب یاد کرادیں۔ اس کے بعد رسالۂ تجوید القرآن نظم حفظ کرادیا جائے اور اگر فرصت کم ہوتو رسالہ حق القرآن یاد کرادیا جاوے۔

فقط۔

کتبہٗ اشرف علی تھاعفی عنہ

==

تمہید جمال القرآن

بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ اگر چہ رسالہ جمال القرآن اس سے پیشتر مطبع بلال ساڈھورہ ومطبع احمدی لکھنؤ ومطبع انتظامی کانپور وغیرہ میں طبع ہوکر شائع ہو چکا ہے مگر بوجہ عدم تکمیل بعض مضامین وعدم اہتمام تصحیح اس کے لئے

حواشی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ احقر نے اس کے مضامین کی توضیح و تکمیل اور اغلاط کی تصحیح کے لئے حواشی لکھے تھے لیکن چونکہ عموماً حواشی کی طرف التفات کم ہوتا ہے اور اس صورت میں معتد بہ نفع کی توقع بہت کم تھی اس لئے حسب ایماء وارشاد حضرت مؤلف علام مد فیوضہم اس نااہل نے ان حواشی میں سے جو مضامین نہایت ضروری ادا کے متعلق تھے ان کو رسالہ کا جزو بنا دیا۔ اور جو مضامین بطور دلائل وتوضیح کے تھے ان کو حواشی میں رکھ کر حضرت موصوف کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے پیش کر دیا۔ حضرت ممدوح نے تصدیق و تحسین فرما کر طبع واشاعت کی اجازت عطا فرمادی اور تکمیل مضامین کی مناسبت سے اب اس رسالہ کا لقب جمال القرآن مکمل تجویز فرمادیا۔ اگر ناظرین باقتضائے بشریت کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اس نااہل کی کم فہمی پر محمول فرما کر متنبہ فرمادیں۔ بعد تحقیق اس سے رجوع کر کے انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح کر دی جاوے گی۔ اور اگر کسی کو اصل عبارت (جو کہ تغیر وتبدل و اضافہ سے پہلے تھی) دیکھنے کی ضرورت ہو تو وہ مطابع مذکور کے مطبوعہ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ والسلام

ہر کہ خواند دعاء طمع دارم ز انکہ من بندۂ گنہ گارم

کتبہٗ احقر محمد یامین عفی عنہ

====================

تجوید کی تعریف

پہلا لمحہ: تجوید کہتے ہیں ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا، اور اس علم کی حقیقت اسی قدر ہے اور مخارج اور صفات آگے آویں گے چوتھے اور پانچویں لمحہ میں۔

تجوید کی ضرورت

دوسرا لمحہ: تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھانا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن کہلاتا ہے اور یہ دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا جیسے اَلحمدُ کی جگہ اَلھمدُ پڑھ دیا۔ ثؔ کی جگہ سؔ پڑھ دیا یا حؔ کی جگہ ہؔ پڑھ دی یا ذؔ کی جگہ زؔ پڑھ دی یا صؔ کی جگہ سؔ پڑھ دیا، یا ضؔ کی جگہ دؔ یا ظ پڑھ دی یا ظؔ کی جگہ زؔ پڑھ دی یا عؔ کی جگہ ہمزہ پڑھ دیا' اور ایسی غلطیوں میں اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ بھی مبتلا ہیں۔ یا کسی حرف کو بڑھا دیا جیسے **اَلحَمدُ لِلّٰہِ** میں دال کے پیش کو اور ہ کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا **اَلحَمدُو لِلّٰہِی** یا کسی حرف کو گھٹا دیا جیسے **لَم یُولَد** میں واؤ کو ظاہر نہ کیا اس طرح

پڑھا لَم یُلَد یازبر زیر پیش جزم ۴ میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا جیسے اَیّاَكَ کے کاف کا زیر پڑھ دیا یا اِھدِ نا میں ہ سے پہلے اس طرح زبر پڑھ دیا اِھدِنَا

یا اَنعَمتَ کی میم پر اس طرح حرکت پڑھ دی اَنعمَتَ یا اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا۔ان غلطیوں کولحن جلی کہتے ہیں اور یہ حرام ہے (حقیقۃ التجوید) اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز جاتی رہتی ہے۔اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی لیکن حرفوں کے حسین ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں ان کے خلاف پڑھا جیسے ر پر جب زبر یا پیش ہوتا ہے اس کو پُر یعنی منہ بھر کر پڑھا جاتا ہے جیسے اَلصِرَ اط کی راء جیسا آٹھویں لمحہ میں آوے گا مگر اس نے باریک پڑھ دیا اس کو لحن خفی کہتے ہیں۔یہ غلطی پہلی غلطی سے ہلکی ہے یعنی مکروہ ہے (حقیقۃ التجوید) لیکن بچنا اس سے بھی ضروری ہے۔

آداب تلاوت

تیسرا لمحہ: قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے **اَعُوذُبَاللهِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیم** ط پڑھنا ضروری ہے۔ [۱] (۱) جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا مستحب ہے کمافی بعض شروح الشاطبیۃ ۱۲ زینۃ الفرقان) اور **بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ** ط میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سورت سے شروع کرے تو بسم اللہ ضروری ہے۔اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت بیچ میں شروع ہوگئی تب بھی بسم اللہ ضروری ہے۔مگر اس دوسری صورت میں سورۃ برأۃ کے شروع میں نہ پڑھے۔اور بعضے عالموں نے کہا ہے کہ پہلی صورت میں بھی سورۃ برأۃ پر بسم اللہ نہ پڑھے۔اور اگر کسی سورت کے بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے۔ضروری نہیں لیکن اعوذ اس حالت میں بھی ضروری ہے۔

مخارِج حروف

تیسرا لمحہ: جن موقعوں سے حروف [۲] (۲) جمع حرف و یرید حرف الہجاء لاحرف المعنی و ہو صوت معتمد علیٰ مقطع محقق و مقدر و تخص بالالسان وضعاً کمافی شرح الجزریۃ زینۃ الفرقان ؎ چنانچہ کتاب النشر صفحہ ۲۶۳ میں ہے لاخلاف فی حذف البسملۃ بین الانفال و برآۃ عن کل من بسمل بین السورتین وکذلک فی ابتداء برأۃ علی الصحیح عند اہل الاداء ۱۲ ابن ضیاء محبّ الدین احمد مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد) ادا ہوتے ہیں ان کو مخارج کہتے ہیں اور یہ مخارج سترہ (۱۷) ہیں۔

(مخرج ۱) جوفِ دہن یعنی منہ کے اندر کا خلا اس سے یہ حروف نکلتے ہیں۔ وآوٗ جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر پیش ہو جیسے اَلْمَغْضُوْبِ یا جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو جیسے نَسْتَعِیْنُ الفؔ جب کہ ساکن بے جھٹکے ہو اور اس سے پہلے زبر ہو جیسے صِرَاطَ اور ساکن بے جھٹکے اس لئے کہا کہ زبر زیر پیش والا اور اسی طرح ساکن جھٹکے والا ہمزہ ہوتا ہے۔ اگرچہ [۱] (۱ متقدمین کی اصطلاح میں ہمزہ کو الف بھی کہتے ہیں کمافی فتح الباری لہذا ہمزہ کو الف کہنا غلط نہیں گو متاخرین کی اصطلاح کے خلاف ہے۔) عام لوگ اس کو بھی الف کہتے ہیں جیسے الحمدُ کے شروع میں جو الف ہے یا بَاس' کے بیچ میں جو الف ہے یہ واقع میں ہمزہ ہے اور اس تمام کتاب میں ایسے دونوں الفوں کو ہمزہ ہی کہا جاوے گا یاد رکھنا۔ اور جس الف اور جس واؤ اور جس یا کا ابھی اوپر ذکر ہوا ہے انکو حرف مدّہ اور حروف ہوائیہ بھی کہتے ہیں پہلا نام اس لئے ہے کہ ان پر کبھی مد بھی ہوتا ہے۔ گیارہویں لمحہ کے بیان میں اس کا پورا حال معلوم ہوگا۔ اور دوسرا نام اس لئے ہے کہ یہ حروف ہوا[۲] (۲ ہوا سے ہونٹوں سے حلق تک کا خلا و جوف مراد ہے،) پر تمام ہوتے ہیں اور جس واؤ ساکن سے پہلے زبر ہو اسکو واؤ لین کہتے ہیں جیسے مِن خَوفٍ اور جس یا ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو یا لین کہتے ہیں جیسے والصَّیفِ پس واؤ لین اور واو متحرک کا مخرج آگے سولہویں مخرج کے بیان میں آوے گا اور یاء متحرک کا مخرج آگے ساتویں مخرج کے بیان میں آوے گا۔

(مخرج ۲) اقصیٰ حلق یعنی حلق کا پچھلا حصہ سینہ کی طرف والا۔ اس سے یہ حروف نکلتے ہیں۔ ہمزہ اور ہَ۔

(مخرج ۳) وسطِ حلق یعنی حلق کا درمیان والا حصہ، اس سے یہ حروف نکلتے ہیں ع اور ح بے نقطہ والے۔

(مخرج ۴) ادنیٰ حلق یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف والا ہے۔ اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں۔ غ اور خ نقطہ والے اور ان چھ حرفوں کو حروف حلقی کہتے ہیں۔

(مخرج ۵) لہات [۱] (۱ بفتح اللام دہائے ہوز و آخر فوقانی گوشت پارہ کہ شبیہ بزبان باشد واؤ در انتہائے کام آویختہ است کمافی حاشیہ منتخب النفاس ۱۲) یعنی کوے کے متصل زبان کی جڑ جب کہ اوپر کے تالو سے ٹکر کھاوے اس سے قاف ادا ہوتا ہے۔

(مخرج ٦) قاف کے مخرج کے متصل ہی منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر اوراس سے کاف ادا ہوتا ہے۔اوران دونوں حرفوں کولہا ئیہ کہتے ہیں۔

(مخرج ٧) وسطِ زبان اوراس کے مقابل اوپر کا تالو ہے، اوراس سے یہ حرف ادا ہوتے ہیں۔ ج۔ش ی٢ (٢ ان کا مجموعہ جیش ہے١٢ زینۃ الفرقان) ی جبکہ مدّ ہ نہ ہو۔یعنی یائے متحرک اور یائے لین اور مدّ ہ اور لین کے معنی مخرج (١) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں اوران کوحروف شجریہ٣ (٣ لخروجھا من شجر الفوسکون الجیم وھو منفتح مابین الحسین١٢ حقیقۃ التجوید) کہتے ہیں۔

(ف) آگے جو مخارج آتے ہیں ان میں بعضے دانتوں کے نام عربی میں آویں گے اس واسطے پہلے ان کے معنی بتلائے دیتا ہوں ان کوخوب یاد کرلیں۔تا کہ آگے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ بتیس میں سے سامنے کے چار دانتوں کوثنایا کہتے ہیں۔ دو اوپر والوں کوثنایا علیا اور دو نیچے والوں کوثنایا سفلیٰ اوران ثنایا کے پہلو میں چار دانت جوان سے ملے ہوئے ہیں ان کو رباعیات ١ (١ یعنی اوپر کی جانب ایک دانت داہنی جانب اور دوسرا بائیں جانب ہے اوراسی طرح نیچے کی جانب دو دانت ہیں زینۃ الفرقان) اورقواطع کہتے ہیں۔ پھران رباعیات سے ملے ہوئے چار دانت نوکدار ہیں، ان کوانیاب٢ (٢ انیاب وضواحک میں بھی وہی تفصیل ہے جو حاشیہ ١ میں گزری ہے۔١٢ زینۃ الفرقان) اورکواسر کہتے ہیں پھران انیاب کے پاس چار دانت ہوتے ہیں ان کوضواحک کہتے ہیں۔ پھران ضواحک کے پہلو میں بارہ دانت اور ہیں۔یعنی تین اوپر داہنی طرف اورتین اوپر بائیں طرف اورتین نیچے داہنی طرف اورتین نیچے بائیں طرف۔ان کوطواحن کہتے ہیں۔ پھران طواحن کے بغل میں بالکل اخیر میں ہر جانب ایک ایک دانت اور ہوتا ہے جن کونواجذ٣ (٣ پس کل نواجذ چار ہوئے ١٢ زینۃ الفرقان) کہتے ہیں اوران سب ضواحک اورطواحن اورنواجذ کواضراس کہتے ہیں جن کواردو میں ڈاڑھ کہتے ہیں۔ یاد کی آسانی کے لئے کسی نے ان سب ناموں کو نظم کردیا ہے وہ نظم یہ ہے۔

ہے تعداد دانتوں کی کل تیس اور دو ثنایا ہیں چار اوررباعی ہیں دودو
ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس کہ کہتے ہیں ان کے بازو میں دودو
ضواحک ہیں چار اورطواحن ہیں بارہ نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دودو

(مخرج ۸) ض کا ہے اور وہ حافۂ لسان یعنی زبان کی کروٹ داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے۔ جب کہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھ کی جڑھ سے لگادیں اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے۔ مگر بہت مشکل ہے اور اس حرف کو حافیہ کہتے ہیں اور اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں اس لئے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے۔ اس حرف کو دال پُر یا باریک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آجکل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے۔ ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالی ظاء پڑھنا بھی غلط ہے۔ البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی۔ علم تجوید وقرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔ (۱)

(۱) علم تجوید وقرأت کی کتابوں میں بتصریح مذکور ہے کہ ظاء معجمہ کی طرح ضاء معجمہ حروف رخوہ میں سے ہے جن کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ بند نہیں ہوتا بلکہ آواز برابر جاری رہتی ہے اور دال مہملہ حروف شدیدہ میں داخل ہے جن کے ادا کرنے میں آواز بند ہو جاتی ہے۔ پس اگر ضاد کو دال یا مشابہ دال پڑھا جاوے گا تو ضاد رخوہ نہ رہے گا بلکہ دال کی طرح شدیدہ ہو کر آواز کا سلسلہ بند ہو جاوے گا حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ ضاد شدیدہ ہرگز نہیں بلکہ ظاء کی طرح رخوہ ہے۔ پس جس طرح کہ ظاء کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ اسی طرح ضاد کے ادا کرنے میں بھی آواز برابر جاری رہنا چاہیے۔ نیز صفت رخوت کے علاوہ ضاد معجمہ دیگر صفات میں ظاء کے ساتھ شریک ہے۔ صرف ایک صفت استطالت میں ظاء سے ممتاز ہے۔ اگر ضاد میں استطالت نہ ہوتی تو ضاد اور ظاء میں کوئی فرق نہ ہوتا اور دال سے تمام صفات میں متمایز ہے بجز ایک صفت جہر کے پس عقلاً یہ بات ظاہر ہے کہ جن دو حرفوں میں وجوہ اشتراک زیادہ ہوں وہ متشابہ فی الصوت ہوں گے یا جن میں وجوہِ امتیاز زیادہ ہوں وہ باہم متشابہ ہوں گے اور نقلاً یہ کہ تجوید وقرأت وفقہ وتفسیر وغیرہ کی اکثر معتبر کتابوں سے ضاد کا مشابہ ظاء ہونا ثابت ہوتا ہے اس جگہ سب روایات کو نقل کرنے سے خوفِ تطویل مانع ہے اور جو لوگ ضاد کو دال یا مشابہ دال پڑھتے ہیں ان کے پاس کسی معتبر کتاب کی ایک روایت بھی ہے اور باقی جو لچر بیان کرتے ہیں مثلاً کسی بڑے عالم کا پڑھنا یا فقہاء کا ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے منع کرنا یا عموم بلویٰ اور اسی طرح کے دوسرے تمام شبہات کا جواب مع دلائل اثبات مشابہ بین الضاد والظاء رسالہ الاقتصاد فی الضاد مصنفہ جناب مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوری سلمہٗ تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب میں مفصل مذکور ہے جس کو مطلوب ہو اس کو دیکھ لے یہاں پر اس کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ۱۲

محمد یامین عفی عنہ

(مخرج ۹) لآم کا ہے کہ زبان کا کنارہ مع کچھ حصہ حافہ۔ جب ثنآیا اور رباعی اور ناب اور ضاحک کے مسوڑھوں سے کسی قدر مائل تالو کی طرف ہو کر ٹکر کھاوے۔ خواہ داہنی طرف سے یا بائیں طرف سے اور داہنی طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے۔

(مخرج ۱۰) نوٓن کا ہے اور وہ بھی زبان کا کنارہ ہے۔ مگر لآم کے مخرج سے کم ہو کر یعنی ضاحک کو اس میں دخل

نہیں۔

(مخرج ۱۱) راء کا ہے اور وہ نون کے قریب ہے مگر اس میں پشت زبان کو بھی دخل ہے۔ ان تینوں حرفوں کو یعنی لام اور نون اور راء کو طرفیہ اور ذلقیہ [1] (۱ الخروجہا من ذلق اللسان بفتحتین طرف زبان اے طرفہ (حقیقۃ التجوید) ۱۲ منہ) بھی کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۲) طا اور دال اور تاء کا ہے یعنی زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ۔ اور ان تینوں حرفوں کو نطعیہ [2] (۲ نطع بالکسر و فتح الطاء کام شکنہائے کام وفادرون دہن کذافی المنتخب وقولہ من الحنک الاعلیٰ بیان لقولہ من نطع الغار ۱۲ زینۃ) کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۳) ظاء اور ذال اور ثاء کا ہے اور وہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا ہے۔ اور ان تینوں حرفوں کو لثویہ [3] (۳ بالکسر و فتح ثانی وداؤ کسور و یائے مشددہ مفتوحہ زینۃ الفرقان) کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۴) صاد اور زاء اور سین کا ہے اور یہ زبان کا سرا اور ثنایا سفلیٰ کا کنارہ مع کچھ اتصال ثنایا علیا کے ہے۔ اور انکو حروف صغیر [4] (۴ صغیر مرغ یعنی چڑیا کی آواز کو کہتے ہیں۔ چونکہ ان حروف کی آواز مشابہ اس آواز کے ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو حروف صغیر کہتے ہیں کمانی نوادر الوصول ۱۲ زینۃ) کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۵) فاء کا ہے اور یہ نیچے کے ہونٹ کا شکم اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے۔

(مخرج ۱۶) دونوں ہونٹ ہیں۔ اور ان سے یہ دونوں حروف ادا ہوتے ہیں۔ باء اور میم اور واؤ جبکہ مدّہ نہ ہوں۔ یعنی واؤ متحرک اور واؤ لین اور مدّہ اور لین کے مخرج نمبر ا کے ذیل میں بیان کئے گئے ہیں۔ مگر ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ باء ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے اس لئے اس کو بحری کہتے ہیں اور میم ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے۔ اس لئے اس کو بری کہتے ہیں اور واؤ دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتا ہے۔ فاء کو اور ان تینوں حرفوں کو شفویہ [1] (۱ بفتحتین وکسر سوم و بائے مشددہ مفتوحہ وقال فی الصراح والحروف الشفیہتہ الباء والفاء والمیم ولاتقل شفویہ وفی الرضی شرح الشافیہ شفویہ اور شفیہتہ فقط وہوا لتصحیح عندی فان لام الشفتہ ہاء کمافی الصراح والقاموس ۱۲ زینۃ) کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۷) خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ہے۔اس سے غنہ نکلتا ہے۔غنہ کا بیان آگے نویں دسویں لمعہ میں نون اور میم کے قاعدوں میں انشاء اللہ آوے گا۔

اور جاننا چاہیے کہ ہر حرف کے مخرج معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس حرف ۲ (۲ اس میں یہ شرط ہے کہ یہ حرف صحیح طور سے ادا کیا جاوے۔سو جب اس طریق سے مخرج معلوم ہوگا کما فی شرح الجزریۃ ۱۲ زینۃ) کو ساکن کر کے اس سے پہلے ہمزہ متحرک لے آوے جس جگہ آواز ختم ہو وہی اس کا مخرج ہے۔

صفاتِ حروف

پانچواں لمحہ: جن کیفیتوں سے حروف ادا ہوتے ہیں ان کیفیتوں کو صفات کہتے ہیں اور وہ دو طرح کی ہیں۔ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حروف ہی نہ رہے ایسی صفت کو ذاتیہ اور لازمہ اور ممیّزہ اور مقومہ کہتے ہیں۔اور ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو حرف تو وہی رہے مگر اس کا حسن و زینت نہ رہے۔اور ایسی صفت کو محسنہ مزینہ مخلیہ ۳ (۳ وجہ التسمیۃ بہ ان ھذہ الصفات فی الحروف تکون لخصوص المحل دون محل اٰخر ۱۲ منہ) عارضیہ کہتے ہیں۔پہلی قسم کی صفات سترہ ہیں۔(۱) ھمس، ۴ (۴ بالفتح نرم کردن آواز و آواز نرم ۱۲ زینۃ۔ یعنی وہ صفت لازمہ جو مشتبہ الصوت یا متحد فی المخرج حرفوں میں امتیاز دینے والی ہو اور جن صفات لازمہ سے امتیاز نہ ہو ان کو صفت لازمہ غیر ممیّزہ کہتے ہیں ۱۲ ابن ضیاء) اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مہموسہ کہتے ہیں۔مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو اور ایسے حروف دس ہیں۔جن کا مجموعہ یہ ہے فحثہ ۱ (۱ ترجمہ اش این است پس ترغیب داوار اشخصیکہ ساکت ۱۲ منہ) شَخصٌ سَکَتَ۔

(۲) جہر۔اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مجہورہ کہتے ہیں۔مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جاوے۔اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو اور مہموسہ کے سوا باقی سب حروف مجہورہ ہیں اور جہر اور ہمس دونوں صفتیں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۳) شدت۔اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو شدیدہ کہتے ہیں۔اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ

ان حرفوں کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہو جاوے اور آواز میں ایک قسم کی سختی ہو اور ایسے حروف آٹھ ہیں۔ جن کا مجموعہ یہ ہے۔

اَجِدُ کَ قَطَبتَ۔[۲] [۳] (۲ ترجمہ اش این ست می یا بم ترا کہ ترش روئی کردی ۱۲ منہ ۳ من ضرب ۱۲ زینۃ)

(۴) رخوت[۴] (۴ بالکسر ست شدن کما فی ص ۱۲ زینۃ)؛ اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو رخوہ[۵] (۵ سہلہ مسترسلہ کما فی ص ۱۲ زینۃ) کہتے ہیں۔ اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو اور شدیدہ اور متوسطہ کے سوا باقی سب حروف رخوہ ہیں اور متوسط کا بیان ابھی آتا ہے۔ اور ہمس اور جہر کی طرح شدت اور رخوت بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ اور ان دونوں صفتوں کے درمیان ایک اور ہے۔

توسط:۔ اور جن دو حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو متوسطہ اور بینیہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ آواز اس میں نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری جاری ہو (حقیقت التجوید) اور ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے لِن عُمَرُ[۱] (۱ ترجمہ اش این ست۔ نرم شوائے عمر ۱۲ منہ) اور اس توسط کو الگ صفت نہیں گنا جاتا۔ کیونکہ اس میں کچھ شدت کچھ رخوت ہے۔ پس یہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی اور اس مقام پر ایک شبہ ہے وہ یہ کہ حرف تاء اور کاف کو مہموسہ میں سے بھی شمار کیا ہے حالانکہ ان میں آواز بند ہو جاتی ہے اور اسی واسطے ان کو شدیدہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حرفوں میں ہمس ضعیف ہے اور شدت قوی ہے سو شدت[۲] (۲ فی جهد المقل واما الشديد المهموس حرفان الكاف والتاء فيشد صوتهما بالكلية بل نفسهما ايضاً لان حقيقة الصوت هى النفس ثم ينفتح مخرجهما ويجرى فيهما نفس كثير مع صوت ضعيف ليحصل الهمس وفيه المشده فى آن والهمس فى زمان آخر وزادنى حقيقة التجويد فالهمس فى زمان بعد آن آه وفيهما وهذا باب يتحير فيه الالباب آه منه) کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہو جاتی ہے لیکن کسی قدر ہمس ہونے سے بعد بند ہونے کے کچھ تھوڑا سا سانس بھی جاری ہوتا ہے مگر اس سانس کے جاری ہونے میں یہ احتیاط رکھنی چاہیے کہ آواز جاری نہ ہو کیونکہ اگر آواز جاری کی جاوے گی تو کاف وتاء شدیدہ نہ رہیں گے کیونکہ رخوہ ہو جاویں گے اور دوسرے اس میں ہاء کی آواز پیدا ہو کر غلط ہو جاوے گا۔[۳] (۳ بعض لوگ کاف وتاء میں سانس کے جاری میں اس قدر مبالغہ وغلو کرتے ہیں کہ صفت شدت زائل ہو کر ہاء ہوز کی آواز پیدا ہو جاتی ہے اور کاف وتاء مخلوط بالہاء ہو جاتے ہیں۔ اَبتَرُ کو اِبتَھر اور ثَقُلَت کو ثَقُلَته اور کَانا کو کھَانا اور ذِکرَكَ کو ذکھرکھہ پڑھتے ہیں۔ اور یہ سراسر غلط اور بے اصل ہ اور تمام کتب تجوید وقرأت اور اداء محققین قراء کے خلاف ہے "بلکہ کتاب النشر" علامہ جزری اور منح الفکریہ" ملا علی قاری اور "تحفہ نذریہ" حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی سے اس کی تردید وتغلیط ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی مفصل تحقیق میں مع جواب شبہات وتوجیہ ومطلب عبارت جهد المقل رسالہ ضیاء الشمس فی اول الہمس مؤلفہ احقر میں معہ تصدیق حضرت مولانا تھانوی مدفیوضہم ودیگر اساتذۂ فن مذکور ہے فانظر فیہا ان شئت ۱۲ محمد یامین عفی عنہ۔)

(۵) استعلاء اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مستعلیہ کہتے ہیں۔ اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان

حروف کے ادا کرتے وقت ہمیشہ جڑ زبان کی اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حرف موٹے ہوجاتے ہیں۔ اور ایسے حروف سات ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے۔ خُصّ ا(اترجمہ اش این ست کہ در کاژۂ تنگ وقت حرارت مقیم باش ۱۲ منہ وخص بالضم وتشدید صاد خانہ نے کمافی م ۱۲ زینۃ الفرقان) ضغط ۲(۲ بالفتح تنگ کردن کمافی م۔ فہو مصدر بمعنی اسم مفعول ۱۲ منہ زینۃ الفرقان) قظ ۳(۳ بالکسر قظ امر من القیظ بگرما مقیم بودن بجائے من ضرب کمافی صراح ۱۲ منہ زینۃ الفرقان)

(۶) استفال ۴(۴ نقیض اعتلا کمافی تاج المصادر واعتلاء بلند شدن وجاء متعدیا ایضاً کمافی ص وفی شرح الجزریۃ) اور جن حرفوں میں یہ صفات پائی جاویں ان کو مستفلہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی۔ جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں اور مستعیلہ کے سوا باقی سب حروف مستفلہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں استعلاء اور استفال بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۷) اطباق، اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مطبقہ ۵(۵ بکسر با دفتح آں کمافی نوادر الوصول وذکر فی الصراح الثانی فقط وملصق بفتح صاد وبکسر آں لازم ومتعدی آمدہ کمافی الغتہ ۱۲ زینۃ) کہتے ہیں۔ اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے ملصق ہوجاتا ہے یعنی لپٹ جاتا ہے اور ایسے حروف چار ہیں۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔

(۸) انفتاح، اور جن حروف میں یہ صفت ہو ان کو منفتحہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے۔ خواہ زبان کی جڑ تالو سے لگ جاوے جیسے قاف میں لگ جاتی ہے۔ خواہ نہ لگے (جہد المقل مع الشرح) اور مطبقہ کے سوا سب حروف منفتحہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں اطباق وانفتاح بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۹) اذلاق، اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مذلقہ ۲(۲ مذلقہ اسم المفعول) کہتے ہیں اور مطلب ۳(۳ ذلاقت لغت میں عبارت ہے فصاحت اور خفت کلام سے اور چونکہ یہ حروف سبکی اور سرعت سے ادا ہوتے ہیں اس لئے اس کو مذلقہ کہا جاتا ہے کمافی الصراح وغیرہ ۱۲ زینۃ) اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں اور ایسے حروف چھ ہیں۔ جن کا مجموعہ یہ ہے فَرّ مِن لُبّ ۴(۴ ترجمہ این ست گریخت از عقل ۱۲ منہ) یعنی ان میں جو حروف شفویہ ہیں وہ ہونٹ کے کنارہ سے ادا ہوتے ہیں اور شفویہ کا مطلب مخرج نمبر ۱۶ میں گزرا ہے اور جو شفویہ نہیں وہ زبان کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں (درۃ الفرید للشیخ الدہلوی)

(۱۰) **اصمات ۵** (۵ فی حقیقۃ التجوید الاصمات لغۃ لمنع مطلقاً واصلاحاً امتناع الکلمۃ الرباعیۃ والخماسیۃ من غیر حرف من المذلقۃ فی العسجد عجمی اسم للذھب ولیس بعربی ۱۲ منہ) اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مصمتہ ۶ (۶ بفتح میم ثانی کذانی نوادرالوصول ۱۲ زینۃ) کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے ۷ (۷ مصمتہ لغت میں بے خوف چیز کو کہتے ہیں پس لامحالہ وہ ثقیل ہوگی اور یہ حروف بہ نسبت ذلقیہ کے ثقیل ہیں۔ کمافی نوادرالوصول اور باعتبار مضاعت مذلقہ یہ قول مناسب ہے ۱۲ زینۃ۔ اللھم اغفرلاتبہ) کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمتہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں ازلاق واصمات بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں ان دس صفات کو صفات متضادہ کہتے ہیں کیونکہ ایک دوسرے کی ضد یعنی مقابل ہے جیسا کہ اوپر بتلایا گیا ہے۔ آگے جو صفات آتی ہیں وہ غیر متضاد کہلاتی ہیں اور جاننا چاہیے کہ صفات متضادہ سے تو کوئی حرف بچا ہوا نہیں رہتا۔ بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل صفتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت صادق آئے گی اور صفاتِ غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی بعض میں نہ ہوں گی۔ اور وہ صفات غیر متضادہ یہ ہیں۔

(۱۱) **صفیر** اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو صفیریہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت ایک آواز تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے اور ایسے حروف تین ہیں۔ ص۔ ز۔ س۔

(۱۲) **قلقلہ ۱** (۱ در لغت عبارت سُست از جنبش وحرکت کذانی نوادرالوصول ۱۲ زینۃ) اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو حروف قلقلہ کہتے ہیں۔ اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ حالت سکون میں ادا کے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے۔ اور ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ **قُطُبُ ۲** (۲ مجموعہ ان کا اس شعر میں ہے ؎ باء وجیم وتا ودال وقاف کو جب ہو ساکن قلقلہ کر کے پڑھو ۱۲ منہ) **جَدٌّ ۳** (۳ یعنی مدار بزرگی ۱۲ منہ) ہے۔

(۱۳) **لین ۴** (۴ بالکسر نرمی ضد خشونت ۱۲ منہ) ہے۔ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو حروف لین کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کو مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے اور ایسے حروف دو ہیں واؤ ساکن اور یائے ساکن جبکہ ان سے پہلے والے حرف پر فتحہ یعنی زبر ہو جیسے۔ خوف۔ صیف۔

(۱۴) ***انحراف***۔ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو منحرفہ کہتے ہیں۔ اور وہ دو حروف ہیں۔ لآم اور رآء اور

مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت لام میں تو زبان کے کنارہ کی طرف اور رآء میں کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ لام کے موقع کی طرف میلان پایا جاوے (ورۃ الفرید)

(۱۵) تکریر۔ اور یہ صفت صرف رآء میں پائی جاتی ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ چونکہ اس کے ادا کرنے کے وقت زبان میں ایک رعشہ یعنی لرزہ ہوتا ہے اس لئے اسوقت آواز میں تکرار کی مشابہت ہو جاتی ہے اور یہ مطلب نہیں کہ اس میں تکرار ظاہر کیا جاوے۔ بلکہ اس سے بچنا چاہیے۔ اگر چہ اس پر تشدید بھی ہو۔ کیونکہ وہ پھر بھی ایک ہی حرف ہے۔ کئی حرف تو نہیں ہیں۔ (ورۃ الفرید ملخصاً)

(۱۶) تفشی ۱ (۱ ہو لغۃ الانتباب کذافی شرح الجزریۃ ۔۱۲ زینۃ) اور یہ صفت صرف شین کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے (ورۃ الفرید)

(۱۷) استطالت ۲ (۲ دراز شدن کمافی م ۱۲ منہ) اور یہ صفت صرف ضاد کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں شروع مخرج سے آخر تک یعنی حافہ زبان کے شروع سے حافہ زبان کے آخر تک آواز کو امتداد رہتا ہے یعنی اس کا مخرج جتنا طویل ہے پورے مخرج میں آواز جاری رہنے سے آواز بھی طویل ہو جاتی ہے۔ (جہد المقل)

(فائدہ نمبر۱) اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ سات صفت جو اخیر کی ہیں جن حروف میں یہ صفات نہ ہوں ان میں ان کی ضد ضرور ہوگی۔ مثلاً ض میں استطالت ہے تو باقی سب حروف میں عدم استطالت ہوگی۔ تو یہ دونوں ضد مل کر بھی سب کو شامل ہو گئیں۔ پھر صفاتِ متضاد و غیر متضادہ میں کیا فرق رہا۔ جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے مگر صفات متضاد میں ہر صفت کی ضد کا کچھ نہ کچھ نام بھی تھا۔ اور ان دونوں ناموں میں سے ہر حرف پر کوئی نہ کوئی صادق آتا تھا اور چونکہ یہاں ضد کا نام نہیں۔ اس لئے اس ضد کے صادق کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ دونوں صفات میں یہ فرق ہوا۔

(فائدہ نمبر۲) محض مخارج وصفات حروف کے دیکھ کر اپنے ادا کے صحیح ہونے کا یقین نہ کر بیٹھے۔ اس میں ماہر مشاق استاد کی ضرورت ہے۔ البتہ جب تک ایسا استاد میسر نہ ہو بالکل کورا ہونے سے کتابوں ہی سے کام چلانا غنیمت ہے۔

(فائدہ نمبر۳) اس لمعہ کے شروع میں صفت لازمہ ذاتیہ کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے۔ یہ حرف نہ رہنا کئی طرح ہے ایک یہ کہ دوسرا حرف ہو جاوے۔ ایک یہ کہ رہے تو وہی مگر اس میں کچھ کمی اور نقصان آ جاوے۔ ایک ۳ یہ کہ وہ کوئی عربی حرف نہ رہے۔ کوئی حرف مخترع ہو جاوے اور یہی حال ہے صحیح مخارج سے نہ نکالنے کا کہ کبھی دوسرا حرف ہو جاتا ہے کبھی اس حرف میں کچھ کمی ہو جاتی ہے کبھی بالکل ہی حرف مخترع بن جاتا ہے چونکہ ایسی غلطی سے بعض دفعہ نماز جاتی رہتی ہے اس لئے اگر ایسی غلطی ہو جاوے تو خاص اس موقع سے اطلاع دے کر کسی معتبر عالم سے مسئلہ پوچھ لینا ضروری ہے۔ اسی طرح زبر زیر یا گھٹاؤ بڑھاؤ کی غلطیوں کا یہی حکم ہے۔ جس کی مثالیں دوسرے لمعہ میں مذکور ہیں ان کو بھی کسی عالم سے پوچھ لیا کریں۔

(فائدہ نمبر۴) حروف کے مخارج اور صفات لازمہ میں کوتاہی ہونے سے جو غلطیاں ہوتی ہیں۔ فن تجوید کا اصلی مقصد ان ہی غلطیوں سے بچنا ہے۔ اسی واسطے مخارج اور صفات کا بیان سب قاعدوں سے مقدم کیا گیا ہے۔ اب آگے جو صفاتِ محسنہ کے متعلق قاعدے آویں گے وہ اس مقصود مذکور سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ لیکن اب عام طور سے ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت اس اصلی مقصود سے زیادہ کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قاعدوں سے نغمہ خوشنما ہو جاتا ہے اور لوگ نغمہ ہی کا زیادہ خیال کرتے ہیں اور مخارج وصفاتِ لازمہ کو نغمہ میں کوئی دخل نہیں اس لئے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔

(فائدہ نمبر۵) جس طرح یہ بے پرواہی کی بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے اسی طرح یہ بھی زیادتی ہے کہ تھوڑے سے قاعدے یاد کر کے اپنے کو کامل سمجھنے لگے اور دوسروں کو حقیر اور ان کی نماز کو فاسد جاننے لگے یا کسی کے پیچھے نماز ہی نہ پڑھے۔ محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گنہگار ا(ا گنہگار نہ ہونا اور نماز کا درست ہونا اس صورت میں ہے جب کہ لحن جلی نہ ہو جیسا کہ دوسرے لمعہ کے مضمون سے مستفاد نہ ہو۔۱۲ زینۃ) ہونے کا اور ان کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا۔ اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قرأت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے لمعہ میں دیکھ لو۔

صفاتِ محسنہ محلیہ کے بیان میں

چھٹا لمعہ۔ جاننا چاہیے کہ یہ صفات سب حرفوں میں نہیں ہوتیں۔ صرف آٹھ حرف ہیں جن میں مختلف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے۔ وہ حروف یہ ہیں۔ ل۔ ر۔ م ساکن ومشدد ونون ساکن میں تنوین بھی داخل ہے۔ کیونکہ وہ اگرچہ لکھنے میں نون نہیں ہے مگر پڑھنے میں نون ہے جیسے بٌ پر اگر دوزبر پڑھو تو ایسا ہوگا جیسے بَن پڑھو۔ اَ جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے۔ وٗ ساکن جب کہ اس سے پہلے پیش یا زبر ہو یٓ ساکن جبکہ اس سے پہلے زیر یا زبر ہو۔ دیکھو لمعہ ۴ مخرج نمبر ا ہمزہ اور ہمزہ کی حقیقت مخرج اول میں بیان کی گئی ہے۔ پھر دیکھ لو اوران حرفوں میں جو ایسی صفات ہوتی ہیں ان میں بعضی صفات تو خود استاد کے پڑھانے ہی سے ادا ہو جاتی ہیں۔ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں مثلاً الف اور واوٗ اور یٓا اور ہمزہ کا کہیں ثابت رہنا اور کہیں حذف ہو جانا صرف ان صفات کو بیان کیا جاتا ہے۔ جو پڑھانے سے سمجھ میں نہیں آئیں خود ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ جیسے پُر پڑھنا اور باریک پڑھنا۔ اور غنّہ کرنا یا نہ کرنا اور مد کرنا یا نہ کرنا۔ اب ان آٹھوں حرفوں کے قاعدے الگ الگ مذکور ہوتے ہیں۔

لام کے قاعدوں میں

ساتواں لمعہ۔ لفظ اللہ کا جو لام ہے اس سے پہلے اگر زبر والا یا پیش والا حرف ہو تو اس لام کو پُر کر کے پڑھیں گے۔ جیسے اَرَادَاللّٰہُ، رَفَعَہُ اللّٰہُ۔ اور اس پُر کرنے کو تفخیم کہتے ہیں۔ اور اگر اس سے پہلے زیر والا حرف ہو تو اس لام کو باریک پڑھیں گے۔ جیسے بِسمِ اللہ اور اس باریک پڑھنے کو ترقیق کہتے ہیں اور لفظ اللہ کے سوا جتنے لام ہیں سب باریک پڑھے جاویں گے جیسے ماوَالّٰھم اور کُلِّہٖ۔

(تنبیہ) اَللّٰھُمَّ میں بھی یہی قاعدہ ہے جو اَللّٰہُ میں ہے کیونکہ اس کے اول میں بھی لفظ اَللّٰہُ ہے۔

راء کے قاعدوں میں

آٹھواں لمعہ (قاعدہ) اگر راء پر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو تفخیم سے یعنی پُر پڑھیں گے جیسے رَبُّکَ رُبَمَا اگر راء پر زیر ہو تو

اس کو ترقیق سے یعنی باریک پڑھیں گے جیسے رِجَال''۔

(تنبیہ) رَاء مشددہ بھی ایک راء ہے پس خود اس کی حرکت کا اعتبار کر کے اس کو پُر یا باریک پڑھیں گے جیسے سِرّا کی رَآء کو پُر پڑھیں گے اور دُرِّیٌ کی راء کو باریک اور اس کو اگلے قاعدہ نمبر ۲ میں داخل نہ کہیں گے جیسے بعضے ناواقف اس کو دوراء سمجھتے ہیں۔ پہلی ساکن اور دوسری متحرک یہ غلطی ہے۔

قاعدہ ۲: اور اگر راء ا(۱خواہ را کا سکون اصلی ہو یا عارضی جیسے رُسُر پر وقف کریں تو راء کا سکون عارضی ہوگا اور رآء پُر پڑھی جاوے گی۔ کیونکہ اس کے ماقبل ضمہ ہے ۱۲ قاری سید محمد یامین صاحب) ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کو دیکھو کہ اس پر کیا حرکت ہے۔ اگر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو پُر پڑھیں گے جیسے بَرقٌ یُرزَقُونَ اور اگر زیر ہے تو اس راء کو باریک پڑھیں گے۔ جیسے اَنذِرهُم لیکن ایسی راء کے باریک ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ ایک شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اصلی ہو عارضی نہ ہو کیونکہ اگر عارضی ہوگا تو پھر یہ راء باریک نہ ہوگی جیسے اِرجِعُوا دیکھو راء ساکن بھی ہے اور اس سے پہلے حرف یعنی ہمزہ پر زیر بھی ہے مگر چونکہ یہ زیر عارضی ۲(۲لدفع تعذرالابتداء بالسکون ۱۲ منه) اس لئے اس راء کو پُر پڑھیں گے۳(۳لان الاصل ـ (والدليل عليه تاوية اهل اللسان لهذه الحروف كذلك قاله المؤلف العلام ۱۲زينته) فى الراء تفحيم كماان الاصل فى اللام الرقيق ۱۲ منه) ہے لیکن بدول عربی پڑھے ہوئے اس کی پہچان نہیں ہوسکتی کہ کسرہ یعنی زیر اصلی کہاں ہے اور عارضی کہاں ہے جہاں جہاں شبہ ہو کسی عربی پڑھے ہوئے سے پوچھ کر اس قاعدے پر عمل کرے۔ دوسری شرط ا(۱وبعضهم عبر عن هذا الشرط بان تكون الكسرة متصلة بالراء وبعضهم كجهد المقل بان تكون الكسرة متصلة بالراء فى كلمته واحدة وبعضهم اكتفى بكون الكسرة غير عارضه والكل عبارات عن المعنون ۱۲منه) یہ ہے کہ یہ کسرہ اور یہ راء دونوں ایک کلمہ میں ہوں اگر دو کلمے میں ہوں گے تو بھی راء باریک نہ ہوگی جیسے رَبِّ ارجِعُونِ اَمِ اَرتَابُوا (درۃ الفرید)

اور اس شرط کا پہچاننا بہ نسبت پہلی شرط کے آسان ہے کیونکہ کلموں کا ایک یا دو ہونا اکثر ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف نہ ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر راء کو پڑھیں گے اور ایسے حرف سات ہیں جن کا بیان پانچویں لمعہ کے نمبر ۵ میں آ چکا ہے جیسے قِرطَاس اِرصَاد۔ فِرقه۔ لَبِالمِرصَاد۔ ان سب میں راء کو پُر پڑھیں گے اور تمام قرآن میں اس قاعدے کے یہی چار لفظ پائے جاتے ہیں۔ اور ویسے بھی اس کا پہچاننا آسان ہے۔

(تنبیہ۲) تیسری شرط کے موافق لفظ کُلُّ فِرقٍ کی راء میں بھی تفخیم ہوگی لیکن چونکہ قاف پر بھی زیر ہے۳(۳ اور اس وجہ سے راء دو کسروں کے درمیان ہو کر ضعیف ہوگئی۔ پس ترقیق جائز رکھی گئی کمافی شرح الجزریۃ ۱۲منہ) اسلئے بعضے قاریوں کے نزدیک اس میں ترقیق ہے۔ اور دونوں امر جائز ہیں۔

(تنبیہ۳) تیسری شرط میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر ایسی راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہوگا تو اُس کو پُر پڑھیں گے تو اسی کلمہ کی قید اس لئے لگائی کہ دوسرے کلمہ میں حروف مستعلیہ کے ہونے کا اعتبار نہ کریں گے جیسے اَنذِر قَومَكَ فَاصبِر صَبراً اس میں راء باریک ہی پڑھیں گے۔

(قاعدہ۳) اور اگر راء ساکن سے پہلے والے حرف پر حرکت نہ ہو وہ بھی ساکن ہو۔ اور ایسا حالت وقف۴ (۴ جبکہ وقف بالاسکان یا بالاشمام ہو ۱۲ قاری سید محمد یامین صاحب سلمۂ اللہ تعالیٰ) میں ہوتا ہے۔ جیسا ابھی مثالوں میں دیکھو گے۔ تو پھر اس حرف سے پہلے والے حرف کو دیکھو اگر اس پر زبر یا پیش ہو تو راء کو پُر پڑھو جیسے لَیلَةُ القَدرِ ط بِكُمُ العُسر کہ ان میں راء بھی ساکن اور دال اور سین بھی ساکن اور قاف پر زبر اور عین پر پیش ہے اسلئے ان دونوں کلموں کی راء کو پُر پڑھیں گے اور اگر اس پر زیر ہے۔ تو راء کو باریک پڑھو۔ جیسے ذِی الذِّكر کہ راء کو بھی ساکن اور کاف بھی ساکن اور ذال پر زیر ہے اس لئے اس راء کو باریک پڑھیں گے۔ (تنبیہ۱) لیکن اس راء ساکن سے پہلے جو حرف ساکن ہے اگر یہ حرف ساکن یٔ ہو تو پھر یٔ سے پہلے والے حرف کو مت دیکھو بس راء کو ہر حال میں باریک پڑھو خواہ یٔ سے پہلے کچھ ہی حرکت ہو جیسے خیر ط قدِیر ط کہ ان دونوں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

(تنبیہ۲) اس قاعدہ نمبر۲ کے موافق لفظ مصر اور عَینَ القِطرِ پر جب وقف کیا جائے تو راء کو باریک ہونا چاہیے مگر قاریوں نے ان دونوں لفظوں کی راء کو باریک اور پُر دونوں طرح پڑھا ہے اور اسی لیے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ خود راء پر جو حرکت ہو اس کا اعتبار کیا جاوے پس مصر میں تفخیم اولیٰ ہے کہ راء پر زبر ہے اور القِطر میں ترقیق اولیٰ ہے کہ راء پر زیر ہے۔

(تنبیہ۳) اس قاعدے نمبر۳ کی بناء پر سورۂ والفجر میں اِذَا یَسرِ ط پر جب وقف ہو اس کی راء مفخم ہونا چاہیے لیکن بعضے قاریوں نے اس کے باریک پڑھنے کو اولیٰ ۱ (۱ لان اصلہ لیسری فرققوا الراء لیدل علی الیاء المحذوفة) لکھا ہے مگر یہ روایت ضعیف ہے۔ اسلئے اس راء کو قاعدہ مذکورہ کے موافق ہی پڑھنا چاہیے۔۲ (۲ کیونکہ قراء محققین مثل علامہ جزری اور شاطبی اور شرح مقدمة الجزریة والشاطبیہ وجهد المقل وغیرہ سے اس کی ترقیق ثابت نہیں ہے بلکہ غیث النفع میں اس کے پُر ہی پڑھے جانے کی تصریح ہے۔ حیث قال ومن وقف بغیر یاء فخم الراء الخ اور یہی قاعدہ علامہ شاطبی وغیرہ کے موافق ہے ۱۲ محمد یامین عفی عنہ)

(قاعدہ۴) راء کے بعد ایک جگہ۳ (۳ عند حفص ۱۲ منہ) قرآن مجید میں امالہ ہے تو راء کی اس حرکت کو زیر سمجھ کر راء کو باریک پڑھیں اور وہ جگہ یہ ہے بِسمِ اللهِ مَجرٖیها ۴ (۴ ھو فی الاصل مجراها بالالف فاملیت ۱۲ منہ) اس راء کو ایسا پڑھیں گے جیسا لفظ قطرے کی راء کو پڑھتے ہیں امالہ اسی کو کہتے ہیں جس کو فارسی والے یائے مجہول کہتے ہیں۔ پس مجرٖها کی راء کو باریک پڑھیں ۱ (۱ ولا ینظر الی انه فی الاصل الف والراء مفتوحة وحكم هذه الراء التفخیم ۱۲ منہ) گے۔

(قاعدہ ۵) جو راء وقف کے سبب ساکن ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس میں قاعدہ نمبر ۲ و نمبر ۳ کے موافق اس سے پہلے والے حرف کو اور کبھی اس سے پہلے والے حرف کو دیکھ کر اس راء کو باریک یا پُر پڑھنا چاہیے تو اس میں اتنی بات اور سمجھو کہ یہ پہلے والے حرفوں کو دیکھنا اس وقت ہے جب کہ وقف میں اس راء کو بالکل ساکن پڑھا جاوے جیسا وقف کرنے کا عام طریقہ یہی ہے۔ لیکن وقف کا ایک اور طریقہ بھی ہے جس میں وہ حرف جس پر وقف کیا ہے بالکل ساکن نہیں کیا جاتا بلکہ اس پر جو حرکت ہو اس کو بھی بہت خفیف سا ادا کیا جاتا ہے اور اس کو رَوم کہتے ہیں اور یہ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے اس کا مفصل بیان لمعہ تیرہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔ سو یہاں یہ بتلانا منظور ہے کہ ایسی راء پر روم کے ساتھ وقف کیا جاوے تو پھر پہلے والے حرف کو نہ دیکھیں گے بلکہ خود اس راء پر جو حرکت ہوگی اس کے موافق پُر یا باریک پڑھیں گے جیسے **وَالْفَجْرِ** پر اگر اس طرح سے وقف کریں تو راء کو باریک پڑھیں اور **مُنْتَصِرٌ** پر اگر اس طرح وقف کریں تو راء کو پُر پڑھیں۲

(۲ کیونکہ راء موقوفہ میں جب رَوم کیا جاوے گا تو اس کی حرکت میں اتنا ضعف ہوگا کہ صرف قریب والا سنے گا۔ لہذا جیسی حرکت ظاہر ہوگی ویسی ہی راء پڑھی جاوے گی ۱۲۔ ابن ضیا عفی عنہ)

میم ساکن اور مشدّد کے قاعدوں میں

نواں لمعہ (قاعدہ ۱) میم اگر مشدد ہو اس میں غنہ ضروری ہے، اور غنہ کہتے ناک میں آواز لے جانے کو جیسے لَمَّا اور اس حالت میں اس کو حرف غنہ کہتے ہیں۔

(فائدہ) غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔ اور الف کی مقدار دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھلی ہوئی انگلی کو بند کر لے یا بند انگلی کو کھول لے اور یہ محض ایک انداز ہے۔ باقی اصل دارومدار استاد مشاق سے سننے پر ہے۔

(قاعدہ ۲) میم اگر ساکن ہو تو اس کے بعد دیکھنا چاہیے کیا حرف ہے اگر اس کے بعد بھی میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میمیں ایک ہو جاویں گی اور مثل ایک میم مشدد کے اس میں غنہ ہوگا (حقیقۃ التجوید) جیسے **اِلَيْكُم مُّرْسَلُوْنَ** اور اس کو ادغام صغیر مثلین کہتے ہیں اور اگر میم ساکن کے بعد باء ہے تو وہاں غنہ کے ساتھ اخفاء ہوگا اور اس اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ اس میم کو ادا کرنے کے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصہ کو بہت نرمی کے ساتھ ملا کر غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جاوے اور پھر اس کے بعد ہونٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی دونوں ہونٹوں کے تری کے حصہ کو سختی کے ساتھ ملا کر باء کو ادا کیا جاوے (جہد المقل) جیسے **مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ** اور اس کو اخفاء شفوی کہتے ہیں اور اگر میم ساکن کے بعد میم اور باء کے سوا اور کوئی حرف ہو تو وہاں میم کا اظہار ہوگا۔ یعنی اپنے مخرج سے بلا غنہ ظاہر کی

جاوے گی، جیسے اَنْعَمْتَ اور اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں۔

(تنبیہ) بعضے حفاظ اس اخفاء و اظہار میں بآ ء اور وآو اور فآ کا ایک ہی قاعدہ سمجھتے ہیں۔ اور اس قاعدہ کا نام بوف کا قاعدہ رکھا ہے۔ یعنی بعضے تو تینوں میں اخفا کرتے ہیں۔ اور بعضے تینوں میں اظہار کرتے ہیں اور بعضے ان حرفوں کے پاس میم ساکن کو ایک گونہ حرکت دیتے ہیں۔ جیسے عَلَیهِم وَلَاالضَّآلِّینَ یَمُدُّ هُم فِی یہ سب خلاف قاعدہ ہے۔ پہلا اور تیسرا قول تو بالکل ہی غلط ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ (درۃ الفرید)

نون ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں

دسواں لمعہ۔ اور چھٹے لمعہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے۔ وہاں پھر دیکھ لو مگر ان قاعدوں میں نون ساکن کے ساتھ تنوین کا نام بھی آسانی کے لیے دیا جاوے گا۔

(قاعدہ نمبر ۱) نون اگر مشدد ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے اور مثل میم مشدد کے اس کو بھی اس حالت میں حرف غنہ کہیں گے۔ نویں لمعہ کا پہلا قاعدہ پھر دیکھو۔

(قاعدہ ۲) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف حلقی میں سے کوئی حرف آوے تو وہاں نون کا اظہار کریں گے یعنی ناک میں آواز نہ لے جاویں گے اور غنہ بھی نہ کریں گے جیسے اَنْعَمْتَ سَوَآءٌ عَلَیهِم وغیرہ اور اس اظہار کو اظہار حلقی کہتے ہیں اور حروف حلقیہ چھ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں:

حرف حلقی چھ سمجھ اے نور عین ہمزہ ہا و حا و خا و عین و غین

چوتھے لمعہ میں مخرج نمبر ۲، نمبر ۳، نمبر ۴ کو پھر دیکھ لو۔ اور اظہار کا مطلب نویں لمعہ کے دوسرے قاعدہ میں پھر دیکھ لو۔

(قاعدہ ۳) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آوے جس کا مجموعہ یَرمَلُونَ [۱] (۱ ترجمہ اش ایں است خرامش می کنند آں چند مردان۔ ۱۲ منہ) ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی نون اسکے بعد والے حروف سے بدل کر دونوں ایک

ہوجاویں گے جیسے مِن لَّدُنهُ دیکھو نون کو لام بنا کر دونوں لام کو ایک کردیا۔ چنانچہ پڑھنے میں صرف لام آتا ہے۔ اگرچہ لکھنے میں نون باقی ہے مگر ان چھ حرفوں میں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے چار حرفوں میں تو غنہ بھی رہتا ہے اور یہ غنہ مثل نون مشدد کے بڑھا کر پڑھا جاتا ہے کہ ان چاروں کا مجموعہ ہے۔ یَنمُوا (۱؎ ترجمہ اش این است نموی یابد آں یک مرد ۱۲ منہ) جیسے مَن یُّؤمِنُ۔ بَرقٌ یَّجعَلُونَ وغیرہٗ لک اور اس کو ادغام مع الغنہ کہتے ہیں اور دو جو رہ گئے یعنی ر۔ ل۔ ان میں غنہ نہیں ہوتا۔ جیسے مِن لَّدُنهُ مثال اوپر گزری ہے۔ اس میں ناک میں ذرا بھی آواز نہیں جاتی، خالص لام کی طرح پڑھتے ہیں اور اس کو ادغام بلاغنہ کہتے ہیں اور نویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۱ و نمبر ۲ میں غنہ و ادغام کے معنی پھر دیکھ لو۔ مگر اس ادغام کی ایک شرط یہ ہے کہ یہ نون اور یہ حرف ایک کلمہ میں نہ ہوں ورنہ ادغام نہ کریں گے بلکہ اظہار کریں گے جیسے قِنوَان" صِنوَان" بُنيَان" اور تمام قرآن میں اس قاعدہ کے یہی چار لفظ پائے گئے ہیں اور ان میں جو اظہار ہوتا ہے اس کو اظہار مطلق کہتے ہیں۔

(قاعدہ ۴) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف باء آوے تو اس نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر غنہ اور اخفا کے ساتھ پڑھیں گے جیسے مِن بَعدِ سَمِیعٌ بَصِیر اور بعضے قرآنوں میں آسانی کے لئے ایسے نون و تنوین کے بعد ننھی سی میم بھی لکھ دیتے ہیں اس طرح مَن م بعد اور اس بدلنے کو اقلاب اور قلب کہتے ہیں۔ اور اس میم کے اخفاء کا مطلب اور ادا کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو کہ اخفاء شفوی کا تھا۔ نویں لمعہ کا دوسرا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

(قاعدہ ۵) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان تیرہ حرفوں کے سوا جن کا ذکر قاعدہ نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۴ میں ہو چکا ہے اور کوئی حرف آوے تو وہاں نون اور تنوین کو اخفاء اور غنہ کے ساتھ پڑھیں گے۔ اور وہ پندرہ حرف ۲؎ (حروف اخفا ان اشعار میں جمع ہیں ان کو یاد کرلو ؎ پندرہ حرفوں میں تم اخفاء کرو: مجھ سے سن لو ان کی تفصیل کر۔ تاؤ ثاؤ جیم و دال و ذال و زاء، سین و شین و صاد و ضاد و طاؤ ظاء، فاؤ قاف ہیں ہے پندرا، اس کو اخفاء حقیقی ہے لکھا ۱۲ محمد عبداللہ۔) یہ ہیں۔ ت، ث، ج، د، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ف، ق، ک۔ اور الف کو اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہ نون ساکن کے بعد نہیں آسکتا (درۃ الفرید) اور اس اخفا ۳؎ (۳؎ پس جو لوگ نون مخفی کے ادا کرنے میں زبان کی نوک کو تالو سے لگاتے ہیں ان سے اخفا ادا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اخفا کی جگہ اظہار کو اس کی مقدار معینہ سے بڑھا ہوا ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ اس کے بعد والے حرف کے مخرج سے نکالتے ہیں ان سے بھی اخفاء ادا نہیں ہوتا بلکہ وہ اخفاء کی ادغام مع الغنہ یعنی ادغام ناقص کرتے ہیں فافہم وتامل ۱۲۔ محمد یامین غفرلہ) کا مطلب یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو اس کے مخرج اصلی (کنارۂ زبان اور تالو) سے علیحدہ رکھ کر اس کی آواز کو خیشوم میں چھپا کر اس طرح پڑھیں کہ نہ ادغام ہو نہ اظہار بلکہ دونوں کے درمیانی حالت ہو۔ یعنی نہ تو اظہار کی طرح اس کے ادا میں سرِ زبان تالو سے لگے اور نہ ادغام کی طرح بعد والے حرف کے مخرج سے نکلے بلکہ بدوں دخلِ زبان کے اور بدوں تشدید کے صرف خیشوم سے غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر ادا کیا جائے ۱؎ (۱؎ فی حقیقته التجوید فالا خفاء حال بین الاظهار والادغام لاتشدید فيه لانه ليس فيه ادغام كلی ولاجزئ وانما هون لاتظهر النون الساكنته عند هذه الحروف والفرق بين المخفی والمدغم ان المخفی مخفف فی

الرسم والتلفظ ومخرجه من الخيشوم ومخرج المدغم من المدغم فيه الیٰ الادغام التام والناقص ۱۲ محمد یامین) (۱) قوله كلى ولاجزئ اه يعنى بها اٰخرماقال ۲۲۲۰ ۱۲ منہ) اور جب تک اخفاء کی مشق کسی ماہر استاد سے میسر نہ ہو اس وقت تک صرف غنہ ہی کے ساتھ پڑتا رہے کہ دونوں سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہی ہیں۔ اَنذَرتَهُم قَوماً ظَلَمُوا وغیرہ۔ مگر پھر بھی آسانی کے لئے اس اخفاء کی ایک دو مثالیں اپنی بول چال کے لفظوں میں بتلائے دیتا ہوں کہ کچھ تو سمجھ میں آجاوے۔ وہ مثالیں یہ ہیں کنواں۔ کنول۔ منہ۔ اونٹ۔ بانس۔ سینگ، دیکھو ان لفظوں میں نون نہ آئے تو اپنے مخرج سے نکلا۔ اور نہ بعد والے حرف میں ہو گیا۔ اور اس نون کے اخفاء کو اخفا حقیقی کہتے ہیں اور نون کے اظہار کو جس کا بیان قاعدہ نمبر ۲ میں ہوا ہے۔ اظہار مطلق کہتے ہیں جسطرح میم کے اخفاء و اظہار کو شفوی کہتے تھے۔ جس کا بیان نویں لمعہ قاعدہ نمبر ۲ میں گزرا ہے۔

الف اور واؤ اور یاء کے قاعدوں میں

گیارہواں لمعہ۔ جب کہ یہ ساکن ہوں اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر ہو اور واؤ ساکن سے پہلے پیش ہو اور یاء ساکن سے پہلے زیر ہو۔ اور اس حالت میں ان کا نام مدہ ہے دیکھو لمعہ ۴ مخرج نمبر ۱ اور کھڑا زبر اور کھڑی زیر اور الٹا پیش بھی حروف مدّہ میں داخل ہے کیونکہ کھڑا زبر الف مدّہ کی آواز دیتا ہے اور کھڑی زیر یائے مدّہ کی اور الٹا پیش واؤ مدّہ کی۔ اب ان قواعد کے بیان میں ہم فقط لفظ مدّہ لکھیں گے ہر جگہ اتنے لمبے نام کون لکھے۔ (قاعدہ ۱) اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حروف مدہ اور ہمزہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں وہاں اس مدہ کو بڑھا کر پڑھیں گے اور بڑھا کر پڑھنے کو مدّ کہتے ہیں جیسے سَوَآءٌ، سُوٓءٌ، سِيٓئَت اور اس کا نام متصل ہے اور اس کو مد واجب[۱] (۱ تسمی بالواجب لان کل الائمۃ یوجبہ ۱۲ محمد یامین عفی عنہ) بھی کہتے ہیں۔ اور مقدار اس کی تین الف یا چار الف ہے۔ اور الف کے انداز کرنے کا طریقہ نویں لمعہ کے فائدہ نمبر ۱ کے قاعدہ میں لکھا گیا ہے۔ پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آگے پیچھے بند کر لینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جاوے گا۔ مگر یہ مقدار اس مقدار کے علاوہ ہے جو حروفِ مدّہ کی اصلی مقدار ہے۔ مثلاً جَآءَ میں اگر مد نہ ہوتا تو آخر الف کی بھی تو کچھ مقدار[۲] (۲ ایک زبر کو دونا کرنے سے الف ہو جاتا ہے جیسے قتل سے قاتل پس الف کی مقدار ایک زبر کی دونی ہے ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ الہ آبادی۔) ہے سو اس مقدار کے علاوہ مد کرنے کی مقدار[۳] (۳ مثلاً چار الف والی مقدار میں ایک الف اصلی اور تین فرعی ہے ۱۲ ابن ضیا) ہوگی۔

(قاعدہ ۲) اگر حروف مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرف مدہ اور وہ ہمزہ ایک کلمہ میں نہ ہوں۔ بلکہ ایک کلمہ کے اخیر میں تو

حرف مدہ ہو اور دوسرے کلمہ کے شروع میں ہمزہ ہو۔ وہاں بھی اس مدہ کو بڑھا کر یعنی مد کے ساتھ پڑھیں گے۔ جیسے اِنَّآ اَعطَینٰا اَلّذِیٓ اَطعَمَھُم۔ قَالُوٓا آمَنَّا مگر یہ مد اس وقت ہوگا جب دونوں کلموں کو ملا کر پڑھیں۔ اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پر وقف کر دیا تو پھر یہ مد نہ پڑھیں گے اور اس مد کو مد منفصل اور مد (۱ تسمیٰ بالجائزلان بعض الائمته لایوجبه ۱۲ منه) جائز بھی کہتے ہیں اور اسکی مقدار بھی تین یا چار الف (۲ یہ مقدار توسط کی ہے متصل اور منفصل میں نہ طول ہے نہ قصر ۱۲ ابن ضیا) ہے جیسے متصل کی تھی۔ ان دونوں کی الگ الگ کسی کو پہچان (۳ مد منفصل کی پہچان یہ ہے کہ حرف مد کے بعد ہمزہ ہر جگہ الف کی صورت میں مرسوم ہوگا بجز ھٰولاء کے ۱۲ ابن ضیاء) نہ ہو تو فکر نہ کریں۔ کیونکہ دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں۔

(قاعدہ ۳) اگر ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سے سکون نہ ہو۔ جیسے آلْئٰنَ اس میں اول حرف ہمزہ ہے دوسرا حرف الف ہے اور وہ مدہ ہے اور تیسرا حرف لام ساکن ہے اور اس کا ساکن ہونا ظاہر ہے کہ وقف کے سبب سے نہیں ہے۔ چنانچہ اس پر وقف نہ کریں تب بھی ساکن ہی پڑھیں گے تو ایسے مدہ پر بھی مدّ پر بھی مد ہوتا ہے اور اس کا نام مد لازم ہے۔ اور اس کی مقدار تین الف ہے اور ایسے مد کو کلمی مخفف کہتے ہیں۔ (قاعدہ ۴) اگر ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد کوئی حرف مشدد ہو جیسے ضَآلِّیْنَ۔ اس میں الف تو مدہ ہے اور اس کے بعد لام پر تشدید ہے اس مدہ پر بھی مد ہوتا ہے اور اس کا نام بھی مد لازم ہے اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے اور ایسے مد کو کلمی مثقل کہتے ہیں۔

(قاعدہ ۵) بعضی سورتوں کے اول میں جو بعضے حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں۔ جیسے سورۂ بقرہ کے شروع میں الم یعنی الف لام میم۔ ان کو حروف مقطعہ کہتے ہیں۔ ان میں ایک تو خود الف ہے۔ اس کے متعلق تو یہاں کوئی قاعدہ نہیں اور اس کے سوا جو اور حروف رہ گئے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ جن میں تین حرف ہیں۔ جیسے لآم۔ میم۔ قاف۔ نون اور ایک وہ ہیں جن میں دو حرف ہیں۔ طٰ۔ ہٰ۔ جن میں دو حرف ہیں ان کے متعلق بھی یہاں کوئی قاعدہ نہیں۔ اور جن میں تین حرف ہیں ان پر مد ہوتا ہے۔ اس کو بھی مد لازم کہتے ہیں۔ اور اسکی مقدار بھی تین الف ہے اور ایسے مد کو مد حرفی کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے جن حروف مقطعہ کے اخیر حرف پر پڑھنے کے وقت تشدید ہے ان کے مد کو مد حرفی مثقل کہتے ہیں۔ جیسے الم میں لام کو جب (۱ ایسے موقع پر قرآن مجید میں سب جگہ لام میم کے ساتھ ہی پڑھا جاتا ہے پس یہ قید واقعی ہے نہ احترازی ۱۲ محمد یامین) میم کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کے اخیر میں تشدید پیدا ہوتی ہے اور جن میں تشدید نہیں ہے ان کے مد کو مد حرفی مخفف کہتے ہیں جیسے الٓم میں میم کے اخیر میں تشدید نہیں ہے۔

(تنبیہ ۱)، تین حرفی مقطعات میں جن میں مَد پڑھنا بتلایا گیا ہے۔ اکثر میں تو بیچ کا حرف مدہ ہی ہے۔ جس کے بعد

کہیں تو حرف ساکن ہے۔ جیسے مٓیم میں یٔ مدہ ہے اور اس کے بعد میم ساکن ہے اور کہیں حرف مشدد ہے جیسے لآم میں الف مدہ ہے۔ اور اس کے بعد میم مشدد ہے اور مدہ پر ایسے مواقع میں ہمیشہ مد ہوتا ہی ہے۔ تو ان میں تو مدہ ہونا عام قاعدہ کے موافق ہے۔ البتہ جن تین حرفی مقطعات میں بیچ کا حرف مد نہیں ہے۔ جیسے کھیعص مے ع ہے وہاں مد ہونا اس عام قاعدے کے موافق نہیں ہے۔ اور اسی واسطے اگر مد نہ کریں تب بھی درست ہے لیکن افضل یہی ہے کہ مد کریں اور اس کو مد لازم لین کہتے ہیں۔

(تنبیہ۲) جو حروف مقطعات اخیر میں ہیں ان پر مد اس وقت ہے جب اس پر وقف کریں اور اگر مابعد سے ملا کر پڑھیں ا (اجب کہ سکون لازم کے بعد پھر کوئی ساکن حرف آنے سے پہلا حرف ساکن متحرک ہو جائے ورنہ مابعد حرکت ہوتے ہوئے وصل میں بھی مد کرنا ضروری ہے ۱۲ ابن ضیاء) تو پھر مد کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ جیسے سورۂ آلِ عمران میں الٓم کے میم کو اگر اللہ سے ملا کر پڑھیں تو مد کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ (قاعدہ ۶) اگر حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سکون ہو گیا ہو (اور یہ ساکن مقابل ہے اس ساکن کا جو قاعدہ نمبر۳ کے شروع میں مذکور ہوا ہے) تو اس مدہ پر مد کرنا جائز ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے لیکن کرنا بہتر ہے۔ جیسے اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ ؔ پر اور اس کو مد وقفی اور مد عارض بھی کہتے ہیں۔ اور یہ مد تین الف کے برابر ہے اور اس کو طول بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ دو الف کے برابر مد کریں اور اس کو توسط کہتے ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ بالکل مد نہ کریں۔ یعنی ایک ہی الف کے برابر پڑھیں کہ اس سے کم میں حرف ہی نہ رہے گا (آگے تنبیہ سوم دیکھو) اس کو قصر کہتے ہیں اور اس میں افضل طول ہے پھر توسط پھر قصر۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان تینوں میں سے جو طریقہ اختیار کرو ختم تلاوت تک اسی کے موافق کرتے چلے جاؤ۔ ایسا نہ کرو کہ کہیں طول کہیں قصر کہ یہ بدنما ہے۔ اور یہ مد بھی جائز کی ایک قسم ہے اور جہاں خود مدہ پر وقف ہو وہاں یہ مد نہیں ہوتا جیسے لوگ غَفُورًاؕ شَکُورًا پر وقف کر کے مد کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔

(تنبیہ۱) مدِ عارض جس طرح مدہ پر جائز ہے اسی طرح لین پر بھی جائز ہے یعنی واؤ ساکن جس سے پہلے زبر ہو اور یاء ساکن جس سے پہلے زیر ہو (دیکھو لمعہ۵ نمبر۱۳) جیسے وَالصَّیف پر یامِنٌ خَوفٍ پر وقف کریں اور جس طرح مد یعنی طول جائز ہے اسی طرح توسط اور قصر بھی۔ مگر اس میں افضل قصر ہے۔ پھر توسط پھر طول اور اس مد کو مدّ عارض لین کہتے ہیں۔

(تنبیہ۲) حرف لین کے متعلق ایک قاعدہ لمعہ ۱۱ قاعدہ نمبر۵ تنبیہ نمبر۱ میں بھی گزرا ہے دیکھ لو۔ کیونکہ وہاں حروف مقطعہ میں سے جو عین ا (امثل حم عسق کا عین اس کو مد لازم لین کہتے ہیں اس میں طول اولیٰ اور قصر ضعیف ہے ۱۲ ابن ضیاء زاروی الہ آبادی) ہے اسکی یاء حرف

لین ہے۔

(تنبیہ۳) یہاں تک جتنی قسمیں مد کی مذکور ہوئیں ۔ یہ سب مد فرعی کہلاتی ہیں۔ یعنی چونکہ اصل حرف سے زائد ہیں اور ایک مد اصلی ہے اور اس کو ذاتی اور طبعی بھی کہتے ہیں۔ یعنی الف اور واؤ اور یاء کی اتنی مقدار کہ اگر اس سے کم پڑھیں تو وہ حرف ہی نہ رہے بلکہ زبر یا پیش یا زیر رہ جائے اور اس کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے۔

(قاعدہ ۷) یہ قاعدہ حرف مدہ میں سے صرف الف کے متعلق ہے وہ یہ کہ الف خود باریک پڑھا جاتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے اگر کوئی حرف پُر ہو یعنی یا تو حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو جن کا بیان لمعہ۵ صفت نمبر ۵ میں گزر چکا ہے یا حرف راء ہو جو کہ مفتوح ہونے سے پُر ہو جاوے گی ۔ یا پُر لام ہو جیسے لفظ اللہ کا لام ہے جب کہ اس سے پہلے زبر یا پیش ہو تو ان صورتوں میں الف۲ (۲ جاننا چاہیے کہ واؤ مدّہ کا بھی یہی حکم ہے جو یہاں پر الف کا بیان کیا گیا ہے۔ عند صاحب جهد المقل اور یہ بھی معمول بہ قراء کا ہے جیسے وَالطُّور میں واؤ عثانی پُر پڑھی جاتی ہے ۱۲ قاری محمد یامین) کو بھی موٹا پڑھیں گے۔

اور جاننا چاہیے کہ ان حرفوں کے پُر ہونے میں بھی تفاوت ہے۔ تو ویسا ہی تفاوت اس الف کے پُر ہونے میں بھی ہوگا جو ان حرفوں کے بعد آیا ہے۔ سو سب سے زیادہ تو اسم اَللہ کا لام ہے۔ اس کے بعد طآء اس کے بعد صآد اور ضآد ان کے بعد ظاء اس کے بعد قاف اس کے بعد غیؔن اور خآء ان کے بعد رآء (حقیقۃ التجوید نمبر۲۳ ۳ (۳ وفیھا ناذاوقع بعد هارای الحروف المفخمته الف فخم الالف لانه تابع اماقبلها بخلاف اخيتها فانه اذاوقع بعدهاواؤياء فلايوشر تفخيما الخ ۱۲ منہ۔ صفحہ نمبر ۲۹)

ہمزہ کے قاعدوں میں

بارھواں لمعہ۔ اس کے بعضے قاعدے تو بدوں عربی پڑھے سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اسلئے صرف دو موقع کے قاعدے لکھ دیتا ہوں کہ سب قرآن پڑھنے والوں کو اس کی ضرورت ہے۔ (قاعدہ نمبر۱) چوبیسویں سپارے کے ختم کے قریب ایک آیت میں یہ آیا ہے۔ ءَ اَئَجَمِیٌّ سو اس کا دوسرا حمزہ ذرا نرم کر کے پڑھو اس کو تسہیل کہتے ہیں۔

(قاعدہ۲) سورۂ حجرات کے دوسرے رکوع میں یہ آیا ہے۔ بِئْسَ الِاسمُ الْفُسُوقُ سو اس کو اس طرح پڑھو کہ بِئْس کے سین پر تو زبر پڑھو اور اس کے بعد کے کسی حرف سے نہ ملاؤ پھر لام جو اس کے بعد لکھا ہے اس کو زبر دے کر بعد کے

سین سے ملا دو پھر میم کو اگلے لام سے ملا دو۔ خلاصہ یہ ہے کہ الاسم کے لام سے آگے پیچھے جو دو ہمزہ بشکل الف لکھے ہیں ان کو بالکل مت پڑھو۔

وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

تیرواں لمعہ۔ اصل فنِ تجوید تو مخارج اور صفات کی بحث ہے جو بفضلہٖ تعالیٰ بقدر ضرورت اوپر لکھی گئی۔ باقی اور تین علم اس فن کی تکمیل ہیں۔ علم اوقاف، علم قرأت، علمِ رسم خط، چنانچہ علم اوقاف کی ایک بحث[1] (۱) والبحث الاخر اقسام الوقف من الحسن والبقیع والتام وغیرہ (جهد المقل) لم اذکرہ کالباقیین لانهالاتتعلق بالتجوید ۱۲ منه) وقف کرنے کے قواعد ہیں۔

(قاعدہ ۱) جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو اس کو چاہیے کہ انہیں مواقع پر وقف کرے جہاں قرآن میں نشان بنا ہوا ہے۔ بلاضرورت بیچ میں نہ ٹھہرے، البتہ اگر بیچ میں سانس ٹوٹ جاوے تو مجبوری ہے پھر اگر مجبوری سے ایسا ہو تو چاہیے کہ جس کلمہ پر ٹھہر گیا تھا اس سے یا اوپر سے پھر لوٹا کر اور مابعد سے ملا کر پڑھے اور اس کا سمجھنا کہ اسی کلمہ سے پڑھوں یا اوپر سے بدوں معنی سمجھے ہوئے مشکل ہے۔ جب تک معنی سمجھنے کی لیاقت نہ ہو شبہ کے موقع میں کسی عالم سے پوچھ لے۔ اور ایسی مجبوری کے وقف میں ایک اس کا خیال رہے کہ کلمہ کے بیچ میں وقف نہ کرے۔ بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے اور یہ بھی جان لو کہ وقف کرنا حرکت پر غلط ہے۔ جیسا اکثر لوگ کرتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا سانس سورۂ بقرہ کے شروع میں بِمَآ اُنزِلَ اِلَيكَ کے کاف پر ٹوٹ گیا تو اس وقت کاف کو ساکن کر دینا چاہیے۔ زبر کے ساتھ وقف نہ کریں۔ اسی طرح بے سانس توڑے وقف نہیں ہوتا۔ جیسا بعض لوگ آیت کے ختم پر ساکن حرف پڑھتے ہیں۔ اور بے سانس توڑے دوسری آیت شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بھی بے قاعدہ ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی مجبوری میں جو کسی کلمہ پر وقف کرو تو وہ کلمہ جسطرح لکھا ہے اسی کے موافق وقف کرو۔ اگرچہ وہ دوسری طرح پڑھا جاتا ہو۔ پڑھنے کے موافق نہ کریں گے مثلاً اَنَا میں جو الف نون کے بعد ہے وہ ویسے پڑھنے میں تو نہیں آتا لیکن اگر اس کلمہ پر وقف کیا جاوے گا تو پھر اس الف کو بھی پڑھیں گے اور پھر جب اس کلمہ کو لوٹاویں گے تو اس وقت چونکہ مابعد سے ملا کر پڑھیں گے۔ اسلیے یہ الف نہ پڑھا جاوے گا۔ ان باتوں کو خوب سمجھ لو اور یاد رکھو اس میں بڑے بڑے حافظ غلطی کرتے ہیں۔

(تنبیہ) قاعدہ مذکورہ کے اخیر میں جو لکھا گیا ہے کہ وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اس کے موافق ٹھہرو۔ اس قاعدہ سے یہ

الفاظ مستثنٰی ہیں اَوْیَعْفُوا سورۃ بقرہ کے اکتیسویں رکوع میں اور اَن تَبُوْءَ سورۃ مائدہ کے پانچویں رکوع میں اور لِتَتْلُوَا سورہ رعد کے چوتھے رکوع میں اور لَن نَّدْعُوَا سورۂ کہف کے دوسرے رکوع میں اور لِیَرْبُوَا سورۂ روم کے چوتھے رکوع میں اور لِیَبْلُوَا سورہ محمدؐ کے اول رکوع میں اور نَبْلُوَا سورۂ محمدؐ کے چوتھے رکوع میں اور ثَمُوْدَا چار جگہ سورۂ ہودؔ سورۂ فرقان اور سورۂ عنکبوت اور سورۂ نجم میں۔ اور دوسرا قَوَارِیْرَا سورۂ دہر کے پہلے رکوع میں۔ ان سب الفاظ میں الف کسی حال میں نہیں پڑھا جاتا۔ نہ وصل میں نہ وقف میں اور لفظ لٰکِنَّا خاص سورہ کہف میں اور اَلظُّنُوْنَا اور اَلرَّسُوْلَا اور اَلسَّبِیْلَا یہ تینوں سورہ احزاب میں سَلٰسِلَا اور پہلا قَوَارِیْرَا یہ دونوں سورہ دہر میں اور لفظ اَنَا جہاں کہیں آوے تمام قرآن میں ان تمام لفظوں میں بحالتِ وصل الف نہیں پڑھا جاتا اور حالتِ وقف میں الف پڑھا جاتا ہے۔ مگر خاص لفظ سَلٰسِلَا کو حالتِ وقف میں بدون الف پڑھنا بھی مروی ہے یعنی سَلٰسِل۔

(قاعدہ۲) جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات بتلانے کی نہیں اور اگر وہ متحرک ہے[1] (یعنی متحرک بحرکت اصلیہ کیونکہ جہاں حرکت عارضی ہو اس کا یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ عنقریب قاعدہ نمبر ۵ میں آتا ہے ۱۲ محمد یامین۔) ہے تو اس پر وقف کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک تو یہی جو سب جانتے ہیں کہ اس کو ساکن کر دیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پر جو حرکت ہے اس کو بہت خفیف سا ظاہر کیا جاوے اس کو رَوم کہا جاتا ہے۔ اور اندازہ اس حرکت کا تہائی حصہ ہے اور یہ زبر میں نہیں ہوتا ہے۔ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے جیسے بسم اللہ کے ختم پر میم پر بہت ذرا سا زیر پڑھ دیا جاوے کہ جس کو بہت پاس والا سن سکے یا نَسْتَعِیْنُ کے نون پر ایسا ہی ذرا سا پڑھ دیا جاوے اور رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے نون پر چونکہ زبر ہے یہاں ایسا نہ کریں گے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس حرکت کا اشارہ صرف ہونٹوں سے کر دیا جاوے یعنی پڑھا بالکل نہ جاوے بلکہ اس حرکت کے ظاہر پڑھنے کے وقت ہونٹ جس طرح بن جاتے ہیں اسی طرح ہونٹوں کو بنایا جاوے اور اس حرف کو بالکل ساکن ہی پڑھا جاوے۔ اور یہ اشمام کہلاتا ہے اور اس کو پاس والا بھی نہیں سن سکتا۔ کیونکہ اس میں حرکت زبان سے تو ادا ہوئی نہیں البتہ آنکھوں والا پڑھنے والے کے ہونٹ دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ اس نے اشمام کیا ہے اور اشمام صرف پیش میں ہوتا ہے اور زبر زیر میں نہیں ہوتا۔ مثلاً نَسْتَعِیْنُ کے نون پر پیش ہے اس پیش کو پڑھا تو بالکل نہیں نون کو بالکل ساکن پڑھا مگر ہونٹوں کو نون ادا کرنے کے وقت ایسا بنا دیا جیسا پیش پڑھنے کے وقت بن جاتے ہیں یعنی ذرا چونچ سی بنا دی۔ (قاعدہ۳) جس کلمہ کے آخر میں تنوین ہو وہاں بھی روم جائز ہے مگر حرکت ظاہر کرنے کے وقت تنوین کا کوئی حصہ ظاہر نہ کیا جاوے گا (تعلیم الوقف حضرت قاری عبداللہ صاحبؒ مکی۔)

(قاعدہ۴) تاء جو کہ ہ کی شکل میں گول لکھی جاتی ہے مگر اس پر نقطے بھی دیے جاتے ہیں اگر ایسی تاء پر وقف ہو تو وہاں

دو باتوں کا خیال رکھو۔ ایک تو یہ کہ اس کوہ کے طور پر پڑھو دوسرے یہ کہ وہاں روم اور اشمام مت کرو (تعلیم الوقف)

(قاعدہ ۵) رَوم اور اشمام حرکت عارضی پر نہیں ہوتا ہے جیسے وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ میں کوئی شخص لَقَدْ پر وقف کرنے لگے تو دال کو ساکن پڑھنا چاہیے اس کے زیر میں روم نہ کریں کیونکہ عارضی ہے (تعلیم الوقف) اور اس کو بھی عربی والے جان سکتے ہیں۔تم کو جہاں جہاں شبہ ہو کسی عالم سے پوچھ لو۔

(قاعدہ ۶) جس کلمہ پر وقف کرو اگر اس کے اخیر حرف پر تشدید ہو تو رَوم اور اشمام میں تشدید بدستور باقی رہے گی (تعلیم الوقف)

(قاعدہ ۷) جس کلمہ پر وقف کیا جاوے اگر اس کے اخیر حرف پر زبر کی تنوین ہو تو حالت وقف میں اس تنوین کو الف سے بدل دیں گے جیسے کسی نے فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً پر وقف کیا تو اس طرح پڑھیں گے۔ نِسَآءَ

(قاعدہ ۸) جس مد وقفی کا بیان گیارھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۶ میں ہوا ہے۔ اگر روم کے ساتھ وقف کیا جاوے اس وقت وہ مد نہ ہوگا مثلاً اَلرَّحِيمِ یا نَسْتَعِينُ میں اگر پیش یا زیر کا ذرا سا حصہ ظاہر کر دیں تو پھر مد نہ کریں گے (تعلیم الوقف)

فوائدِ متفرقہ ضروریہ کے بیان میں

چودھواں لمعہ۔ اور گو ان میں سے بعض بعض فوائد پر بھی معلوم ہو گئے ہیں مگر چونکہ دوسرے مضامین کے ذیل میں بیان ہوئے تھے۔ شاید خیال نہ رہے اس لیے ان کو پھر لکھ دیا اور زیادہ تر نئے فائدے ہیں۔

(فائدہ ۱)، سورہ کہف کے پانچویں رکوع میں لٰكِنَّا هُوَ اللهُ یعنی لٰكِنَّا میں الف لکھا ہے مگر یہ پڑھا نہیں جاتا البتہ اگر اس پر کوئی وقف کر دے تو اس وقت پڑھا جاوے گا۔

(فائدہ ۲) سورۃ دہر کے شروع میں سَلَا سِلَا یعنی دوسرے لام کے بعد بھی الف لکھا تو ہے مگر یہ پڑھا نہیں جاتا۔ البتہ وقف کی حالت میں الف کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح درست ہے اور پہلے لام کے بعد جو الف لکھا ہے وہ ہر حال میں پڑھا جاتا ہے۔

(فائدہ ۳) اسی سورۂ دہر میں وسط کے قریب قَوَارِيرَا قَوَارِيرَا دو دفعہ ہے۔ اور دونوں کے اخیر میں الف لکھا ہے سو

ان کا قاعدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ تو کسی حال میں الف نہیں پڑھا جاوے گا اور وقف نہ کرو تو الف نہیں پڑھا جاوے گا اور زیادہ عادت یہ ہے کہ پہلی جگہ کو وقف کرتے ہیں دوسری جگہ نہیں کرتے تو اس صورت میں پہلی جگہ الف پڑھو دوسری جگہ مت پڑھو۔

(فائدہ۴) قرآن میں ایک جگہ امالہ یعنی سورۂ ہود میں جو **بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖهَا** ہے اس کا بیان لمعہ نمبر ۸ قاعدہ نمبر ۴ میں دیکھ لو۔

(فائدہ۵) سورۂ حٰم سجدہ میں ایک جگہ تسہیل ہے ءَ اَعۡجَمِیٌّ اس کا بیان بارہویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ا میں گزرا ہے دیکھ لو۔

(فائدہ۶) سورۂ حجرات میں **بِئۡسَ الِاسۡمُ** میں الاسم کا ہمزہ نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس کے لام کو اس کے سین سے ملا دیتے ہیں اس کا بیان بھی بارہویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۲ میں گزرا ہے۔

(فائدہ۷) **لَئِنۡ بَسَطۡتَّ** اور **اَحَطۡتُّ** اور **مَا فَرَّطۡتُّمۡ** اور **مَا فَرَّطۡتُ** میں ادغام ناتمام ہوتا ہے۔ یعنی طاء کو تاء کے ساتھ ملا کر مشدد کر کے اس طرح پڑھا جاوے کہ طاء اپنی صفت استعلاء واطباق کے ساتھ بدوں قلقلہ کے پُر ادا ہوا ورتاء باریک ادا ہو۔ اور **اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ** میں بہتر یہی[۱] (۱ے ویجوزز الناقص ایضاوھوان یبقی بعض صفات المدغم ۱۲ منه) ہے کہ پورا ادغام کیا جاوے۔ یعنی قاف بالکل نہ پڑھا جاوے بلکہ قاف کو کاف سے بدل کر اور دونوں کو ملا کر مشدد کر کے پڑھا جاوے۔

(فائدہ۸) نٓ والقلم اور **یٰسٓ والقران الحکیم** میں نون اور سین کے بعد جو واؤ ہے یرملون کے قاعدہ کے موافق جس کا ذکر دسویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۳ میں آچکا ہے اس واؤ میں ادغام ہونا چاہیے۔ مگر ادغام نہیں کیا جاتا۔[۲] (۲ے عند حفص ۱۲ منه)

(فائدہ۹) سورۂ یوسف کے دوسرے رکوع میں ہے لَا تَاۡمَنَّا اس میں نون پر اشمام کیا کرو۔

(فائدہ۱۰) قرآن مجید میں کہیں کہیں سکتہ لکھا ہوا پاؤ گے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ذرا ٹھہر جاؤ مگر سانس مت توڑو اور باقی سب قاعدے اس میں وقف کے جاری ہونگے۔[۳] (۳ے اختیارہ لانه سهل علی الاطفال ویجوز الروم ایضا لاتامننا ولایجوز الادغام المحض ۱۲ منه) مثلاً سورۂ قیامہ میں ہے مَنۡ ؔسکتہ رَاقٍ تو یرملون کے موافق من کے نون کا ''ر'' میں ادغام ہو جاتا ہے مگر ادغام نہیں ہوا۔ کیونکہ جب سکتہ کو بجائے وقف کے سمجھا تو گویا نون اور راء میں اتصال نہیں رہا اس لئے ادغام نہیں ہوا۔ اسی طرح سورہ کہف میں ہے عِوَجًاؔ سکتہ قَیِّمًا تو اگر عوجا پر وقف نہ کریں۔ اور مابعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفاء نہیں ہوگا۔ بلکہ زبر کی تنوین کو الف سے بدل کر سکتہ کیا جاوے گا اور تمام قرآن شریف میں حفص کی روایت میں کل سکتے چار ہیں۔ ایک سورہ قیامہ میں دوسرا سورہ کہف میں جو کہ مذکور ہوئے تیسرا سورہ یٰسٓ میں مِنۡ مَّرۡقَدِنَا کے

الف پر جب کہ مابعد سے ملا کر پڑھا جائے۔ اور چوتھا سورۂ مطففین میں کَلَّا بَلْ کے لام ساکن پر بس ان کے سوا سورۂ فاتحہ وغیرہ میں کہیں سکتہ نہیں۔

(فائدہ ۱۱) قرآن میں جہاں پیش آوے اس کو واؤ معروف کی سی بو دے کر پڑھو اور جہاں زیر آوے اس کو یائے معروف کی سی بو دے کر پڑھو ہمارے ملک میں پیش کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ مجہول پیدا ہوتی ہے اور زیر کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دو تو یائے مجہول پیدا ہوتی ہے تو یہ بات عربی زبان کے خلاف ہے۔ ایسا مت کرو بلکہ پیش کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ معروف پیدا ہوا اور زیر کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو یائے معروف پیدا ہو اور زیر اور پیش کے اس طرح ادا ہونے کو ماہر استاد سے سن لو۔ لکھا ہوا دیکھنے سے سمجھ میں شاید نہ آیا ہو۔

(فائدہ ۱۲) جب واؤ مشدد یا کہ یاء مشدد پر وقف ہو تو ذرا سختی سے تشدید کو بڑھانا چاہیے تاکہ تشدید باقی رہے جیسے

عَدُوٌّ ط اور عَلَى النَّبِیِّ ط

(فائدہ ۱۳) سورۂ یوسف میں ہے۔ لِیَکُونًا مِّنَ الصَّاغِرِینَ ط اور سورۂ اقراء میں ہے لَنَسفَعاً م بِالنَّاصِیَتِهِ اگر لِیَکُونًا اور لَنَسفَعًا پر وقف کرو تو الف ا(۱) وان کان خلاف القیاس لانها نون خفیفته لکن الوقف یکون تابعاً للرسم ۱۲ ۔ هذا القاعدة اکثریة لاکلیة فان ثمودا بالالف اذاوقف علیه لایکون وقفة تابعاً للرسم ۱۲۔ قاری محمد یامین) سے پڑھو یعنی تنوین مت پڑھو۔

(فائدہ ۱۴) چار لفظ قرآن مجید میں ہیں کہ لکھے تو جاتے ہیں صاد سے اور اس صاد پر چھوٹا سا سؔ بھی لکھ دیتے ہیں۔ اس کا قاعدہ سمجھ لو ایک تو سورۂ بقرہ میں ہے یَقبِضُ وَیَبصُطُ دوسرا سورۂ اعراف میں فی الخلق بصۜطَةً ان دونوں جگہوں میں سؔ پڑھو۔ تیسرا سورۂ طور میں اَم هُمُ المُصَیطِرُونَ اس میں چاہے س پڑھو چاہے صاد پڑھو۔ چوتھا سورہ غاشیہ میں بِمُصَیطِرٍ اس میں صاد پڑھو۔

(فائدہ ۱۵) کئی مواقع قرآن مجید میں ایسے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لآ اور پڑھا جاتا ہے لَ پڑھتے وقت ان کا بہت خیال رکھو ایک سورۂ عمران میں لَا اِلَی اللهِ تُحشَرُونَ دوسرا سورہ توبہ میں وَلَا اَوضَعُوا تیسرا سورہ نمل میں اَو لَا اَذبَحَنَّهٗ چوتھا والصّٰفّٰت میں لَااِلَی الجَحِیم پانچواں سورہ حشر میں لَااَنتُم اَشَدّ اسی طرح سورہ آل عمران کے پندرہویں رکوع میں لکھا ہوا ہے۔ اَفَائِن ا ور پڑھا جاتا ہے اَفئِن اور چند مقامات میں لکھا ہوا تو ہے مَلَا ئِهٖ اور پڑھا

جاتا ہے۔ مَلَئِہٖ اور سورۂ کہف کے چوتھے رکوع میں لکھا ہوا تو ہے
لَشَاىْءٍ اور پڑھا جاتا ہے لِشَئٍ اور بعض جگہ لکھا ہوا ہے نَبَاىِٔ اور پڑھا جاتا ہے نَبَإٍ

(تنبیہ) مذکورہ قاعدے اکثر تو وہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں اور جن میں اختلاف ہے ان میں سے امام حفص رحمتہ اللہ علیہ کے قواعد لکھے ہیں جن کی روایت کے موافق ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور انہوں نے قرآن مجید حاصل کیا ہے۔ امام عاصمؒ تابعی سے اور انہوں نے زربن حبیش اسدیؓ (۱) (۱) زر بالکسر وشدتِ راء وحبیش بالضم وفتح ثانی وسکون ثالث مصغر کمافی المعنی والتقریب ۱۲ منہ) اور عبداللہ بن حبیب سلمیؓ سے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابی کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور ان سب حضرات نے جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

خاتمہ:۔ چاند کا پورا لمعہ بھی چودہویں رات کو ہوتا ہے اور یہاں بھی چودہویں کے ختم پر سب مضامین پورے ہوگئے۔ اس لئے یہاں پہنچ کر رسالہ کو ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول فرمادے۔ طالب علموں سے خصوص بچوں سے خصوص قدوسیوں سے رضائے مولیٰ کی دعا کا طالب ہوں۔

اشرف علی عفی عنہ ۵، صفر ۱۳۳۴ء

جدید کمپیوٹر ایڈیشن

جمال القرآن

مکمل

مصنفہ

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ



مع اضافۂ حواشی جدیدہ

از

قاری سید محمد یامین صاحبؒ

قدیمی کتب خانہ آرام باغ۔ کراچی

جدید کمپیوٹر ایڈیشن

جمال القرآن
مکمل

مُصنّفہ

حکیم الاُمت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی ؒ

مع اِضافۂ حواشی جدیدہ

از

قاری سیّد محمد یامین صاحب ؒ

ناشر

قدیمی کتب خانہ۔ مقابل آرام باغ۔ کراچی

الناشر

قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ۔ کراچی

فون: 021-2627608
021-2623782

فہرست مضامین

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ چند اوراق ہیں ضروریات تجوید میں مسمّٰی بہ جمال القرآن اور اس کے مضامین کو ملقب بہ لمعات کیا جائے گا۔ محبی مکرمی مولوی حکیم محمد یوسف صاحب مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ کی فرمائش پر کتب معتبرہ سے خصوصاً رسالہ ہدیۃ الوحید مؤلفہ قاری مولوی عبدالوحید صاحب مدرس اوّل درجہ قراءت مدرسہ عالیہ دیوبند سے ملتقط کر کے بہت آسان عبارت میں جس کو مبتدی بھی سمجھ لیں لکھا گیا ہے۔ اور کہیں کہیں قراءت کے دوسرے رسالوں سے بھی کچھ لیا گیا ہے۔ وہاں ان رسالوں کا نام لکھ دیا ہے اور کہیں اپنی یادداشت سے کچھ لکھا ہے وہاں کوئی نشان بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ پس جہاں کسی کتاب کا نام نہ ہو وہ یا تو ہدیۃ الوحید کا مضمون ہے اگر اس میں موجود ہو، ورنہ احقر کا مضمون ہے۔ وباللہ التوفیق وھو خیرعون وخیر رفیق.

کتبہ

اشرف علی تھانوی ادہمی حنفی چشتی عفی عنہ

مشورۂ مفید

اوّل اس رسالہ کو خوب سمجھا کر پڑھائیں۔ اور ہر شے کی تعریف اور مخارج و صفات وغیرہ خوب یاد کرا دیں۔ اس کے بعد رسالۂ تجوید القرآن نظم حفظ کرا دیا جائے اور اگر فرصت کم ہو تو رسالہ حق القرآن یاد کرا دیا جائے۔ فقط

کتبہ

اشرف علی عفی عنہ

تمہید جمال القرآن

بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ اگرچہ رسالہ جمال القرآن اس سے پیشتر مطبع بلالی ساڈھورہ و مطبع احمدی لکھنؤ و مطبع انتظامی کانپور وغیرہ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے، مگر بوجہ عدم تکمیل بعض مضامین و عدم اہتمام تصحیح اس کے لیے حواشی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ احقر نے اس کے مضامین کی توضیح و تکمیل اور اغلاط کی تصحیح کے لیے حواشی لکھے تھے۔ لیکن چونکہ عموماً حواشی کی طرف التفات کم ہوتا ہے اور اس صورت میں معتد بہ نفع کی توقع بہت کم تھی، اس لیے حسب ایماء و ارشاد حضرت مؤلف علاّم مدفیوضہم اس نا اہل نے ان حواشی میں سے جو مضامین نہایت ضروری ادا کے متعلق تھے ان کو رسالہ کا جزو بنا دیا۔ اور جو مضامین بطور دلائل و توضیح کے تھے ان کو حواشی میں رکھ کر حضرت موصوف کی خدمت میں ملاحظہ کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت ممدوح نے تصدیق و تحسین فرما کر طبع و اشاعت کی اجازت عطا فرما دی اور تکمیل مضامین کی مناسبت سے اب اس رسالہ کا لقب جمال القرآن مکمل تجویز فرما دیا۔ اگر ناظرین باقتضائے بشریت کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اس نا اہل کی کم فہمی پر محمول فرما کر متنبہ فرما دیں۔ بعد تحقیق اس سے رجوع کر کے انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح کر دی جائے گی۔ اور اگر کسی کو اصل عبارت (جو کہ تغیر و تبدل و اضافہ سے پہلے تھی) دیکھنے کی ضرورت ہو تو وہ مطابع مذکور کے مطبوعہ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ وَالسَّلام

ہر کہ خواند دعاء طمع دارم　　زاں کہ من بندۂ گنہ گارم

کتبہ
احقر محمد یامین عفی عنہ

پہلا لمعہ

تجوید کی تعریف

تجوید کہتے ہیں ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا۔ اور اس علم کی حقیقت اسی قدر ہے اور مخارج اور صفات آگے آئیں گے چوتھے اور پانچویں لمعہ میں۔

دوسرا لمعہ

تجوید کی ضرورت

تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن کہلاتا ہے۔ اور یہ دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا جیسے اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْھَمْدُ پڑھ دیا، ث کی جگہ س پڑھ دیا یا ح کی جگہ ہ پڑھ دی یا ذ کی جگہ ز پڑھ دی یا ص کی جگہ س پڑھ دیا یا ض کی جگہ د یا ظ پڑھ دی یا ظ کی جگہ ز پڑھ دی یا ع کی جگہ ہمزہ پڑھ دیا اور ایسی غلطیوں میں اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ بھی مبتلا ہیں۔ یا کسی حرف کو بڑھا دیا جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں دال کے پیش کو اور ہ کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا اَلْحَمْدُوْ لِلّٰھِیْ یا کسی حرف کو گھٹا دیا جیسے لَمْ یُوْلَدْ میں واؤ کو ظاہر نہ کیا اس طرح پڑھا لَمْ یُلَدْ یا زبر زیر پیش جزم میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا جیسے اِیَّاكَ کے کاف کا زیر پڑھ دیا یا اِھْدِنَا میں د سے پہلے اس طرح زبر پڑھ دیا اَھَدِنَا یا اَنْعَمْتَ کی میم پر اس طرح حرکت پڑھ دی اَنْعَمَتَ یا اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا۔ ان غلطیوں کو لحن جلی کہتے ہیں اور یہ حرام ہے (حقیقۃ التجوید) اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے، اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی لیکن حرفوں کے حسین ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں ان کے خلاف پڑھا جیسے ر پر جب زبر یا پیش ہوتا ہے اس کو پُر یعنی منہ بھر کر پڑھا جاتا ہے جیسے اَلصِّرَاطَ کی راء جیسا آٹھویں لمعہ میں آئے گا مگر اس نے باریک پڑھ دیا اس کو لحنِ خفی کہتے ہیں۔ یہ غلطی پہلی

غلطی سے ہلکی ہے یعنی مکروہ ہے (حقیقۃ التجوید) لیکن بچنا اس سے بھی ضروری ہے۔

تیسرا لمعہ

آدابِ تلاوت

قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا ضروری ہے[1] اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سورت سے شروع کرے تو بسم اللّٰہ ضروری ہے، اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت بیچ میں شروع ہوگئی تب بھی بسم اللّٰہ ضروری ہے۔ مگر اس دوسری صورت میں سورۂ براءۃ کے شروع میں نہ پڑھے۔ اور بعضے عالموں نے کہا ہے کہ پہلی صورت میں بھی سورۂ براءۃ پر بسم اللّٰہ نہ پڑھے۔[2] اور اگر کسی سورت کے بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو بسم اللّٰہ پڑھ لینا بہتر ہے ضروری نہیں لیکن اعوذ اس حالت میں بھی ضروری ہے۔

چوتھا لمعہ

مخارجِ حروف

جن موقعوں سے حروف[3] ادا ہوتے ہیں ان کو مخارج کہتے ہیں اور یہ مخارج سترہ ہیں۔

(مخرج ۱): جوف دہن یعنی منہ کے اندر کا خلا اس سے یہ حروف نکلتے ہیں۔ واؤ جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر پیش ہو جیسے اَلْمَغْضُوْبِ ی جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو جیسے نَسْتَعِيْنُ الف جبکہ ساکن بے جھٹکے ہو اور اس سے پہلے زبر ہو جیسے

---

[1] جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اعوذ باللّٰہ پڑھنا مستحب ہے، کمافی بعض شروح الشاطبیۃ ۱۲ زینۃ الفرقان

[2] چنانچہ کتاب النشر اوّل ص۲٦٤ میں ہے لاخلاف فی حذف البسملۃ بین الانفال وبراءۃ عن کل من بسمل بین السورتین و کذلک فی الابتداء ببراءۃ علی الصحیح عند اہل الاداء ۱۲ ابن ضیاء محب الدین احمد

[3] جمع حرف ویرید حرف الہجاء لاحروف المعنی و ہو صوت معتمد علی مقطع محقق او مقدر ویختص بالانسان وضعاً کمافی شرح الجزریۃ ۱۲ زینۃ الفرقان.

صِرَاطَ اور ساکن بے جھٹکے اس لیے کہا کہ زبر زیر پیش والا اور اسی طرح ساکن جھٹکے والا ہمزہ ہوتا ہے۔ اگرچہ عام لوگ اس کو بھی الف کہتے ہیں[1] جیسے اَلْحَمْدُ کے شروع میں جو الف ہے یا بَأْسٌ کے بیچ میں جو الف ہے، یہ واقع میں ہمزہ ہے۔ اور اس تمام کتاب میں ایسے دونوں الفوں کو ہمزہ ہی کہا جائے گا، یاد رکھنا۔ اور جس الف اور جس واؤ اور جس یا کا ابھی اوپر ذکر ہوا ہے ان کو حروفِ مدّہ اور حروفِ ہوائیہ بھی کہتے ہیں۔ پہلا نام اس لیے ہے کہ ان پر کبھی مد بھی ہوتا ہے۔ گیارہویں لمعہ کے بیان میں اس کا پورا حال معلوم ہوگا۔ اور دوسرا نام اس لیے ہے کہ یہ حروف ہوا[2] پر تمام ہوتے ہیں اور جس واؤ ساکن سے پہلے زبر ہو اُس کو واوِ لین کہتے ہیں، جیسے مِنْ خَوْفٍ اور جس یاء ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو یاءِ لین کہتے ہیں جیسے وَالصَّيْفِ پس واوِ لین اور واؤ متحرک کا مخرج آگے سولہویں مخرج کے بیان میں آئے گا اور یاء متحرک کا مخرج آگے ساتویں مخرج کے بیان میں آئے گا۔

(مخرج ۲): اقصیٰ حلق یعنی حلق کا پچھلا حصہ سینہ کی طرف والا۔ اس سے یہ حروف نکلتے ہیں ہمزہ اور ہ۔

(مخرج ۳): وسطِ حلق یعنی حلق کا درمیان والا حصہ۔ اس سے یہ حروف نکلتے ہیں ع اور ح (بے نقطہ والے)۔

(مخرج ۴): ادنیٰ حلق یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف والا ہے۔ اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں: غ اور خ (نقطہ والے)۔ اور ان چھ حرفوں کو حروفِ حلقی کہتے ہیں۔

(مخرج ۵): لہات[3] یعنی کوے کے متصل زبان کی جڑ جبکہ اوپر کے تالو سے ٹکر کھائے۔ اس سے قاف ادا ہوتا ہے۔

(مخرج ۶): قاف کے مخرج کے متصل ہی منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر۔ اس سے کاف ادا ہوتا ہے۔ اور ان دونوں حرفوں کو لہاتیہ کہتے ہیں۔

---

[1] متقدمین کی اصطلاح میں ہمزہ کو الف بھی کہتے ہیں کمافی فتح الباری لہٰذا ہمزہ کو الف کہنا غلط نہیں گو متاخرین کی اصطلاح کے خلاف ہے۔ ۱۲

[2] ہوا سے ہونٹوں سے حلق تک کا خلا و جوف مراد ہے ۱۲ زینۃ الفرقان

[3] بفتح اللام و ہائے ہوز و آخر فوقانی گوشت پارہ کہ شبیہ بزبان باشد واو در انتہائے کام آویختہ است کمافی حاشیہ منتخب النفائس ۱۲۔

(مخرج ۷): وسط زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے۔ اور اس سے یہ حرف ادا ہوتے ہیں ج۔ش ی[1] جبکہ مدہ نہ ہو۔ یعنی یائے متحرک اور یائے لین اور مدہ اور لین کے معنی مخرج (۱) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ اور ان کو حروف شجریہ[2] کہتے ہیں۔

(فائدہ): آگے جو مخارج آتے ہیں ان میں بعضے دانتوں کے نام عربی میں آئیں گے۔ اس واسطے پہلے ان کے معنی بتلائے دیتا ہوں ان کو خوب یاد کرلیں۔ تاکہ آگے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ بتیس (۳۲) میں سے سامنے کے چار (۴) دانتوں کو ثنایا کہتے ہیں۔ دو (۲) اوپر والوں کو ثنایا علیا اور دو (۲) نیچے والوں کو ثنایا سفلی اور ان ثنایا کے پہلو میں چار دانت جو ان سے ملے ہوئے ہیں اُن کو رباعیات[3] اور قواطع بھی کہتے ہیں۔ پھر ان رباعیات سے ملے ہوئے چار دانت نوک دار ہیں، اُن کو انیاب[4] اور کواسر کہتے ہیں۔ پھر ان انیاب کے پاس چار دانت ہوتے ہیں ان کو ضواحک کہتے ہیں۔ پھر ان ضواحک کے پہلو میں بارہ دانت اور ہیں۔ یعنی تین اوپر داہنی طرف اور تین اوپر بائیں طرف اور تین نیچے داہنی طرف اور تین نیچے بائیں طرف۔ ان کو طواحن کہتے ہیں۔ پھر ان طواحن کے بغل میں بالکل اخیر میں ہر جانب ایک ایک دانت اور ہوتا ہے، جن کو نواجذ[5] کہتے ہیں۔ اور ان سب ضواحک اور طواحن، اور نواجذ کو اضراس کہتے ہیں جن کو اردو میں ڈاڑھ کہتے ہیں۔ یاد کی آسانی کے لیے کسی نے ان سب ناموں کو نظم کردیا ہے وہ نظم یہ ہے:

ہے تعداد دانتوں کی کل تیس اور دو — ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو
ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس — کہ کہتے ہیں قرّاء اضراس انہیں کو
ضواحک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ — نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

[1] ان کا مجموعہ جیش ہے ۱۲ زینۃ الفرقان

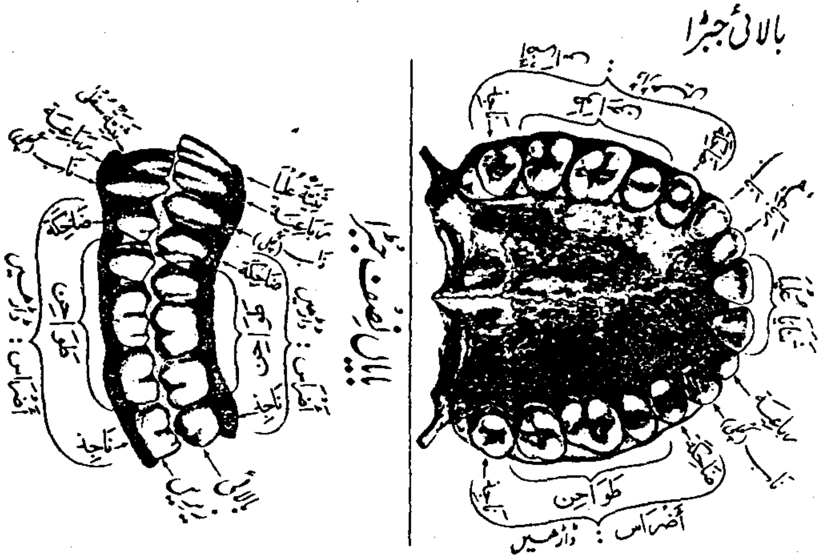
[2] لخروجها من شجر الفم بسکون الجیم وهو منفتح مابین اللحیین ۱۲ حقیقة التجوید

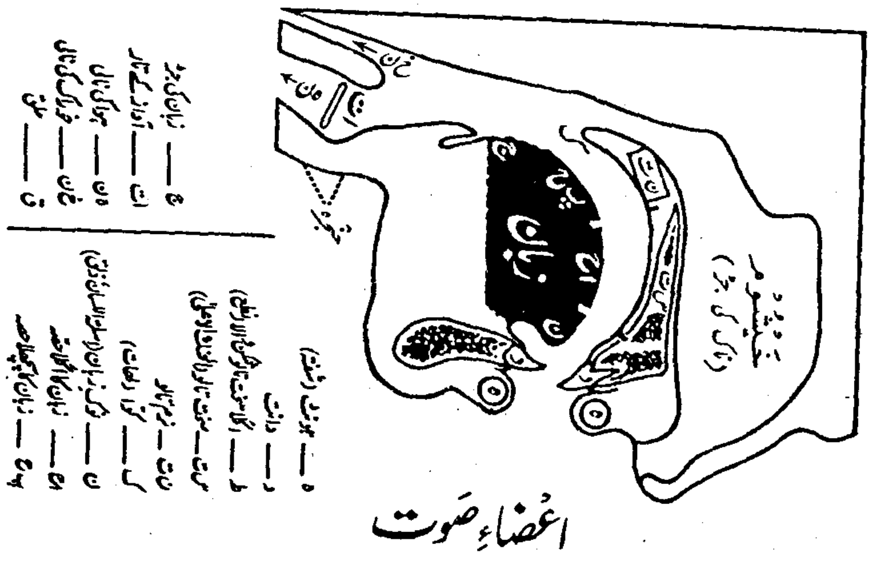
[3] یعنی اوپر کی جانب ایک دانت داہنی جانب اور دوسرا بائیں جانب ہے اور اسی طرح نیچے کی جانب دو دانت ہیں۔ زینت الفرقان

[4] انیاب وضواحک میں بھی وہی تفصیل ہے جو حاشیہ ۳ میں گزری ہے ۱۲ زینت الفرقان

[5] پس کل نواجذ چار ہوئے ۱۲ زینت الفرقان

نقشہ مخارج حروف





اعضاءِ صوت

(مخرج ۸): ض کا ہے۔ اور وہ حافۂ لسان یعنی زبان کی کروٹ داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے جبکہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگا دیں۔ اور بائیں طرف سے آسان ہے۔ اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے۔ مگر بہت مشکل ہے۔ اس حرف کو حافیہ کہتے ہیں۔ اور اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں۔ اس لیے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے۔ اس حرف کو دال پُر یا باریک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے، ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالی ظاء پڑھنا بھی غلط ہے۔ البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے، دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی، علم تجوید وقراءت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔ [1]

[1] علم تجوید وقراءت کی کتابوں میں بتصریح مذکور ہے، کہ ظاء معجمہ کی طرح ضاد معجمہ حروف رخوہ میں سے ہے جن کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ بند نہیں ہوتا بلکہ آواز برابر جاری رہتی ہے، اور دال مہملہ حروف شدیدہ میں داخل ہے جن کے ادا کرنے میں آواز بند ہو جاتی ہے، پس اگر ضاد کو دال یا مشابہ دال پڑھا جائے گا تو ضاد رخوہ نہ رہے گا بلکہ دال کی طرح شدیدہ ہو کر آواز کا سلسلہ بند ہو جائے گا، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ ضاد شدیدہ ہرگز نہیں بلکہ ظاء کی طرح رخوہ ہے۔ پس جس طرح کہ ظاء کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ اسی طرح ضاد کے ادا کرنے میں بھی آواز برابر جاری رہنی چاہیے، نیز صفت رخوت کے علاوہ ضاد معجمہ دیگر صفات میں ظاء کے ساتھ شریک ہے۔ صرف ایک صفت استطالت میں ظاء سے ممتاز ہے۔ اگر ضاد میں استطالت نہ ہوتی تو ضاد اور ظاء میں کوئی فرق نہ ہوتا اور دال سے تمام صفات میں متمائز ہے، بجز ایک صفتِ جہر کے پس عقلاً یہ بات ظاہر ہے کہ جن دو حرفوں میں وجوہ اشتراک زیادہ ہوں وہ متشابہ فی الصوت ہوں گے یا جن میں وجوہ امتیاز زیادہ ہوں وہ باہم متشابہ ہوں گے، اور نقلاً یہ کہ تجوید وقراءت وفقہ وتفسیر وغیرہ کی اکثر معتبر کتابوں سے ضاد کا مشابہ ظاء ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس جگہ سب روایات کو نقل کرنے سے خوف تطویل مانع ہے۔ اور جو لوگ ضاد کو دال یا مشابہ دال پڑھتے ہیں ان کے پاس کسی معتبر کتاب کی ایک روایت بھی ایسی نہیں معلوم ہوتی جس سے صراحۃً یا کنایۃً ثابت ہو سکے کہ حرف ضاد کا تلفظ عین دال یا اس کے مشابہ ہے، اور باقی جو کچھ بیان کیا کرتے ہیں۔ مثلاً کسی بڑے عالم کا پڑھنا یا فقہاء کا ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے منع کرنا یا عموم بلویٰ اور اسی طرح کے دوسرے تمام شبہات کا جواب مع دلائل اثبات تشابہ بین الضاد والظاء رسالہ الاقتصاد فی الضاد مصنفہ جناب مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوری سلمہ، تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب میں مفصل مذکور ہے، جس کو مطلوب ہو ←

(مخرج ۹): لاؔم کا ہے۔ کہ زبان کا کنارہ مع کچھ حصۂ حافہ، جب ثنایا اور رباعی اور انیاب اور ضاحک کے مسوڑھوں سے کسی قدر مائل تالو کی طرف ہو کر ٹکر کھائے، خواہ داہنی طرف سے یا بائیں طرف سے اور داہنی طرف سے آسان ہے۔ اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے۔

(مخرج ۱۰): نوؔن کا ہے۔ اور وہ بھی زبان کا کنارہ ہے۔ مگر لاؔم کے مخرج سے کم ہو کر یعنی ضاحک کو اس میں دخل نہیں۔

(مخرج ۱۱): راؔء کا ہے اور وہ نوؔن کے مخرج کے قریب ہے۔ مگر اس میں پشتِ زبان کو بھی دخل ہے، ان تینوں حرفوں کو یعنی لاؔم اور نوؔن اور راؔء کو طرفیہ اور ذلقیہ[1] بھی کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۲): طاؔء اور داؔل اور تاؔء کا ہے۔ یعنی زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ۔ اور ان تینوں حرفوں کو نطعیہ[2] کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۳): ظاؔء اور ذاؔل اور ثاؔء کا ہے۔ اور وہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا ہے۔ اور ان تینوں حرفوں کو لثویہ[3] کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۴): صاد اور زاؔء اور سیؔن کا ہے۔ اور یہ زبان کا سرا اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع کچھ اتصال ثنایا علیا کے ہے۔ اور ان کو حروف صفیر[4] کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۵): فاؔء کا ہے۔ اور یہ نیچے کے ہونٹ کا شکم اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے۔

(مخرج ۱۶): دونوں ہونٹ ہیں۔ اور ان سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں۔ باؔء اور میؔم اور

← اس میں دیکھ لے یہاں پر اس کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے ۱۲ محمد یامین عفی عنہ۔

[1] لِخُرُوْجِهَا مِنْ ذَلَقِ اللِّسَانِ (بفتحتین طرفِ زبان ۱۲) أی طرفه (حقیقة التجوید) ۱۲ منه

[2] لِخُرُوْجِهَا مِنْ نِطْعِ الغَارِ مِنَ الْحَنَكِ الْأَعْلٰى أَيْ سَقْفِهِ ۱۲ حقیقة التجوید و درة الفرید ۱۲ منه (نطع بالکسر و فتح الطاء کام شکنهائے کام وغاردرونِ دهن کذا فی المنتخب و قوله من الحنك الاعلٰی بیان لقوله من نطع الغار ۱۲ زینة.

[3] بالکسر و فتح ثانی وواؤ مکسوره یائے مشدده مفتوحه. (زینة الفرقان)

[4] صفیر مرغ یعنی چڑیا کی آواز کو کہتے ہیں چونکہ ان حروف کی آواز مشابہ اس آواز کے ہوتی ہے اس لیے ان کو حروف صفیر کہتے ہیں کمافی نوادرالوصول ۱۲ زینة

واؤ جبکہ مدہ نہ ہوں۔ یعنی واؤ متحرک اور واؤ لین۔ اور مدہ اور لین کے معنی مخرج (۱) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں، مگر ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ باء ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے، اس لیے اس کو بحری کہتے ہیں اور میم ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے، اس لیے اس کو بری کہتے ہیں۔ اور واؤ دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتا ہے۔ فاء کو اور ان تینوں حرفوں کو شفویہ[1] کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۷): خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ہے۔ اس سے غنہ نکلتا ہے۔ غنہ کا بیان آگے نویں دسویں لمعہ میں نون اور میم کے قاعدوں میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

اور جاننا چاہیے کہ ہر مخرج معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس حرف[2] کو ساکن کر کے اس سے پہلے ہمزہ متحرک لے آئے جس جگہ آواز ختم ہو وہی اس کا مخرج ہے۔

پانچواں لمعہ

صفاتِ حروف

جن کیفیتوں سے حروف ادا ہوتے ہیں، ان کیفیتوں کو صفات کہتے ہیں، اور وہ دو طرح کی ہیں، ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے۔ ایسی صفت کو ذاتیہ اور لازمہ اور ممیزہ[3] اور مقومہ کہتے ہیں۔ اور ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو حرف تو وہی رہے مگر اس کا حسن و زینت نہ رہے۔ اور ایسی صفت کو محسنہ مزینہ محلیہ[4] عارضیہ کہتے ہیں۔

---

[1] بفتحتین و کسر سوم ویائے مشددہ مفتوحہ وقال فی الصراح والحروف الشفهية الباء والفاء والميم ولاتقل شفويه وفی الرضی شرح الشافيه شفوية و شفهية و ذكر فی القاموس الشفهية فقط وهو الصحيح عندی فان لام الشفة هاء كما فی الصراح والقاموس ۱۲ زينة

[2] اس میں یہ شرط ہے کہ یہ حرف صحیح طور سے ادا کیا جائے سو اس طریق سے مخرج معلوم ہوگا کمافی شرح الجزرية ۱۲ زينة

[3] یعنی وہ صفت لازمہ جو مشتبہ الصوت یا متحد فی المخرج حرفوں میں امتیاز دینے والی ہو اور جن صفات لازمہ سے امتیاز نہ ہو ان کو صفت لازمہ اور غیر ممیزہ کہتے ہیں۔ ۱۲ ابن ضیاء

[4] وجه التسمية به ان هذه الصفات فی الجروف تكون لخصوص المحل دون محل ←

پہلی قسم کی صفات سترہ ہیں۔

(۱) ھمس[1]: جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے، ان کو مہموسہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے۔ اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو اور ایسے حروف دس ہیں۔ جن کا مجموعہ یہ ہے فَحَثَّهُ[2] شَخْصٌ سَكَتَ۔

(۲) جھر: جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے، ان کو مجہورہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جائے۔ اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو، اور مہموسہ کے سوا باقی سب حروف مجہورہ ہیں۔ اور جہر و ہمس دونوں صفتیں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۳) شدت: جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو شدیدہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہو جائے، اور آواز میں ایک قسم کی سختی ہو۔ ایسے حرف آٹھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے۔ اَجِدُكَ[3] قَطَبْتَ[4]

(۴) رخوت[5]: جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو رخوہ[6] کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو۔ اور شدیدہ اور متوسطہ کے سوا باقی سب حروف رخوہ ہیں۔ اور متوسطہ کا بیان ابھی آتا ہے۔ اور ہمس اور جہر کی

← اُخر ۱۲ منه

[1] بالفتح نرم کردن آواز و آواز نرم ۱۲ زینة

[2] ترجمه اش این ست پس ترغیب داد اورا شخصیکه ساکت شد ۱۲ منه

[3] ترجمه اش این ست می یا بم تراکه ترش روئ کر دی ۱۲ منه

[4] من ضرب ۱۲ زینة

[5] بالکسر سست شدن کمافی ص ۱۲ زینة

[6] سهله مستر سله کمافی ص ۱۲ زینة

طرح شدت اور رخوت بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ اور ان دونوں صفتوں کے درمیان ایک صفت اور ہے۔

توسط: جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو متوسطہ اور بینیہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ آواز اس میں نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری جاری ہو۔[۱] ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے لِنْ عُمَرُ۔ اور اس توسط کو الگ صفت نہیں گنا جاتا، کیونکہ اس میں کچھ شدت کچھ رخوت ہے۔ پس یہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی۔ اور اس مقام پر ایک شبہ ہے وہ یہ کہ حرف تاء اور کاف کو مہموسہ میں سے بھی شمار کیا ہے۔ حالانکہ ان میں آواز بند ہو جاتی ہے اور اسی واسطے ان کو شدیدہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حرفوں میں ہمس ضعیف ہے اور شدت قوی ہے، سو شدت[۲] کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہو جاتی ہے، لیکن کسی قدر ہمس ہونے سے بعد بند ہونے کے کچھ تھوڑا سا سانس بھی جاری ہوتا ہے۔ مگر اس سانس کے جاری ہونے میں یہ احتیاط رکھنی چاہیے کہ آواز جاری نہ ہو کیونکہ اگر آواز جاری کی جائے گی تو کاف و تاء شدیدہ نہ رہیں گے، بلکہ رخوہ ہو جائیں گے اور دوسرے اس میں ہاء کی آواز پیدا ہو کر غلط ہو جائے گا۔[۳]

[۱] حقيقة التجويد

[۲] فی جهد المقل و اما الشديد المهموس حرفان الكاف والتاء فيشد صوتهما بالكلية بل نفسها ايضاً لان حقيقة الصوت هی النفس ثم ينفتح مخرجهما ويجری فيهما نفس كثير مع صوت ضعيف ليحصل الهمس و فيه الشدة فی آن والهمس فی زمان آخر و زاد فی "حقيقة التجويد" فالهمس فی زمان بعد آن آه وفيهما وهذا باب يتحير فيه الالباب آه ۱۲ منه

[۳] بعض لوگ کاف و تاء میں سانس کے جاری کرنے میں اس قدر مبالغہ وغلو کرتے ہیں کہ صفت شدت زائل ہو کر ہاء ہوز کی آواز پیدا ہو جاتی ہے اور کاف و تاء مخلوط بالہاء ہو جاتے ہیں۔ اَبْتَرْ کو اَبْتَهْر اور ثَقُلَتْ کو ثَثْلَتَهُ اور كَانَا کو كَهَانَا اور ذِكْرُكَ کو ذِكْهُرَكَهُ پڑھتے ہیں۔ اور یہ سراسر غلط اور بے اصل اور تمام کتب تجوید و قراءت اور اداء محققین قراء کے خلاف ہے، بلکہ "كتاب النشر" علامہ جزری اور "المنح الفكرية" ملا علی قاری اور "تحفہ نذریہ" حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی سے اس کی تردید و تغلیط ثابت ہوتی ہے چنانچہ اس کی مفصل تحقیق مع جواب شبہات و توجیہ و مطلب عبارت جهد المقل رسالہ ضياء الشمس فی اداء الهمس مؤلفہ احقر میں مع تصدیق حضرت مولانا تھانوی مدفیوضہم و دیگر ←

(۵) استعلاء: جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مستعلیہ[1] کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت ہمیشہ جڑ زبان کی اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف موٹے ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے حروف سات ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے خُصَّ[1] ضَغْطٍ[2] قِظْ[3]۔

(۶) استفال:[4] جن حرفوں میں یہ صفات پائی جائیں ان کو مستفلہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی، جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں۔ مستعلیہ کے سوا باقی سب حروف مستفلہ ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں استعلاء اور استفال بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۷) اطباق: جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مطبقہ[5] کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے ملصق ہو جاتا ہے۔ یعنی لپٹ جاتا ہے۔ اور ایسے حروف چار ہیں۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔

(۸) انفتاح: جن حروف میں یہ صفت ہو ان کو منفتحہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے۔ خواہ زبان کی جڑ تالو سے لگ جائے جیسے قاف میں لگ جاتی ہے خواہ نہ لگے (جہد المقل مع الشرح) اور مطبقہ کے سوا سب حروف منفتحہ ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں اطباق وانفتاح بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

← اساتذۂ فن مذکور ہے فانظر فیہا إن شئت ۱۲ احمد یامین عفی عنہ

۱ ترجمہ اش این ست کہ در کاژۂ تنگ وقت حرارت مقیم باش ۱۲ منہ و خص بالضم وتشدید صاد خانہ نے کمانی م ۱۲ زینۃ الفرقان

۲ بالفتح تنگ کردن کمانی م۔ فہو مصدر بمعنی اسم مفعول ۱۲ زینۃ الفرقان

۳ بالکسر قظ امر من القیظ بگرما مقیم بودن بجائے من ضرب کمانی صراح ۱۲ زینۃ الفرقان

۴ نقیض اعتلاء کمافی تاج المصادر واعتلاء بلند شدن وجاہ متعد یاً ایضاً کما فی ص وفی شرح الجزریۃ الانخفاض ۱۲ زینۃ

۵ بکسر باء و فتح آں کما فی نوادرالوصول و ذکر فی الصراح الثانی فقط و ملصق بفتح صادو بکسر آں لازم و متعدی آمدہ کمافی اللغۃ ۱۲ زینۃ

(۹) **ازلاق:**[1] جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مذلقہ[2] کہتے ہیں۔ مطلب[3] اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں۔ اور ایسے حروف چھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے فَرَّمِنْ لُبِّ[4] یعنی ان میں جو حروف شفویہ ہیں وہ ہونٹ کے کنارہ سے ادا ہوتے ہیں۔ شفویہ کا مطلب مخرج ۱۶ میں گزرا ہے، اور جو شفویہ نہیں وہ زبان کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں (درۃ الفرید للشیخ الدہلویؒ)۔

(۱۰) **اصمات:**[5] اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مصمتہ[6] کہتے ہیں۔ اور مطلب اس صفت کا یہ[7] ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے۔ اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمتہ ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں ازلاق و اصمات بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ ان دس صفات کو صفاتِ متضادہ کہتے ہیں۔ کیونکہ ایک دوسرے کی ضد یعنی مقابل ہے۔ جیسا کہ اوپر بتلاتا گیا ہوں۔ آگے جو صفات آتی ہیں وہ غیر متضادہ کہلاتی ہیں۔ اور جاننا چاہیے کہ صفاتِ متضادہ سے تو کوئی حرف بچا ہوا نہیں رہتا بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل والی صفتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت صادق آئے گی۔ اور صفاتِ غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی بعض میں نہ ہوں گی اور وہ صفاتِ غیر متضادہ یہ ہیں۔

---

[1] والذلق فی اللغة الطرف ۱۲ منہ

[2] مذلقه اسم المفعول ۱۲ زینة

[3] ذلاقت لغت میں عبارت ہے فصاحت اور خفت کلام سے اور چونکہ یہ حروف سبکی اور سرعت سے ادا ہوتے ہیں اس لیے اس کو مذلقہ کہا جاتا ہے کمافی الصراح وغیرہ ۱۲ زینة

[4] ترجمہ این ست گریخت از عقل ۱۲ منہ

[5] فی حقیقة التجوید الاصمات لغة المنع مطلقا واصطلاحاً امتناع الکلمة الرباعیة والخماسیة من غیر حرف من المذلقة فالعسجد عجمی اسم للذهب و لیس بعربی ۱۲ منہ

[6] بفتح میم ثانی کذا فی نوادر الوصول ۱۲ زینة

[7] مصمتہ لغت میں بے جوف چیز کو کہتے ہیں پس لامحالہ وہ ثقیل ہوگی۔ اور یہ حروف بہ نسبت مذلقہ کے ثقیل ہیں۔ کمافی نوادر الوصول اور باعتبار مضادت مذلقہ یہ قول مناسب ہے ۱۲ زینة

(۱۱) صفیر: اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو صفیر یہ کہتے ہیں۔ اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ اُن کے ادا کے وقت ایک آواز تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے اور ایسے حروف تین ہیں۔ ص۔ ز۔ س۔

(۱۲) قلقلہ:[1] اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروف قلقلہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ حالت سکون میں ادا کے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے، اور ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ قُطْبُ[2] جَدٍّ[3] ہے۔

(۱۳) لین:[4] جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروف لین کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کو مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے۔ اور ایسے حروف دو ہیں واؤ ساکن، اور یائے ساکن جبکہ ان سے پہلے والے حرف پر فتحہ یعنی زبر ہو جیسے خَوْفٌ صَيْفٌ۔

(۱۴) انحراف: جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو منحرفہ کہتے ہیں۔ اور وہ دو حرف ہیں۔ لام اور راء۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت لام میں تو زبان کے کنارہ کی طرف اور راء میں کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ لام کے موقع کی طرف میلان پایا جائے۔ (درۃ الفرید)

(۱۵) تکریر: یہ صفت صرف راء میں پائی جاتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ چونکہ اس کے ادا کرنے کے وقت زبان میں ایک رعشہ یعنی لرزہ ہوتا ہے، اس لیے اس وقت آواز میں تکرار کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ اور یہ مطلب نہیں اس میں تکرار ظاہر کیا جائے۔ بلکہ اس سے بچنا چاہیے اگرچہ اس پر تشدید بھی ہو، کیونکہ وہ پھر بھی ایک ہی حرف ہے، کئی حرف تو

---

[1] در لغت عبارت ست از جنبش و حرکت کذا فی نوادر الوصول ۱۲ زینۃ

[2] مجموعہ ان کا اس شعر میں ہے ؎

باء و جیم و طاء و دال و قاف کو ❁ جب ہوں ساکن قلقلہ کر کے پڑھو ۱۲ منہ

[3] یعنی مدار بزرگی ۱۲ منہ

[4] بالکسر نرمی ضد خشونت ۱۲ زینۃ

نہیں ہیں۔ (درۃ الفرید ملخصا)۔

(۱۶) تفشی:[1] یہ صفت صرف شین کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔ (درۃ الفرید)

(۱۷) استطالت:[2] یہ صفت صرف ضاد کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں شروع مخرج سے آخر تک یعنی حافہ زبان کے شروع سے حافہ زبان کے آخر تک آواز کو امتداد رہتا ہے۔ یعنی اس کا مخرج جتنا طویل ہے کہ پورے مخرج میں آواز جاری رہنے سے آواز بھی طویل ہو جاتی ہے۔ (جہد المقل)

(فائدہ ۱) اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ سات صفات جو اخیر کی ہیں جن حروف میں یہ صفات نہ ہوں، ان میں ان کی ضد ضرور ہوگی۔ مثلاً ض میں استطالت ہے تو باقی سب حروف میں عدم استطالت ہوگی تو یہ دونوں ضد مل کر بھی سب کو شامل ہوگئیں۔ پھر صفاتِ متضادہ وغیر متضادہ میں کیا فرق رہا؟

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے مگر صفاتِ متضادہ میں ہر صفت کی ضد کا کچھ نہ کچھ نام بھی تھا۔ اور ان دونوں ناموں میں سے ہر حرف پر کوئی نہ کوئی نام صادق آتا تھا۔ اور چونکہ یہاں ضد کا نام نہیں، اس لیے اس ضد کے صادق آنے کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ دونوں صفات میں یہ فرق ہوا۔

(فائدہ ۲) محض مخارج و صفاتِ حروف کو دیکھ کر اپنے ادا کے صحیح ہونے کا یقین نہ کر بیٹھے۔ اس میں ماہر مشاق استاد کی ضرورت ہے۔ البتہ جب تک ایسا استاد میسر نہ ہو تو بالکل کورا ہونے سے کتابوں ہی سے کام چلانا غنیمت ہے۔

(فائدہ ۳) اس لمعہ کے شروع میں صفتِ لازمہ ذاتیہ کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے۔ یہ حرف نہ رہنا کئی طرح ہے۔ ایک یہ کہ دوسرا حرف ہو جائے، دوسرے یہ کہ رہے تو وہی مگر اس میں کچھ کمی اور نقصان آ جائے۔ تیسرے یہ کہ وہ کوئی عربی حرف نہ رہے بلکہ کوئی حرفِ مخترع ہو جائے۔ اور یہی حال ہے صحیح مخارج

---

[1] ھو لغۃ الانتشار کذا فی شرح الجزریہ ۱۲ منہ

[2] در از شدن کمافی م ۱۲ منہ

سے نہ نکالنے کا کہ کبھی دوسرا حرف ہو جاتا ہے، کبھی اس حرف میں کچھ کمی ہو جاتی ہے، کبھی بالکل ہی حرفِ مخترع بن جاتا ہے۔ چونکہ ایسی غلطی سے بعض دفعہ نماز جاتی رہتی ہے اس لیے اگر ایسی غلطی ہو جائے تو خاص اس موقع سے اطلاع دے کر کسی معتبر عالم سے مسئلہ پوچھ لینا ضروری ہے۔ اسی طرح زبر زیر یا گھٹاؤ بڑھاؤ کی غلطیوں کا یہی حکم ہے جس کی مثالیں دوسرے لمعہ میں مذکور ہیں، ان کو بھی کسی عالم سے پوچھ لیا کریں۔

(فائدہ ۴) حروف کے مخارج اور صفات لازمہ میں کوتاہی ہونے سے جو غلطیاں ہوتی ہیں، فن تجوید کا اصلی مقصد ان ہی غلطیوں سے بچنا ہے۔ اسی واسطے مخارج اور صفات کا بیان سب قاعدوں سے مقدم کیا گیا ہے۔ اب آگے جو صفات محسنہ کے متعلق قاعدے آئیں گے وہ اس مقصود مذکور سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ لیکن اب عام طور سے ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت اس اصلی مقصود سے زیادہ کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قاعدوں سے نغمہ خوشنما ہو جاتا ہے، اور لوگ نغمہ ہی کا زیادہ خیال کرتے ہیں، اور مخارج وصفات لازمہ کو نغمہ میں کوئی دخل نہیں، اس لیے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔

(فائدہ ۵): جس طرح یہ بے پروائی کی بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے اسی طرح یہ بھی زیادتی ہے کہ تھوڑے سے قاعدے یاد کر کے اپنے کو کامل سمجھنے لگے، اور دوسروں کو حقیر، اور ان کی نماز کو فاسد جاننے لگے یا کسی کے پیچھے نماز ہی نہ پڑھے۔ محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گنہگار ہونے کا اور ان کی نماز کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا۔ اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قراءت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے لمعہ میں دیکھ لو۔

چھٹا لمعہ

صفات محسنہ محلیہ کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ یہ صفات سب حرفوں میں نہیں ہوتیں۔ صرف آٹھ حروف ہیں جن میں مختلف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے۔ وہ حروف یہ ہیں: (۱) ل (۲) ر (۳) مہ ساکن ومشدد (۴) ن ساکن ومشدد اور نون ساکن میں تنوین بھی

داخل ہے۔ کیونکہ وہ اگرچہ لکھنے میں نون نہیں ہے مگر پڑھنے میں نون ہے جیسے بٓ پر اگر دو زبر پڑھو تو ایسا ہوگا جیسے بَنْ پڑھو۔ (۵) ا جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے۔ (۶) و ساکن جبکہ اس سے پہلے پیش یا زبر ہو، (۷) ی ساکن جبکہ اس سے پہلے زیر یا زبر ہو۔ (دیکھو لمعہ (۴) مخرج (۱))۔ (۸) ء اور ہمزہ کی حقیقت مخرج اوّل میں بیان کی گئی ہے۔ پھر دیکھ لو۔ اور ان حرفوں میں جو ایسی صفات ہوتی ہیں ان میں بعض صفات تو خود استاد کے پڑھانے ہی سے ادا ہو جاتی ہیں۔ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں مثلاً الف اور واؤ اور یاء اور ہمزہ کا کہیں ثابت رہنا اور کہیں حذف ہو جانا، صرف ان صفات کو بیان کیا جاتا ہے جو پڑھانے سے سمجھ میں نہیں آتیں، خود ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ جیسے پُر پڑھنا اور باریک پڑھنا۔ اور غنہ کرنا یا نہ کرنا اور مد کرنا یا نہ کرنا۔ اب ان آٹھوں حرفوں کے قاعدے الگ الگ مذکور ہوتے ہیں۔

ساتواں لمعہ

لام کے قاعدوں میں

لفظ اللہ کا جو لام ہے اس سے پہلے اگر زبر یا پیش والا حرف ہو تو اس لام کو پر کر کے پڑھیں گے جیسے اَرَادَ اللّٰہُ۔ رَفَعَهُ اللّٰہُ اور اس پر کرنے کو تفخیم کہتے ہیں۔ اور اگر اس سے پہلے زیر والا حرف ہو تو اس لام کو باریک پڑھیں گے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ اور اس باریک پڑھنے کو ترقیق کہتے ہیں۔ اور لفظ اللہ کے سوا جتنے لام ہیں سب باریک پڑھے جائیں گے جیسے مَاوَلّٰهُمْ اور كُلَّهٗ۔

(تنبیہ): اَللّٰھُمَّ میں بھی یہی قاعدہ ہے جو اللّٰہُ میں ہے کیونکہ اس کے اوّل میں بھی لفظ اَللّٰہُ ہے۔

آٹھواں لمعہ

راء کے قاعدوں میں

(قاعدہ ۱): اگر راء پر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو تفخیم سے یعنی پُر پڑھیں گے، جیسے

رَبَّكَ رُبَمَا۔ اگر راء پر زیر ہو تو اس کو ترقیق سے یعنی باریک پڑھیں گے، جیسے رِجَالٌ۔
(تنبیہ): راء مشدد بھی ایک راء ہے، پس خود اس کی حرکت کا اعتبار کر کے اس کو پُر یا باریک پڑھیں گے۔ جیسے سِرًّا کی راء کو پُر پڑھیں گے۔ اور دُرِّیٌّ کی راء کو باریک، اور اس کو اگلے قاعدہ (۲) میں داخل نہ کہیں گے، جیسے بعضے ناواقف اس کو دو راء سمجھتے ہیں، پہلی ساکن اور دوسری متحرک، یہ غلطی ہے۔
(قاعدہ۲): اور اگر راء[1] ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کو دیکھو کہ اس پر کیا حرکت ہے۔ اگر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو پُر پڑھیں گے، جیسے بَرْقٌ، يُرْزَقُوْنَ۔ اور اگر زیر ہے تو اس راء کو باریک پڑھیں گے جیسے اَنْذِرْهُمْ لیکن ایسی راء کے باریک ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اصلی ہو عارضی نہ ہو کیونکہ اگر عارضی ہوگا تو پھر یہ راء باریک نہ ہوگی جیسے اِرْجِعُوْا۔ دیکھو راء ساکن بھی ہے اور اس سے پہلے حرف یعنی ہمزہ پر زیر بھی ہے۔ مگر چونکہ یہ زیر عارضی[2] ہے اس لیے اس راء کو پر پڑھیں[3] گے لیکن بدون عربی پڑھے ہوئے اس کی پہچان نہیں ہو سکتی کہ کسرہ یعنی زیر اصلی کہاں ہے اور عارضی کہاں ہے، جہاں جہاں شبہ ہو کسی عربی پڑھے ہوئے سے پوچھ کر اس قاعدے پر عمل کرے۔ دوسری شرط[4] یہ ہے کہ یہ کسرہ اور یہ راء دونوں ایک کلمہ میں ہوں، اگر دو کلمے میں ہوں گے تو بھی راء باریک نہ ہوگی جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ، اَمِ[5] ارْتَابُوْا (درۃ الفرید)

---

[1] خواہ راء کا سکون اصلی ہو یا عارضی جیسے دُسُر پر وقف کریں تو راء کا سکون عارضی ہوگا اور راء پر پڑھی جائے گی کیونکہ اس کے ماقبل ضمہ ہے ۱۲ قاری سید محمد یامین

[2] لدفع تعذر الابتداء بالسکون ۱۲ منه

[3] لان الاصل فی الراء التفخیم کما ان الاصل فی اللام الترقیق [والدلیل علیه تادیه اهل اللسان لهذه الحروف کذلک قاله المؤلف العلام] ۱۲ زینت

[4] و بعضهم عبرعن هذا الشرط بان تکون الکسرة متصلة بالراء وبعضهم کجهد المقل بان تکون الکسرة متصلة بالراء فی کلمة واحدة و بعضهم اکتفی بکون الکسرة غیر عارضة والکل عبارات عن المعنون ۱۲ منه

[5] و کسرة المیم عارض ایضاً لاجتماع الساکنین فتفخم هذه الراء لفقد الشرطین هذا والاول ۱۲

اور اس شرط کا پہچاننا بہ نسبت پہلی شرط کے آسان ہے کیونکہ کلموں کا ایک یا دو ہونا اکثر ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے، تیسری شرط یہ ہے کہ اس راء کے بعد اسی کلمہ میں حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف نہ ہو، اگر ایسا ہوگا تو پھر راء کو پُر پڑھیں گے، اور ایسے حرف سات ہیں جن کا بیان پانچویں لمعہ کی صفت (۵) میں آچکا ہے، جیسے قِرْطَاسٍ - اِرْصَادًا - فِرْقَةٍ - لَبِالْمِرْصَادِ - ان سب میں راء کو پُر پڑھیں گے اور تمام قرآن میں اس قاعدے کے یہی چار لفظ پائے جاتے ہیں، اور ویسے بھی اس کا پہچاننا آسان ہے۔

(تنبیہ ۱): تیسری شرط کے موافق لفظ کُلُّ فِرْقٍ کی راء میں بھی تفخیم ہوگی لیکن چونکہ قاف پر بھی زیر ہے[۱] اس لیے بعضے قاریوں کے نزدیک اس میں ترقیق ہے، اور دونوں امر جائز ہیں۔

(تنبیہ ۲): تیسری شرط میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر ایسی راء کے بعد اسی کلمہ میں حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہوگا تو اس کو پُر پڑھیں گے تو اسی کلمہ کی قید اس لیے لگائی کہ دوسرے کلمہ میں حروفِ مستعلیہ کے ہونے کا اعتبار نہ کریں گے، جیسے اَنْذِرْ قَوْمَكَ - فَاصْبِرْ صَبْرًا اس میں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

(قاعدہ ۳): اور اگر راء ساکن سے پہلے والے حرف پر حرکت نہ ہو وہ بھی ساکن ہو (اور ایسا حالتِ[۲] وقف میں ہوتا ہے، جیسا ابھی مثالوں میں دیکھو گے) تو پھر اس حرف سے پہلے والے حرف کو دیکھو، اگر اس پر زبر یا پیش ہو تو راء کو پُر پڑھو جیسے لَيْلَةُ الْقَدْرِ ط بِكُمُ الْعُسْرَ ط کہ ان میں راء بھی ساکن اور دال اور سین بھی ساکن اور قاف پر زبر اور عین پر پیش ہے۔ اس لیے ان دونوں کلموں کی راء کو پُر پڑھیں گے۔ اور اگر اس پر زیر ہے تو راء کو باریک پڑھو جیسے ذِي الذِّكْرِ ط کہ راء بھی ساکن اور کاف بھی ساکن اور ذال پر زیر ہے۔ اس لیے اس راء کو باریک پڑھیں گے۔

---

[۱] اور اس وجہ سے راء دو کسروں کے درمیان ہو کر ضعیف ہوگی۔ پس ترقیق جاری رکھی گئی کمافی شرح الجزریہ ۱۲ منہ

[۲] جبکہ وقف بالاسکان یا بالاشمام ہو ۱۲ قاری سید محمد یامین عفی عنہ

(تنبیہ ۱): لیکن اس راء ساکن سے پہلے جو حرف ساکن ہے اگر یہ حرف ساکن ی ہو تو پھر ی سے پہلے والے حرف کو مت دیکھو۔ بس راء کو ہر حال میں باریک پڑھو خواہ ی سے پہلے کچھ ہی حرکت ہو، جیسے خَیْرٌ ط قَدِیْرٌ ط کہ ان دونوں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

(تنبیہ ۲): اس قاعدہ (۲) کے موافق لفظ مِصْرَ اور عَیْنَ الْقِطْرِ پر جب وقف کیا جائے تو راء کو باریک ہونا چاہیے مگر قاریوں[۱] نے ان دونوں لفظوں کی راء کو باریک اور پُر دونوں طرح پڑھا ہے اور اسی لیے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ خود راء پر جو حرکت ہو اس کا اعتبار کیا جائے پس مصْرَ میں تفخیم اولیٰ ہے کہ راء پر زبر ہے اور الْقِطْرِ میں ترقیق اولیٰ ہے کہ راء پر زیر ہے۔

(تنبیہ ۳): اس قاعدہ (۳) کی بنا پر سورۂ والفجر میں اِذَا یَسْرِ ط پر جب وقف ہو تو اس کی راء مفخم ہو. چاہیے۔ لیکن بعضے قاریوں نے اس کے باریک[۲] پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے۔ مگر یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے اس راء کو قاعدہ مذکورہ کے موافق پُر ہی پڑھنا چاہیے۔[۳]

(قاعدہ ۴): راء کے بعد ایک جگہ قرآن مجید میں امالہ ہے تو راء کی اس حرکت کو زیر سمجھ کر راء کو باریک پڑھیں اور وہ جگہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا[۴] اس راء کو ایسا پڑھیں گے، جیسا لفظ قطرے کی راء کو پڑھتے ہیں۔ امالہ اسی کو کہتے ہیں جس کو فارسی والے یائے[۵] مجہول کہتے ہیں۔ پس مَجْرٖىهَا کی راء کو باریک پڑھیں[۶] گے۔

---

[۱] بطریق جزریؒ ۱۲ ابن ضیاء غفی عنہ۔

[۲] لان اصلہ یسری فرققوا الراء لیدل علی الیاء المحذوفۃ ۱۲ منہ

[۳] کیونکہ قراء محققین مثل علامہ جزری وشاطبی اور شارح مقدمۃ الجزریہ و الشاطبیہ و جہد المقل وغیرہ سے اس کی ترقیق ثابت نہیں ہے۔ بلکہ غیث النفع میں اس کے پُر ہی پڑھے جانے کی تصریح ہے۔ حیث قال ومن و... بعیر یاء فخم الراء الخ اور یہی قاعدہ علامہ شاطبی وغیرہ کے موافق ہے ۱۲ محمد یامین عفی عنہ

[۴] ھو فی الاصل مجراھا بالالف فامیلت ۱۲ منہ

[۵] دراصل یائے مجہول ہوتی نہیں اس لیے کہ یائے مجہول ہونے کے لیے کلمے میں یاء مدہ ہونا شرط ہے۔ اور کلمہ مجرٖیھا میں الف ہے اس کو یاء کی طرف مائل کیا جاتا ہے ۱۲ ابن ضیاء غفی عنہ۔

[۶] ولا ینظر الی انہ فی الاصل الف والراء مفتوحہ وحکم ھذہ الراء التفخیم ۱۲ منہ

(قاعدہ ۵): جو راء وقف کے سبب ساکن ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس میں قاعدہ (۲) و (۳) کے موافق اس سے پہلے والے حرف کو اور کبھی اس سے پہلے والے حرف کو دیکھ کر اس راء کو باریک یا پُر پڑھنا چاہیے تو اس میں اتنی بات اور سمجھو کہ یہ پہلے والے حرفوں کو دیکھنا اس وقت ہے جبکہ وقف میں اس راء کو بالکل ساکن پڑھا جائے۔ جیسا اکثر وقف کرنے کا عام طریقہ یہی ہے۔ لیکن وقف کا ایک اور طریقہ بھی ہے جس میں وہ حرف جس پر وقف کیا ہے بالکل ساکن نہیں کیا جاتا بلکہ اس پر جو حرکت ہو اس کو بھی بہت خفیف سا ادا کیا جاتا ہے اور اس کو رَوم کہتے ہیں۔ اور یہ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے۔ اس کا مفصل بیان لمعہ تیرہ (۱۳) میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ سو یہاں یہ بتلانا منظور ہے کہ ایسی راء پر روم کے ساتھ وقف کیا جائے تو پھر پہلے والے حرف کو نہ دیکھیں گے، بلکہ خود اس راء پر جو حرکت ہوگی اس کے موافق پُر یا باریک پڑھیں گے، جیسے وَالْفَجْرِ پر اگر اس طرح سے وقف کریں تو راء کو باریک پڑھیں۔ اور مُنْتَصِرٌ پر اگر اس طرح وقف کریں تو راء کو پُر پڑھیں۔[1]

نواں لمعہ

میم ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں

(قاعدہ ۱): میم اگر مشدد ہو اس میں غنہ ضروری ہے، اور غنہ کہتے ہیں ناک میں آواز لے جانے کو جیسے لَمَّا اور اس حالت میں اس کو حرفِ غنہ کہتے ہیں۔

(فائدہ): غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔ اور الف کی مقدار دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھلی ہوئی انگلی کو بند کرلے، یا بند انگلی کو کھول لے، اور یہ محض ایک اندازہ ہے۔ باقی اصل دارومدار استادِ مشاق سے سننے پر ہے۔

(قاعدہ ۲): میم اگر ساکن ہو تو اس کے بعد دیکھنا چاہیے کیا حرف ہے۔ اگر اس کے بعد بھی میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میمیں ایک ہو جائیں گی، اور مثل ایک میم مشدد

---

[1] کیونکہ راءِ موقوفہ میں جب روم کیا جائے گا تو اس کی حرکت میں اتنا ضعف ہوگا کہ صرف قریب والا سنے گا۔ لہٰذا جیسی حرکت ظاہر ہوگی ویسی ہی راء پڑھی جائے گی ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ

کے اس میں غنہ ہوگا (حقیقۃ التجوید)۔ جیسے اِلَیۡکُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ؕ اور اس کو ادغامِ صغیر مثلین کہتے ہیں، اور اگر میم ساکن کے بعد باء ہے تو وہاں غنہ کے ساتھ اخفاء ہوگا۔ اور اس اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ اس میم کو ادا کرنے کے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصہ کو بہت نرمی کے ساتھ ملا کر غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جائے، اور پھر اس کے بعد ہونٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی دونوں ہونٹوں کے تری کے حصہ کو سختی کے ساتھ ملا کر باء کو ادا کیا جائے (جہد المقل) جیسے مَنۡ یَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰہِ، اور اس کو اخفاء شفوی کہتے ہیں۔ اور اگر میم ساکن کے بعد میم اور باء کے سوا اور کوئی حرف ہو تو وہاں میم کا اظہار ہوگا۔ یعنی اپنے مخرج سے بلا غنہ ظاہر کی جائے گی، جیسے اَنۡعَمۡتَ اور اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں۔

(تنبیہ): بعض حفاظ اس اخفاء و اظہار میں باء اور واؤ اور فا کا ایک ہی قاعدہ سمجھتے ہیں۔ اور اس قاعدہ کا نام بوف کا قاعدہ رکھا ہے۔ یعنی بعض تو تینوں میں اخفاء کرتے ہیں۔ اور بعض تینوں میں اظہار کرتے ہیں۔ اور بعض ان حرفوں کے پاس میم ساکن کو ایک گونہ حرکت دیتے ہیں، جیسے عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ یَمُدُّہُمۡ فِیۡ۔ یہ سب خلاف قاعدہ ہے، پہلا اور تیسرا قول تو بالکل ہی غلط ہے، اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ (درۃ الفرید)

دسواں لمعہ

نون ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں

چھٹے لمعہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے۔ وہاں پھر دیکھ لو مگر ان قاعدوں میں نون ساکن کے ساتھ تنوین کا نام بھی آسانی کے لیے دیا جائے گا۔

(قاعدہ ۱): نون اگر مشدد ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے، اور مثل میم مشدد کے اس کو بھی اس حالت میں حرف غنہ کہیں گے۔ نویں لمعہ کا پہلا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

(قاعدہ ۲): نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف حلقی میں سے کوئی حرف آئے تو وہاں نون کا اظہار کریں گے یعنی ناک میں آواز نہ لے جائیں گے۔ اور غنہ بھی نہ کریں

گے جیسے اَنْعَمْتَ، سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ وغیرہ، اور اس اظہار کو اظہار حلقی کہتے ہیں۔ حروف حلقیہ چھ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں ؎

حرف حلقی چھ سمجھ اے نورِ عین ❁ ہمزہ ہاء و حاء و خاء و عین و غین

چوتھے لمعہ میں مخرج (۱)، (۲)، (۳) کو پھر دیکھ لو۔ اور اظہار کا مطلب نویں لمعہ کے دوسرے قاعدہ میں پھر دیکھ لو۔

(قاعدہ۳): نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آئے، جن کا مجموعہ یَرْمَلُوْنَ[1] ہے، تو وہاں ادغام ہوگا۔ یعنی نون اس کے بعد والے حرف سے بدل کر دونوں ایک ہو جائیں گے جیسے مِنْ لَّدُنْهُ، دیکھو نون کو لام بنا کر دونوں لام کو ایک کر دیا۔ چنانچہ پڑھنے میں صرف لام آتا ہے، اگرچہ لکھنے میں نون بھی باقی ہے۔ مگر ان چھ حرفوں میں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے چار حرفوں میں تو غنہ بھی رہتا ہے۔ اور یہ غنہ مثل نون مشدد کے بڑھا کر پڑھا جاتا ہے، ان چاروں کا مجموعہ ہے یَنْمُوْ[2] ہے جیسے مَنْ یُّؤْمِنُ - بَرْقٌ یَّجْعَلُوْنَ وغیرذٰلک اور اس کو ادغام مع الغنہ کہتے ہیں۔ اور دو جو رہ گئے یعنی ر۔ل۔ ان میں غنہ نہیں ہوتا جیسے مِنْ لَّدُنْهُ مثال اوپر گزری ہے۔ اس میں ناک میں ذرا بھی آواز نہیں جاتی، خالص لام کی طرح پڑھتے ہیں۔ اور اس کو ادغام بلاغنہ کہتے ہیں۔ اور نویں لمعہ کے قاعدہ (۱)، (۲) میں غنہ و ادغام کے معنی پھر دیکھ لو۔ مگر اس ادغام کی ایک شرط یہ ہے کہ یہ نون اور یہ حروف ایک کلمہ میں نہ ہوں ورنہ ادغام نہ کریں گے بلکہ اظہار کریں گے۔ جیسے قِنْوَانٌ. صِنْوَانٌ. بُنْيَانٌ. دُنْيَا۔ اور تمام قرآن میں اس قاعدہ کے یہی چار لفظ پائے گئے ہیں اور ان میں جو اظہار ہوتا ہے اس کو اظہار مطلق کہتے ہیں۔

(قاعدہ۴): نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف باء آئے تو اس نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر غنہ اور اخفاء کے ساتھ پڑھیں گے جیسے مِنْ بَعْدِ. سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ط اور بعضے قرآنوں میں آسانی کے لیے ایسے نون و تنوین کے بعد ننھی سی میم بھی لکھ دیتے ہیں اس طرح مِنۢ بَعْدِ۔ اور اس بدلنے کو اقلاب اور قلب کہتے ہیں۔ اور اس میم کے اخفاء کا

---

[1] ترجمہ اش این ست خرامش می کنند آں چند مرداں ۱۲ منہ

[2] ترجمہ اش این است نموی یابد آں یک مرد ۱۲ منہ۔

مطلب اور ادا کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو کہ اخفاء شفوی کا تھا۔ نویں لمعہ کا دوسرا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

(قاعدہ ۵): نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان تیرہ حرفوں کے سوا جن کا ذکر قاعدہ نمبر (۲)، (۳)، (۴) میں ہو چکا ہے اور کوئی حرف آئے تو وہاں نون اور تنوین کو اخفا اور غنہ کے ساتھ پڑھیں گے، اور وہ پندرہ (۱۵) حروف یہ[۱] ہیں۔ ت- ث - ج- د- ذ- ز- س- ش- ص- ض- ط- ظ- ف- ق- ك- اور الف کو اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہ نون ساکن کے بعد نہیں آ سکتا (درۃ الفرید) اور اس اخفاء[۲] کا مطلب یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو اس کے مخرج اصلی (کنارۂ زبان اور تالو) سے علیحدہ رکھ کر اس کی آواز کو خیشوم میں چھپا کر اس طرح پڑھیں کہ نہ ادغام ہو نہ اظہار بلکہ دونوں کی درمیانی حالت ہو۔ یعنی نہ تو اظہار کی طرح اس کے ادا میں زبان کا سرا تالو سے لگے، اور نہ ادغام کی طرح بعد والے حرف کے مخرج سے نکلے بلکہ بدون دخل زبان کے اور بدون تشدید کے صرف خیشوم سے غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر ادا کیا جائے۔[۳]

---

[۱] حروف اخفاء ان اشعار میں جمع ہیں ان کو یاد کر لو ؎

پندرہ حرفوں میں تم اخفاء کرو ❁ مجھ سے سن لو ان کی تم تفصیل کو
تاؤ ثاؤ جیم و دال و ذال و زاء ❁ سین و شین و صاد و ضاد و طاء و ظاء
فاؤ قاف و کاف ہیں یہ پندرا ❁ اس کو اخفاء حقیقی ہے لکھا
(محمد عبداللہ)

[۲] فی حقیقة التجوید فالاخفاء حال بین الاظهار والادغام لا تشدید فیه لانه لیس فیه ادغام کلی ولا جزئی وانما هوان لا تظهر النون الساکنه عند هذه الحروف والفرق بین المخفی والمدغم ان المخفی مخفف فی الرسم والتلفظ ومخرجه من الخیشوم ومخرج المدغم من المدغم فیه الی اٰخر ما قال ص ۲۲۰. منه. قوله کلی ولا جزئی اه یعنی لیس فیه الادغام التام والناقص ۱۲ محمد یامین

[۳] پس جو لوگ نون مخفی کے ادا کرنے میں زبان کی نوک کو تالو سے لگاتے ہیں ان سے اخفاء ادا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اخفاء کی جگہ اظہار کو اس کی مقدار معینہ سے بڑھا ہوا ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ اس کے بعد والے حرف کے مخرج سے نکالتے ہیں ان سے بھی اخفاء ادا نہیں ہوتا بلکہ وہ اخفاء کی جگہ ادغام مع الغنہ یعنی ادغام ناقص کرتے ہیں۔ فافہم وتامل ۱۲ محمد یامین غفرلہ

اور جب تک اخفاء کی مشق کسی ماہر استاد سے میسر نہ ہو اس وقت تک صرف غنہ ہی کے ساتھ پڑھتا رہے کہ دونوں سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہی ہیں۔ اَنْذَرْتَهُمْ قَوْمًا۔ ظَلَمُوْا وغیرہ۔ مگر پھر بھی آسانی کے لئے اس اخفاء کی ایک دو مثالیں اپنی بول چال کے لفظوں میں بتلائے دیتا ہوں کہ کچھ تو سمجھ میں آجائے۔ وہ مثالیں یہ ہیں۔ کنواں، کنول، منہ، اونٹ، بانس، سینگ، دیکھو ان لفظوں میں نون نہ تو اپنے مخرج سے نکلا اور نہ بعد والے حرف میں ادغام ہوگیا۔ اس نون کے اخفاء کو اخفاء حقیقی کہتے ہیں۔ اور نون کے اظہار کو جس کا بیان قاعدہ (۲) میں ہوا ہے اظہار حلقی کہتے ہیں۔ اور جس کا بیان قاعدہ (۳) میں ہوا ہے اظہار مطلق کہتے ہیں۔ جس طرح میم کے اخفاء و اظہار کو شفوی کہتے تھے جس کا بیان نویں لمعہ قاعدہ (۲) میں گزرا ہے۔

گیارہواں لمعہ

الف اور واؤ اور یاء کے قاعدوں میں

جبکہ یہ ساکن ہوں اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر ہو اور واؤ ساکن سے پہلے پیش ہو اور یاء ساکن سے پہلے زیر ہو۔ اور اس حالت میں ان کا نام مدّہ ہے، دیکھو لمعہ (۴) مخرج (۱) اور کھڑا زبر اور کھڑی زیر اور الٹا پیش بھی حروف مدّہ میں داخل ہیں۔ کیونکہ کھڑا زبر الف مدّہ کی آواز دیتا ہے اور کھڑی زیر یائے مدّہ کی اور الٹا پیش واؤ مدّہ کی۔ اب ان قواعد کے بیان میں ہم فقط لفظ مدّہ لکھیں گے۔ ہر جگہ اتنے لمبے نام کون لکھے۔

(قاعدہ ۱): اگر حروف مدّہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حروف مدّہ اور ہمزہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں تو وہاں اس مدّہ کو بڑھا کر پڑھیں گے اور اس بڑھا کر پڑھنے کو مدّ کہتے ہیں جیسے سَوَآءٌ۔ سُوْٓءٌ۔ سِیْٓـَٔتْ۔ اس کا نام متصل ہے۔ اور اس کو مدّ واجب[۱] بھی کہتے ہیں۔ اور مقدار اس کی تین الف یا چار الف ہے۔ اور الف کے اندازہ کرنے کا طریقہ نویں لمعہ کے قاعدہ (۱) کے فائدہ میں لکھا گیا ہے۔ پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آگے پیچھے بند کر لینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جائے گا۔ مگر یہ مقدار اس مقدار کے علاوہ

[۱] تسمی بالواجب لان کل الائمۃ یوجبہ ۱۲ محمد یامین عفی عنہ

ہے جو حروفِ مدّہ کی اصلی مقدار ہے۔ مثلاً جَآءَ میں اگر مد نہ ہوتا تو آخر الف کی بھی تو کچھ مقدار ہے[1] سو اس مقدار کے علاوہ مد کرنے کی مقدار[2] ہوگی۔

(قاعدہ ۲): اگر حروف مدّہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرف مدّہ اور وہ ہمزہ ایک کلمہ میں نہ ہوں، بلکہ ایک کلمہ کے اخیر میں تو حرفِ مدّہ ہو اور دوسرے کلمہ کے شروع میں ہمزہ ہو، وہاں بھی اس مدّہ کو بڑھا کر یعنی مد کے ساتھ پڑھیں گے، جیسے اِنَّآ اَعْطَيْنَا. اَلَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ. قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ مگر یہ مد اس وقت ہوگا جب دونوں کلموں کو ملا کر پڑھیں۔ اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پر وقف کر دیا تو پھر یہ مد نہیں پڑھیں گے۔ اس مد کو مدِ منفصل[3] اور مد جائز[4] بھی کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین یا چار الف[5] ہے۔ جیسے متصل کی تھی۔ ان دونوں کی الگ الگ کسی کو پہچان نہ ہو تو فکر نہ کریں، کیونکہ دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں۔

(قاعدہ ۳): اگر ایک کلمہ میں حرف مدّہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سے سکون نہ ہوا ہو جیسے آلْئٰنَ اس میں اول حرف ہمزہ ہے۔ دوسرا حرف الف ہے اور وہ مدّہ ہے اور تیسرا حرف لام ساکن ہے، اور اس کا ساکن ہونا ظاہر ہے کہ وقف کے سبب سے نہیں ہے۔ چنانچہ اس پر وقف نہ کریں تب بھی ساکن ہی پڑھیں گے تو ایسے مدہ پر بھی مد ہوتا ہے۔ اور اس کا نام مدّ لازم ہے۔ اور اس کی مقدار تین الف ہے۔ اور ایسے مد کو کلمی مخفف کہتے ہیں۔

(قاعدہ ۴): اگر ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد کوئی حرف مشدد ہو جیسے ضَآلِّیْنَ اس میں الف تو مدہ ہے اور اس کے بعد لام پر تشدید ہے۔ اس مدہ پر بھی مد ہوتا ہے، اور اس کا نام بھی مد لازم ہے اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے۔ اور ایسے مد کو کلمی مثقل کہتے ہیں۔

---

[1] ایک زبر کو دگنا کرنے سے الف ہو جاتا ہے۔ جیسے قَتَل سے قاتل پس الف کی مقدار ایک زبر کی دگنی ہے ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ

[2] مثلاً چار الف والی مقدار میں ایک الف اصلی اور تین فرعی ہیں ۱۲ ابن ضیاء

[3] مدِ منفصل کی پہچان یہ ہے کہ حرف مد کے بعد ہمزہ ہر جگہ الف کی صورت میں مرسوم ہوگا۔ بجز ھٰؤلاء کے ۱۲ ابن ضیاء

[4] تسمی بالجائز لان بعض الائمۃ لا یوجبہ ۱۲

[5] یہ مقدار توسط کی ہے متصل اور منفصل میں نہ طول ہے نہ قصر ۱۲ ابن ضیاء

(قاعدہ ۵): بعض سورتوں کے اول میں جو بعض حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں جیسے سورۂ بقرہ کے شروع میں الٓمٓ. (الف لام میم)۔ ان کو حروف مقطعہ کہتے ہیں۔ ان میں ایک تو خود الف ہے۔ اس کے متعلق تو یہاں کوئی قاعدہ نہیں۔ اور اس کے سوا جو اور حروف رہ گئے تو وہ دو طرح کے ہیں، ایک تو وہ جن میں تین حرف ہیں جیسے لام۔ میم۔ قاف۔ نون۔ اور ایک وہ جن میں دو حرف ہیں جیسے طا۔ ہا۔ جن میں دو حرف ہیں ان کے متعلق بھی یہاں کوئی قاعدہ نہیں۔ اور جن میں تین حرف ہیں ان پر مد ہوتا ہے۔ اس کو بھی مد لازم کہتے ہیں۔ اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے۔ اور ایسے مد کو مدِّ حرفی کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے جن حروف مقطعہ کے اخیر حرف پر پڑھنے کے وقت تشدید ہے ان کے مد کو مدحرفی مثقل کہتے ہیں۔ جیسے الٓمّٓ میں لام کو جب میم[1] کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کے اخیر میں تشدید پیدا ہوتی ہے۔ اور جن میں تشدید نہیں ہے ان کے مد کو مدِّ حرفی مخفف کہتے ہیں جیسے الٓمٓ میں میم کے اخیر میں تشدید نہیں ہے۔

(تنبیہ ۱): تین حرفی مقطعات میں جن میں مد پڑھنا بتلایا گیا ہے، اکثر میں تو بیچ کا حرف مدہ ہی ہے جس کے بعد کہیں تو حرف ساکن ہے، جیسے میٓم میں ی مدہ ہے۔ اور اس کے بعد میم ساکن ہے، اور کہیں حرف مشدد ہے جیسے لام میں الف مدہ ہے۔ اور اس کے بعد میم مشدد ہے۔ اور مدہ پر ایسے مواقع میں ہمیشہ مد ہوتا ہی ہے۔ تو ان میں تو مد ہونا عام قاعدہ کے موافق ہے۔ البتہ جن تین حرفی مقطعات میں بیچ کا حرف مدہ نہیں ہے جیسے کھیعص میں ع ہے وہاں مد ہونا اس عام قاعدے کے موافق نہیں ہے۔ اور اسی واسطے اگر مد نہ کریں تب بھی درست ہے، لیکن افضل یہی ہے کہ مد کریں اور اس کو مد لازم لین کہتے ہیں۔

(تنبیہ ۲): جو حروف مقطعات اخیر میں ہیں ان پر مد اس وقت ہے جب اس پر وقف کریں اور اگر مابعد سے ملا کر پڑھیں[2] تو پھر مد کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں، جیسے سورۂ آل

---

[1] ایسے موقع پر قرآن مجید میں سب جگہ لام میم کے ساتھ ہی پڑھا جاتا ہے پس یہ قید واقعی ہے نہ کہ احترازی ۱۲ محمد یامین

[2] جبکہ سکون لازم کے بعد پھر کوئی ساکن حرف آنے سے پہلا حرف ساکن متحرک ہو جائے ورنہ مابعد حرکت ہوتے ہوئے وصل میں بھی مد کرنا ضروری ہے ۱۲ ابن ضیاء ۱۲

عمران میں الٓمّٓ کے میم کو اگر اللّٰہ سے ملا کر پڑھیں تو مد کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔
(قاعدہ ٦): اگر حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سکون ہوگیا ہو (اور یہ ساکن مقابل ہے اس ساکن کا جو قاعدہ (۳) کے شروع میں مذکور ہوا ہے) تو اس مدہ پر مد کرنا جائز ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے لیکن کرنا بہتر ہے جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ پر اور اس کو مد وقفی اور مد عارض بھی کہتے ہیں۔ اور یہ مد تین الف کے برابر ہے اور اس کو طول بھی کہتے ہیں، اور یہ بھی جائز ہے کہ دو الف کے برابر مد کریں، اور اس کو توسط کہتے ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ بالکل مد نہ کریں۔ یعنی ایک ہی الف کے برابر پڑھیں کہ اس سے کم میں حرف ہی نہ رہے گا (آگے تنبیہ سوم دیکھو) اس کو قصر کہتے ہیں، اور اس میں افضل طول ہے پھر توسط پھر قصر۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان تینوں میں سے جو طریقہ اختیار کرو ختم تلاوت تک اسی کے موافق کرتے چلے جاؤ۔ ایسا نہ کرو کہ کہیں طول کہیں قصر کہ یہ بدنما ہے۔ اور یہ مد بھی مد جائز کی ایک قسم ہے۔ اور جہاں خود حرف مدہ پر وقف ہو وہاں یہ مد نہیں ہوتا جیسے بعض لوگ غَفُوْرًا ط شَكُوْرًا ط پر وقف کر کے مد کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔
(تنبیہ ۱): مدِّ عارض جس طرح حرف مدہ پر جائز ہے اسی طرح حروف لین پر بھی جائز ہے۔ یعنی واؤ ساکن جس سے پہلے زبر ہو اور یاء ساکن جس سے پہلے زبر ہو (دیکھو لمعہ (۵) صفت (۱۳) جیسے وَالصَّيْفِ پر یا مِنْ خَوْفٍ پر وقف کریں۔ اور جس طرح مد یعنی طول جائز ہے اسی طرح توسط اور قصر بھی۔ مگر اس میں افضل قصر ہے۔ پھر توسط پھر طول، اور اس مد کو مد عارض لین کہتے ہیں۔
(تنبیہ ۲): حرف لین کے متعلق ایک قاعدہ لمعہ (۱۱) قاعدہ (۵) تنبیہ (۱) میں بھی گزرا ہے دیکھ لو۔ کیونکہ وہاں حروف مقطعہ میں سے جو عینٓ[1] ہے اس کی یاء حرف لین ہے۔
(تنبیہ ۳): یہاں تک جتنی قسمیں مد کی مذکور ہوئیں یہ سب مد فرعی کہلاتی ہیں۔ یعنی چونکہ اصل حرف سے زائد ہیں اور ایک مد اصلی ہے اور اس کو ذاتی اور طبعی بھی کہتے ہیں۔ یعنی

---

[1] مثل حم عسق کا عین اس کو مد لازم لین کہتے ہیں اس میں طول اولی اور قصر ضعیف ہے ۱۲ ابن ضیاء نادری الٰہ آبادی

الف اور واؤ اور یاء کی اتنی مقدار کہ اگر اس سے کم پڑھیں تو وہ حرف ہی نہ رہے، بلکہ زبر یا پیش یا زیر رہ جائے۔ اور اس کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے۔

(قاعدہ ۷): یہ قاعدہ حرف مدہ میں سے صرف الف کے متعلق ہے، وہ یہ کہ الف خود باریک پڑھا جاتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے اگر کوئی حرف پُر ہو یعنی یا تو حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو جن کا بیان لمعہ (۵) صفت (۵) میں گزر چکا ہے یا حرف راء ہو جو کہ مفتوح ہونے سے پُر ہو جائے گی یا پُر لام ہو جیسے لفظ اللّٰہ کا لام ہے جب کہ اس سے پہلے زبر یا پیش ہو، تو ان صورتوں میں الف[1] کو بھی موٹا پڑھیں گے۔

اور جاننا چاہئے کہ ان حرفوں کے پر ہونے میں بھی تفاوت ہے۔ تو ویسا ہی تفاوت اس الف کے پر ہونے میں بھی ہوگا جو ان حرفوں کے بعد آیا ہے۔ سو سب سے زیادہ تو اسم اللّٰہ کا لام ہے۔ اس کے بعد طاء اس کے بعد صاد اور ضاد، ان کے بعد ظاء اس کے بعد قاف، اس کے بعد غین اور خاء، ان کے بعد راء۔ (حقیقۃ التجوید: ص ۲۹)[2]

بارہواں لمعہ

ہمزہ کے قاعدوں میں

اس کے بعض قاعدے تو بغیر عربی پڑھے سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اس لئے صرف دو موقع کے قاعدے لکھ دیتا ہوں کہ سب قرآن پڑھنے والوں کو اس کی ضرورت ہے۔

(قاعدہ ۱): چوبیسویں سپارے کے ختم کے قریب ایک آیت میں یہ آیا ہے ءَاَعْجَمِیٌّ۔ سو اس کا دوسرا ہمزہ ذرا نرم کر کے پڑھو، اس کو تسہیل کہتے ہیں۔

(قاعدہ ۲): سورۂ حجرات کے دوسرے رکوع میں یہ آیا ہے۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ۔ سو اس کو اس طرح پڑھو کہ بئس کے سین پر تو زبر پڑھو اور اس کے بعد کے

---

[1] جاننا چاہئے کہ واؤ مدہ کا بھی یہی حکم ہے جو یہاں پر الف کا بیان کیا گیا ہے عند صاحب جهد المقل اور یہ بھی معمول بہ قراء کا ہے جیسے وَالطُّوْرِ میں واؤ ثانی پُر پڑھی جاتی ہے ۱۲ قاری محمد یامین

[2] وفیها "فاذا وقع بعدها (ای الحروف المفخمة) الف فخم الالف لانه تابع لما قبلها بخلاف اختیها فانه اذا وقع بعدها واو ویا فلا یوثر تفخیمها فیهما" الخ ۱۲

کسی حرف سے نہ ملاؤ پھر لام جو اس کے بعد لکھا ہے اس کو زیر دے کر بعد کے سین سے ملا دو۔ پھر میم کو اگلے لام سے ملا دو۔ خلاصہ یہ ہے کہ الاسم کے لام سے آگے پیچھے جو دو ہمزہ بشکل الف لکھے ہیں ان کو بالکل مت پڑھو۔

تیرہواں لمعہ

وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

اصل فن تجوید تو مخارج اور صفات کی بحث ہے جو بفضلہ تعالیٰ بقدر ضرورت اوپر لکھی گئی۔ باقی اور تین علم اس فن کی تکمیل ہیں۔ علم اوقاف، علم قراءت، علم رسم خط، چنانچہ علم اوقاف کی ایک بحث[1] وقف کرنے کے قواعد ہیں۔

(قاعدہ ۱): جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو اس کو چاہئے کہ انہیں مواقع پر وقف کرے جہاں قرآن میں نشان بنا ہوا ہے۔ بلا ضرورت بیچ میں نہ ٹھہرے، البتہ اگر بیچ میں سانس ٹوٹ جائے تو مجبوری ہے۔ پھر اگر مجبوری سے ایسا ہو تو چاہئے کہ جس کلمہ پر ٹھہر گیا تھا اس سے یا اوپر سے پھر لوٹا کر اور مابعد سے ملا کر پڑھے۔ اور اس کا سمجھنا کہ اسی کلمہ سے پڑھوں یا اوپر سے بغیر معنی سمجھے ہوئے مشکل ہے۔ جب تک معنی سمجھنے کی لیاقت نہ ہو شبہ کے موقع میں کسی عالم سے پوچھ لے۔ اور ایسی مجبوری کے وقف میں ایک اس کا خیال رہے کہ کلمہ کے بیچ میں وقف نہ کرے، بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے۔ اور یہ بھی جان لو کہ وقف کرنا حرکت پر غلط ہے، جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں۔ مثلاً: کسی شخص کا سانس سورۂ بقرہ کے شروع میں بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ کے کاف پر ٹوٹ گیا تو اس وقت کاف کو ساکن کر دینا چاہئے، زبر کے ساتھ وقف نہ کریں۔ اسی طرح بے سانس توڑے وقف نہیں ہوتا۔ جیسا بعض لوگ آیت کے ختم پر ساکن حرف پڑھتے ہیں اور بے سانس توڑے دوسری آیت شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بھی بے قاعدہ ہے، اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی مجبوری میں جس کسی کلمہ پر وقف کرو تو وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اسی کے موافق وقف کرو، اگرچہ وہ دوسری طرح پڑھا جاتا ہو۔ پڑھنے

---

[1] والبحث الآخر اقسام الوقف من الحسن والقبيح والتام وغيرها (جهد المقل) لم اذكره كالباقيين لانه لا يتعلق بالتجويد ۱۲ منه

کے موافق وقف نہ کریں گے۔ مثلاً اَنَا میں جو الف نون کے بعد ہے وہ ویسے تو پڑھنے میں نہیں آتا، لیکن اگر اس کلمہ پر وقف کیا جائے گا تو پھر اس الف کو بھی پڑھیں گے۔ اور پھر جب اس کلمہ کو لوٹائیں گے تو اس وقت چونکہ مابعد سے ملا کر پڑھیں گے، اس لئے یہ الف نہ پڑھا جائے گا۔ ان باتوں کو خوب سمجھ لو اور یاد رکھو، اس میں بڑے بڑے حافظ بھی غلطی کرتے ہیں۔

(تنبیہ): قاعدۂ مذکورہ کے اخیر میں جو لکھا گیا ہے کہ وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے، اس کے موافق ٹھہرو۔ اس قاعدہ سے یہ الفاظ مستثنیٰ ہیں اَوْ یَعْفُوَاْ سورۂ بقرہ کے اکتیسویں رکوع میں اور اَنْ تَبُوْءَاْ سورۂ مائدہ کے پانچویں رکوع میں اور لِيَتْلُوَاْ سورۂ رعد کے چوتھے رکوع میں اور لَنْ نَّدْعُوَاْ سورۂ کہف کے دوسرے رکوع میں اور لِيَرْبُوَاْ سورۂ روم کے چوتھے رکوع میں اور لِيَبْلُوَاْ سورۂ محمد کے اول رکوع میں اور نَبْلُوَاْ سورۂ محمد کے چوتھے رکوع میں اور ثَمُوْدَاْ چار جگہ سورہ ہود سورۂ فرقان اور سورۂ عنکبوت اور سورۂ نجم میں۔ اور دوسرا قَوَارِيْرَاْ سورۂ دہر کے پہلے رکوع میں۔ ان سب الفاظ میں الف کسی حال میں نہیں پڑھا جاتا، نہ وصل میں نہ وقف میں، اور لفظ لٰكِنَّا خاص سورۂ کہف میں اور اَلظُّنُوْنَا اور اَلرَّسُوْلَا اور اَلسَّبِيْلَا یہ تینوں سورۂ احزاب میں اور سَلَاسِلَا اور پہلا قَوَارِيْرَا یہ دونوں سورۂ دہر میں اور لفظ اَنَا جہاں کہیں آئے تمام قرآن میں۔ ان تمام لفظوں میں بحالتِ وصل الف نہیں پڑھا جاتا، لیکن حالتِ وقف میں الف پڑھا جاتا ہے۔ مگر خاص لفظ سَلَاسِلَا کو حالتِ وقف میں بغیر الف پڑھنا بھی مروی ہے یعنی سَلَاسِلَ۔

(قاعدہ ۲): جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات بتلانے کی نہیں اور اگر وہ متحرک[1] ہے تو اس پر وقف کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک تو یہی جو سب جانتے ہیں کہ اس کو ساکن کر دیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پر جو حرکت ہے اس کو بہت خفیف سا ظاہر کیا جائے اس کو رَوم کہا جاتا ہے۔ اور اندازہ اس حرکت کا تہائی حصہ ہے۔ اور یہ زبر میں نہیں ہوتا، صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے، جیسے بسم اللہ کے ختم پر

---

[1] یعنی متحرک بحرکت اصلیہ کیونکہ جہاں حرکت عارضی ہو اس کا یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ عنقریب قاعدہ (۵) میں آتا ہے ۱۲ منہ یٰسین

میم پر بہت ذرا سا زیر پڑھ دیا جائے کہ جس کو بہت پاس والا سن سکے یا نَسْتَعِیْنُ کے نون پر ایسا ہی ذرا سا پیش پڑھ دیا جائے اور رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے نون پر چونکہ زبر ہے یہاں ایسا نہ کریں گے۔ تیسرا طریقہ یہ کہ اس حرکت کا اشارہ صرف ہونٹوں سے کر دیا جائے یعنی پڑھا بالکل نہ جائے، بلکہ اس حرکت کے ظاہر پڑھنے کے وقت ہونٹ جس طرح بن جاتے ہیں، اسی طرح ہونٹوں کو بنایا جائے اور اس حرف کو بالکل ساکن ہی پڑھا جائے۔ یہ اشمام کہلاتا ہے، اور اس کو پاس والا بھی نہیں سن سکتا، کیونکہ اس میں حرکت زبان سے تو ادا ہوئی نہیں البتہ آنکھوں والا پڑھنے والے کے ہونٹ دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ اس نے اشمام کیا ہے۔ اور اشمام صرف پیش میں ہوتا ہے، زبر زیر میں نہیں ہوتا۔ مثلاً نَسْتَعِیْنُ کے نون پر پیش ہے۔ اس پیش کو پڑھا تو بالکل نہیں، نون کو بالکل ساکن پڑھا مگر ہونٹوں کو نون ادا کرنے کے وقت ایسا بنا دیا جیسا پیش پڑھنے کے وقت بن جاتے ہیں یعنی ذرا چونچ سی بنا دی۔

(قاعدہ ۳): جس کلمہ کے آخر میں تنوین ہو وہاں بھی رَوم جائز ہے۔ مگر حرکت ظاہر کرنے کے وقت تنوین کا کوئی حصہ ظاہر نہ کیا جائے گا۔[1]

(قاعدہ ۴): تاء جو کہ ہ کی شکل میں گول لکھی جاتی ہے مگر اس پر نقطے بھی دیئے جاتے ہیں، اگر ایسی تاء پر وقف ہو تو وہاں دو باتوں کا خیال رکھو۔ ایک تو یہ کہ اس کو ہ کے طور پر پڑھو۔ دوسرے یہ کہ وہاں رَوم اور اشمام مت کرو۔[2]

(قاعدہ ۵): رَوم اور اشمام حرکتِ عارضی پر نہیں ہوتا ہے جیسے وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ میں کوئی شخص لَقَدْ پر وقف کرنے لگے تو دال کو ساکن پڑھنا چاہئے اس کے زیر میں رَوم نہ کریں۔ کیونکہ عارضی ہے[3] اور اس کو بھی عربی والے ہی جان سکتے ہیں۔ تم کو جہاں جہاں شبہ ہو کسی عالم سے پوچھ لو۔

(قاعدہ ۶): جس کلمہ پر وقف کرو اگر اس کے اخیر حرف پر تشدید ہو تو رَوم اور اشمام میں تشدید بدستور باقی رہے گی۔[4]

---

[1] تعلیم الوقف: حضرت قاری عبداللہ صاحب مکیؒ

[2] تعلیم الوقف [3] تعلیم الوقف

(قاعدہ ۷): جس کلمہ پر وقف کیا جائے اگر اس کے اخیر حرف پر زبر کی تنوین ہو تو حالت وقف میں اس تنوین کو الف سے بدل دیں گے، جیسے کسی نے فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً پر وقف کیا تو اس طرح پڑھیں گے نِسَآءَا۔

(قاعدہ ۸): جس مد وقفی کا بیان گیارہویں لمعہ کے قاعدہ (۶) میں ہوا ہے، اگر رَوم کے ساتھ وقف کیا جائے تو اس وقت وہ مد نہ ہوگا مثلاً اَلرَّحِيْمُ یا نَسْتَعِيْنُ میں اگر پیش یا زبر کا ذرا سا حصہ ظاہر کر دیں، تو پھر مد نہ کریں گے۔[1]

چودھواں لمعہ

فوائد متفرقہ ضروریہ کے بیان میں

اور گو ان میں سے بعض بعض فوائد اوپر بھی معلوم ہو گئے ہیں مگر چونکہ دوسرے مضامین کے ذیل میں بیان ہوئے تھے، شاید خیال نہ رہے۔ اس لئے ان کو پھر لکھ دیا اور زیادہ تر نئے فائدے ہیں۔

(فائدہ ۱): سورۂ کہف کے پانچویں رکوع میں ہے لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ یعنی لٰكِنَّا میں الف لکھا ہے مگر یہ پڑھا نہیں جاتا البتہ اگر اس پر کوئی وقف کرے تو اس وقت پڑھا جائے گا۔

(فائدہ ۲): سورۂ دہر کے شروع میں سَلَاسِلَا یعنی دوسرے لام کے بعد بھی الف لکھا تو ہے مگر یہ بھی پڑھا نہیں جاتا۔ البتہ وقف کی حالت میں الف کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح درست ہے اور پہلے لام کے بعد جو الف لکھا ہے وہ ہر حال میں پڑھا جاتا ہے۔

(فائدہ ۳): اسی سورۂ دہر میں وسط کے قریب قَوَارِيْرَا قَوَارِيْرَا دو دفعہ ہے۔ اور دونوں کے اخیر میں الف لکھا ہے، سو ان کا قاعدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ تو کسی حال میں الف نہیں پڑھا جاتا خواہ وقف ہو یا نہ ہو۔ لیکن پہلی جگہ اگر وقف کرو تو الف پڑھا جائے گا اور وقف نہ کرو تو الف نہیں پڑھا جائے گا۔ اور زیادہ عادت یہ ہے کہ پہلی جگہ کو وقف کرتے ہیں، دوسری جگہ نہیں کرتے۔ تو اس صورت میں پہلی جگہ الف پڑھو دوسری جگہ مت پڑھو۔

(فائدہ ۴): قرآن میں ایک جگہ امالہ ہے یعنی سورۂ ہود میں جو بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا

---

[1] تعلیم الوقف

ہے اس کا بیان لمعہ (۸) قاعدہ (۴) میں دیکھ لو۔

(فائدہ ۵): سورۂ حٰم سجدہ میں ایک تسہیل ہے ءَ اَعْجَمِیٌّ۔ اس کا بیان بارہویں لمعہ کے قاعدہ (۱) میں گزرا ہے دیکھ لو۔

(فائدہ ۶): سورۂ حجرات میں بِئْسَ الِاسْمُ میں الْاسم کا ہمزہ نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس کے لام کو اس کے سین سے ملا دیتے ہیں۔ اس کا بیان بھی بارہویں لمعہ کے قاعدہ (۲) میں گزرا ہے۔

(فائدہ ۷): لَئِنْ بَسَطْتَّ اور اَحَطْتُّ اور مَافَرَّطْتُّمْ اور مَا فَرَّطْتُّ میں ادغام ناتمام ہوتا ہے۔ یعنی طاء کو تاء کے ساتھ ملا کر مشدد کر کے اس طرح پڑھا جائے کہ طاء اپنی صفت استعلاء واطباق کے ساتھ بدون قلقلہ کے پُر ادا ہو اور تاء باریک ادا ہو۔ اور اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ میں بہتر[1] یہی ہے کہ پورا ادغام کیا جائے۔ یعنی قاف بالکل نہ پڑھا جائے، بلکہ قاف کو کاف سے بدل کر اور دونوں کو ملا کر مشدد کر کے پڑھا جائے۔

(فائدہ ۸): نٓ وَالْقَلَمِ اور یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ میں نون اور سین کے بعد جو واؤ ہے یَرْمَلُوْنَ کے قاعدہ کے موافق جس کا ذکر دسویں لمعہ کے قاعدہ (۳) میں آ چکا ہے اس واؤ میں ادغام ہونا چاہئے، مگر ادغام نہیں کیا جاتا۔[2]

(فائدہ ۹): سورۂ یوسف کے دوسرے رکوع میں ہے لَا تَاْمَنَّا[3] اس میں نون پر اشمام کیا کرو۔

(فائدہ ۱۰): قرآن مجید میں کہیں کہیں سکتہ لکھا ہوا پاؤ گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ذرا ٹھہر جاؤ مگر سانس مت توڑو اور باقی سب قاعدے اس میں وقف کے جاری ہوں گے۔ مثلاً سورۂ قیامہ میں ہے مَنْ سکتہ رَاقٍ تو یرملون کے موافق مَنْ کے نون کا "را" میں ادغام ہو جاتا ہے۔ مگر ادغام نہیں ہوا۔ کیونکہ جب سکتہ کو بجائے وقف کے سمجھا تو گویا نون اور راء میں اتصال نہیں رہا اس لئے ادغام نہیں ہوا۔ اسی طرح سورۂ کہف میں ہے

---

[1] ویجوز الناقص ایضا وھو ان یبقی بعض صفات المدغم ۱۲ منہ [2] عند حفص ۱۲

[3] اختیارہ لانہ سھل علی الاطفال ویجوز الروم ایضا لاتامننا ولا یجوز الادغام المحض ۱۲ منہ (۱) کما لا یجوز الاظھار المحض ۱۲ قاری محمد یامین عفی عنہ

عِوَجًا ط سکتہ قَيِّمًا ط تو اگر عِوَجًا پر وقف نہ کریں اور مابعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفاء نہیں ہوگا، بلکہ زبر کی تنوین کو الف سے بدل کر سکتہ کیا جائے گا۔ اور تمام قرآن شریف میں حفصؔ کی روایت میں کل سکتے چار ہیں۔ ایک سورۂ قیامہ میں دوسرا سورۂ کہف میں جو کہ مذکور ہوئے تیسرا سورۂ یٰس میں مِنْ مَّرْقَدِنَا سکتہ کے الف پر جبکہ مابعد سے ملا کر پڑھا جائے۔ اور چوتھا سورۂ مطففین میں كَلَّا بَلْ سکتہ کے لام ساکن پر۔ بس ان کے سوا سورۂ فاتحہ وغیرہ میں کہیں سکتہ نہیں۔

(فائدہ ۱۱): قرآن میں جہاں پیش آئے اس کو واؤ معروف کی سی بو دے کر پڑھو۔ اور جہاں زیر آئے اس کو یائے معروف کی سی بو دے کر پڑھو۔ ہمارے ملک میں پیش کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ مجہول پیدا ہوتی ہے۔ اور زیر کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دو تو یائے مجہول پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ بات عربی زبان کے خلاف ہے۔ ایسا مت کرو، بلکہ پیش کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ معروف پیدا ہو اور زیر کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو یائے معروف پیدا ہو، اور زیر اور پیش کے اس طرح ادا ہونے کو ماہر استاد سے سن لو، لکھا ہوا دیکھنے سے سمجھ میں شاید نہ آیا ہو۔

(فائدہ ۱۲): جب واؤ مشدد یا یاء مشدد پر وقف ہو تو ذرا سختی سے تشدید کو بڑھانا چاہئے تاکہ تشدید باقی رہے۔ جیسے عَدُوٌّ ط اور عَلَى النَّبِيِّ ط۔

(فائدہ ۱۳): سورۂ یوسف میں ہے لِيَكُونًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ط اور سورۂ اقرأ میں ہے: لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ اگر لِيَكُونًا اور لَنَسْفَعًا پر وقف کرو تو الف[1] سے پڑھو یعنی تنوین مت پڑھو۔

(فائدہ ۱۴): چار لفظ قرآن مجید میں ہیں کہ لکھے تو جاتے ہیں صاد سے اور اس صاد پر چھوٹا سا سؔ بھی لکھ دیتے ہیں۔ اس کا قاعدہ سمجھ لو۔ ایک تو سورۂ بقرہ میں ہے: يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ دوسرا سورۂ اعراف میں فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ان دونوں جگہ میں سؔ پڑھو۔ تیسرا

[1] وان كان خلاف القياس لانها نون خفيفة لكن الوقف يكون تابعا للرسم ۱۲ وهذه القاعده اكثرية لا كلية فان ثمودا بالالف اذا وقف عليه لا يكون وقفه تابعا للرسم ۱۲ قاری محمد یامین

سورۂ طور میں اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ اس میں چاہے س پڑھو، چاہے صاد پڑھو۔ چوتھا سورۂ غاشیہ میں بِمُصَيْطِرٍ اس میں صاد پڑھو۔

(فائدہ ۱۵): کئی مواقع قرآن مجید میں ایسے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لَا اور پڑھا جاتا ہے لَ پڑھتے وقت ان کا بہت خیال رکھو۔ ایک سورۂ آل عمران میں لَاْ اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ط دوسرا سورۂ توبہ میں وَلَاْ اَوْضَعُوْا تیسرا سورۂ نمل میں اَوْلَاْ اَذْبَحَنَّهٗ۔ چوتھا سورۂ وَالصّٰٓفّٰتِ میں لَاْ اِلَى الْجَحِيْمِ۔ پانچواں سورۂ حشر میں لَاْ اَنْتُمْ اَشَدُّ۔ اسی طرح سورۂ آل عمران کے پندرہویں رکوع میں لکھا ہوا ہے اَفَاۡئِنْ اور پڑھا جاتا ہے اَفَئِنْ۔ اور چند مقامات میں لکھا ہوا تو ہے مَلَاۡئِهٖ اور پڑھا جاتا ہے مَلَئِهٖ اور سورۂ کہف کے چوتھے رکوع میں لکھا ہوا تو ہے لِشَاْیْءٍ اور پڑھا جاتا ہے لِشَيْءٍ۔ اور بعض جگہ لکھا ہوا ہے نَبَاۡئِ اور پڑھا جاتا ہے نَبَئِ۔

(تنبیہ): مذکورہ قاعدے اکثر تو وہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور جن میں اختلاف ہے ان میں سے میں نے امام حفصؒ کے قواعد لکھے ہیں جن کی روایت کے موافق ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ اور انہوں نے قرآن مجید حاصل کیا ہے امام عاصمؒ تابعی سے، اور انہوں نے زربن حُبیشؒ[1] اسدیؒ اور عبداللہ بن حبیب سلمیؒ سے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ سے، اور ان سب حضرات نے جناب رسول مقبول ﷺ سے۔

خاتمہ: چاند کا پورا لمعہ بھی چودہویں رات کو ہوتا ہے۔ اور یہاں بھی چودہویں لمعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہو گئے۔ اس لئے یہاں پہنچ کر رسالہ کو ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول فرمائے۔ طالب علموں سے خصوصاً بچوں سے خصوصاً قدوسیوں سے رضائے مولیٰ کی دعا کا طالب ہوں۔

اشرف علی عفی عنہ

۵ر صفر ۱۳۳۴ھ

---

[1] زر بالکسر وشدت راء و حبیش بالضم وفتح ثانی وسکون ثالث مصغر کما فی المغنی والتقریب، ۱۲ زینۃ